وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا

الحمد للّٰہ

یہ نافعہ عجالہ وہابی وغیر مقلد کو سنی و مقلد بنانیوالا تقلید امام ہمام سیدنا ابو حنیفہ
نعمان رضی اللّٰہ عنہ کو واجب و ضروری ٹھہرانیوالا غیر مقلدین کے تمام اعتراضات و شکوک
و اوہام کو بیخ برکندہ کرنیوالا مسمّٰی باسم تاریخی

مددِ غفار

۱۳۲۹ھ

الملقب بہ

ہدایۃ الطریق

فی بیان

التقلید والتحقیق

اور

الدلائل السنیہ فی تقدیر شعور النساء والحجاب الشرعیہ

جسمیں آیات و احادیث صحیحہ و اقوال آئمہ حنفیہ سے عورتونکے پردہ کو نہایت محققانہ طور پر
ضروری ثابت کیا گیا ہے اور انکو سر کے بال منڈانا اور حد شرع سے زائد کٹوانا حرام ثابت کیا گیا ہے
اور علمائے سوء کے خیالات فاسدہ و تمسکات کاسدہ کا قلع قمع کیا گیا ہے۔ ہر دو

از تصانیف زبدۃ العلماء المحققین عمدۃ الفضلاء المدققین سید المناظرین سند الواعظین استاد المدرسین
اعلیحضرت امام الوقت مولانا مولوی مفتی سید ابو محمد محمد دیدار علیشاہ صاحب قبلہ محدث الوری
امیر مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور

باہتمام خفر الوری ابو البرکات سید احمد غفرلہ طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امّا بعد حمد و صلوٰۃ جمیع اہل اسلام پر واضح ہو کہ مختلف مقامات پر زمانہ طالب علمی سے آج تک اس احقر العباد ابو محمد **محمّد دیدار علی** غفر اللہ لہٗ ولوالدیہ الوری سے جو جو معاملات غیر مقلدین کے ساتھ واقع ہوئے اور مناظروں کا اتفاق ہوا اور وہ سب خاکسار کے پاس مختلف پرچوں میں قلم بند تھے اور بعض مقامات پر بعض لوگ اُنکو سُنکر تائب بھی ہوئے اور ہوتے ہیں **لہٰذا** بداعیہ بعض احباب بامید ثواب بغرضِ ہدایت بعض غیر مقلدین باانصاف اولی الالباب اُن سب کا بطریق سوال و جواب ایک جگہ جمع کر دینا مناسب سمجھا گیا تاکہ ناظرین باانصاف بنظرِ انصاف اسکو ملاحظہ فرما کر اس گروہ قلیل کے فریبوں سے محفوظ رہیں۔ اور اس گروہ کے اہل انصاف انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرما کر صراطِ مستقیم جمہورِ اسلام اختیار کریں۔ اور رخنہ اندازی سے جماعتِ اہل اسلام میں خود بچیں اور دوسروں کو بچا دیں۔ اَللّٰھُمَّ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ط صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ وَجَمِیْعَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ۔ اٰمِیْنَ۔ اٰمِیْنَ۔ ثُمَّ اٰمِیْنَ ط وَھَا اَنَا اَشْرَعُ فِی الْمَقْصُوْدِ

مُتَوَکِّلًا عَلٰی وَاھِبِ الْخَیْرِ وَالْجُوْدِ ط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

محمدی۔ اجی حضرت کیا تیے کیوں ہو۔ ذرا آؤ تو اگر اپنی تقلید پر کوئی دلیل رکھتے ہو لاؤ۔ اس تقلید میں کبتک پھنسے رہو گے۔ میاں جسکا کلمہ پڑھتے ہو اُسی کے بنے رہو حنفی یا شافعی ہونیسے

توبہ کر کے محمدی بنجاؤ تاکہ قیدِ تقلید سے رہائی پاؤ۔ اس تقلید سے خدا کے لئے خود بچو اور دوسرونکو بچاؤ۔

مقلد۔ مولویصاحب! کیا ہم محمدی نہیں ہیں؟ اجی حضرت محمدی تو جتنے کلمہ گو ہیں خواہ وہ سُنّی ہوں یا شیعہ رفضی ہوں یا خارجی سب ہی ہیں۔ کوئی مسلمان بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں موسوی ہوں یا عیسائی ہوں۔ مگر چونکہ محمدیوں کے بھی مثل عیسائی وغیرہ کے بہت سے فرقے ہیں لہٰذا پہچان کے لئے ضرور کہا جاتا ہے کہ محمدیوں میں سے ہم سُنّی ہیں۔ دوسرا کہتا ہے ہم شیعہ ہیں۔ اسیطرح سنیوں میں بوجہ اختلاف تحقیقات چار اماموں کے بعض مسائل اجتہادیہ میں کہ جنکی مقدار غالباً شاہصاحب نے تحفہ میں دوسو یا چارسو لکھی ہے۔ چونکہ بظاہر چار گروہ ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ میں حنفی ہوں یعنے بموجب تحقیق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قرآن پر اور قول و فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرتا ہوں۔ کوئی کہتا ہے کہ میں تحقیقات امام شافعی رحمہ اللہ کا پابند ہوں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ ورنہ بوجہ اتفاق اصول عقائد اور اکثر مسائل کے یہ چاروں گروہ باہم شیر و شکر رہتے ہیں اور خود کو ایک ہی گروہ اہلسنت والجماعت سمجھتے ہیں۔ ہاں اگر محمدی سے مراد آپکے نزدیک وہ لوگ ہیں جو محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیرو ہیں جسکا بے دین ہونا تاریخ مکہ مصنفہ سید احمد دحلان رحمہ اللہ اور بوارق وغیرہ سے ثابت ہے جسکے پیرؤوں کا نام پہلے وہابی مشہور تھا اب چند روز سے بمصلحت اُنہوں نے اپنا نام محمدی مشہور کر رکھا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ خدا ہمکو اور تمام مسلمانوں کو ایسے محمدیوں سے بچاوے۔ مگر تم جو بار بار رستہ چلتے مسلمانوں کو بلا بلا کر چھیڑتے ہو اور پھر اس تہذیب کے ساتھ۔ کیا اتباع حدیث اسی تہذیب کا نام ہے؟ لو آج فیصلہ کر لو اور پہلے یہ تو بتاؤ کہ تم تقلید کے معنے کیا سمجھے ہوئے ہو؟

محمدی۔ میاں تقلید اسی کو کہتے ہیں کہ بلا دلیل قرآن اور حدیث کے کسیکے قول کو مان لینا۔

مقلد۔ بھلا صاحب یہ بات ہر شخص کو ہمیشہ بالکل حرام ہے یا کسیوقت کسیکو جائز بھی ہے؟

محمدی۔ حکم شریعت ہر وقت ہر شخص کے حق میں برابر ہے لہٰذا ہر شخص پر ہر وقت تقلید حرام ہے۔ دیکھو قرآن مجید میں ہے اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ یعنے بجز خدا کے کسیکا حکم قابل اطاعت نہیں ہے۔ اور

ملہ ورا یہ چند روز سے اپنے آپکو اہلحدیث یا حنفی مشہور کیا ہے ۱۲۔

ملہ چنانچہ کہ بدایت دہم تحفہ اثنا عشریہ میں ہے "عجب است از شریف مرتضیٰ کہ دریں حکایت کثرت اختلاف را نسبت باہل سنت کردہ حالانکہ اہل سنت را در اصول عقائد و اعمال اختلافے نیست۔ اگر اختلافیست در فروع است و آنہم منجر بہ تکفیر و تضلیل ہمدیگر نمیشود و معہذا اختلاف از اتفاق بسیار کمتر است۔ بعد از تفحص و استقرا مجموع مسائل مختلف فیہا در مذاہب اربعہ سی صد و چند مسئلہ فروعی یافتہ اند کہ دراں تصریح موجود نیست ۱۲ منہ غفرلہ۔

جو لوگ اپنے عالموں اور درویشوں کے قول و فعل کی پیروی کرتے تھے اُنکی شان میں اللہ اسطرح فرماتا ہے
اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا
اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ یعنے ٹھہرایا اُنہوں نے اپنے عالموں اور
درویشوں کو مالک اپنا ورے اللہ سے اور مریم کے بیٹے مسیح کو حالانکہ انکو تو حکم یہی ہوا ہے
کہ بندگی کریں ایک مالک کی کہ نہیں کوئی مالک سوا اُسکے۔ نرالا ہے اُنکے شریک بنانے سے۔
اور ترمذی شریف میں ہے عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقْرَأُ۔ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ قَالَ اِنَّهُمْ لَمْ يَكُوْنُوْا يَعْبُدُوْنَهُمْ
وَلٰكِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَآ اَحَلُّوْا لَهُمْ شَيْئًا اسْتَحَلُّوْهُ وَاِذَا حَرَّمُوْا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوْهُ
یعنے حضرت عدی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ اس آیت کو
پڑھکر فرماتے تھے کہ یہ مراد نہیں ہے کہ وہ لوگ اپنے عالموں اور درویشوں کی عبادت کرتے تھے
بلکہ جس چیز کو انکے عالم حلال کردیتے اسکو وہ حلال سمجھ لیتے تھے اور جسکو وہ حرام کردیتے تھے
اسکو حرام سمجھ لیتے تھے جسطرح فی زمانہ مقلدوں کا حال ہے۔ اور دوسری جگہ اللہ فرماتا ہے
اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ ط یعنے کیا واسطے اُنکے
خدا کے شریک ہیں کہ اُنہوں نے راہ ڈالی ہے اُنکے واسطے دین کی جسکا حکم نہیں دیا اللہ نے
اور اس قسم کی آیتیں حدیثیں بہت ہیں جنسے یہی ثابت ہوتا ہے کہ سوائے خدا رسول کے کسیکی
پیروی اور تقلید جائز نہیں۔ دیکھو اسیواسطے سعدی علیہ الرحمۃ بھی فرماتے ہیں۔ شعر۔

عبادت بہ تقلید گمراہی است ۔ خنک رہروے راکہ آگاہی است

اور مولنا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ؎

دین شاں تقلید شاں بر باد داد ۔ ہفت صد لعنت براں تقلید باد
زانکہ تقلید آفت ہر نیکو یست ۔ کہ بود تقلید اگر کوہ قویست
بشنو ایں قصہ پئے تہدید را ۔ تا بدانی آفت تقلید را
از محقق تا مقلد فرقہا ست ۔ کاں چو آواز ست و ایں دیگر صداست
نوحہ گر باشد مقلد در حدیث ۔ جز طمع نبود مراد آں خبیث

آں مقلد صد دلیل و صد بیاں | بر زباں آرد ندارد ہیچ جاں
بسکہ تقلید است آں ایمانِ او | روئے ایماں را نہ دیدہ جانِ او
پس خطر باشد مقلّد را عظیم | از رہ رہزن و شیطانِ رجیم
کور کورہ جو بید از کورِ دگر | ور چہے او بازافتند زود تر
صد دلیل آرد مقلّد در بیاں | از قیاسے گویدا و را نز عیاں
دینِ حق را چار مذہب ساختند | رخنہ در دینِ نبی انداختند

مقلّد۔ مولانا! یہ تقریر تو آپ نے ایسی بیان کی کہ جاہل غیر صحبت یافتہ علما اہلسنّت والجماعۃ تو بلاشک اسکو سنکر ضرور فریفتہ ہو جائے۔ دین سے ہاتھ دہو بیٹھے۔ مگر حضرت ہم نے تو بڑے بڑے علما دین کی صحبت اُٹھائی ہے۔ خود بھی کچھ لکھا پڑھا ہے۔ آپ تو عالم ہیں۔ آپ کو اتنا خیال نہیں کہ اول میں نے کیا کہا تھا اور اب کیا کہہ رہا ہوں۔ اول تو آپ نے فرمایا تھا کہ تقلید بلا دلیل قرآن و حدیث کے کسیکے قول ماننے کو کہتے ہیں۔ اور پھر فرمایا کہ یہ ہر شخص کو ہر وقت حرام ہے اور پھر دلیل حرمت تقلید پر وہ آیت پیش کی جسکے لفظی معنوں کو حرمتِ تقلید سے لگاؤ ہے نہ حلّت سے کیونکہ لفظی معنے تو آیت کے اتنے ہی ہیں کہ "یہود اور نصاریٰ نے اپنے عالموں اور درویشوں اور مسیح علیہ السلام کو رب یعنے پروردگار بنالیا۔ حالانکہ اُنکو حکم نہیں کیا گیا تھا مگر یہی کہ عبادت کریں وہ اللہ یکتا کی"۔ فقط دعوٰی حرمت تقلید کا کیا اور دلیل حرمت عبادت غیر اللہ کی بیان کی۔ اور پھر آیت کو اپنے مطلب کے موافق بنانے کی غرض سے ترمذی کی وہ حدیث بیان کی کہ جس حدیث کا حدیث ہونا فقط ترمذی کے قول بلا دلیل مان لینے پر موقوف ہے کہ جو عین تقلید ہے ایسے قول کی کہ جو ظاہر معنی قرآن کے بالکل مخالف ہے۔ حالانکہ ترمذی خود اس حدیث کے حدیث ماننے میں مقلّد ہیں۔ اپنے اُستاد حسین بن یزید کوفی کے اور وہ اپنے اُستاد عبد السّلام بن حرب کے اور وہ اپنے اُستاد غُطیف بن اعین کے اور وہ مصعب بن سعد کے۔ اِلہذا ترمذی علیہ الرحمۃ جیسے مقلدوں کی مقلّد کی جواز تقلید پر آپکے پاس کونسی آیت یا حدیث ہے کہ جس میں اللہ نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ ترمذی جو کچھ کہیں اُسکو بلا دلیل قرآن و حدیث مان ہی لینا۔ گو اُسکے ۔ن لینے میں ظاہر معنی قرآن کی بھی مخالفت کیوں نہ ہو اور وہ لوگ جنکی تقلید سے امام ترمذی علیہ الرحمۃ کسی امر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف

نسبت کریں کیسے بھی ہوں حضرت حسن حسین بن یزید کوفی اُستاد امام ترمذی کو محدثین لین الحدیث لکھتے ہیں۔ یعنے روایت حدیث میں انکے قول کو بودا[1] جانتے ہیں۔ اور غطیف پرداد اُستاد ترمذی کو روایت حدیث میں ضعیف تحریر فرماتے ہیں۔ لہذا آپ تو ضعیف راویوں کی تقلید کرنے والوں کی تقلید میں باوجود ہونے اُس تقلید کے مخالف ظاہر معنی قرآن گرفتار ہو کر مرتکب حرام بنگئے اور دوسرے مسلمانوں کے واسطے تقلید مطلقاً حرام فرماتے تھے۔ وجہ یہ ہے کہ آپکو سوا اپنے گروہ کے تمام مسلمانوں کو یہود اور نصارٰی اور مشرکین میں داخل کر کر خارجیوں کی علامت جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بخاری شریف میں مذکور ہے اپنے درمیان ظاہر کر دکھانا ہے۔ کتاب استتابۃ المعاندین والمرتدین بخاری شریف میں ہے۔ باب قتل الخوارج میں وکان ابن عمر یراہم شرار خلق اللہ وقال انہم انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المؤمنین یعنی امام بخاری تعلیقات میں فرماتے ہیں کہ ابن عمر خارجیوں کو شریر ترین مخلوقات خدا سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اُنہوں نے جو آیتیں کافروں کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں انکو مؤمنین کی شان میں پڑھنا شروع کر دیا تھا جسطرح آپ اور آپکے گروہ کے لوگ کر رہے ہیں۔ اسلیئے کہ یہ تینوں آیتیں اور علاوہ اسکے اس قسم کی اور آیتیں جیسے اَلَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا اور قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَیْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ کَانَ اٰبَآؤُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَھْتَدُوْنَ جنکو مقلدین کی شان میں آپ لوگ لکھتے پڑھتے ہیں۔ یہ سب اُن یہود اور مشرکین کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں جو اُن عالم اور درویشوں کی تقلید کرتے تھے جنکو یقیناً جانتے تھے کہ یہ توریت اور انجیل میں بغرض تحصیل دنیا اور خوف زوال اپنی سرداری کے تحریف کرتے ہیں اور توریت اور انجیل کے صاف کھلے ہوئے حکموں کے مخالف جس چیز کو چاہتے حرام کر دیتے ہیں اور جس چیز کو چاہتے حلال کر دیتے ہیں۔ یا اُن لوگوں کے بارہ میں ہیں جو بتوں کو پوجتے تھے۔ چڑھاوے چڑھاتے تھے اور اس امر میں اپنے باپ دادوں کی تقلید میں گرفتار تھے۔ سو ایسی تقلید باتفاق سب کے نزدیک حرام ہے۔ ذرا انصاف سے تفسیروں کو ملاحظہ کیجئے اور صرف اپنے وہم وخیال اور اس قسم کے اردو رسالہ نویسوں کی تقلید نہ کیجئے غضب تو یہ ہے کہ ایسے ہی کاذب بہتان بند گمراہوں کی تقلید سے کہ جو بالکل حرام ہے بوستان

[1] چنانچہ نخبۃ الفکر میں ہے:۔ والسمہا فلان لین الحدیث اوسیٔ الحفظ ۱۲ منہ رحمہ اللہ۔

اور مثنوی شریف کو بھی آپنے نہ دیکھا اور جھٹ بے علموں کو فریب دینے کی غرض سے اُنہی کے رسالوں کی تقلید کے بھروسہ پر آپ یہ اشعار حرمت تقلید پر پڑھنے بیٹھ گئے۔ لو یہ بوستان ہے یہ مثنوی ہے ذرا نکال تو دو۔ اجی حضرت! ورق گردانی سے کیا فائدہ۔ آپکو اور بوستان اور مثنوی شریف سے علاقہ تو کچھ ہو۔ بوستان میں یہ شعر اُس تقلید کی بُرائی میں ہے جو پنڈے سومنات بُت کے پوجنے میں عبادت کرتے ہیں۔ اپنے باپ دادوں کی تقلید کرتے تھے ایسی تقلید کے ساتھ عبادت کرنیکو گمراہی فرماتے ہیں۔ علیٰ ہذا مثنوی شریف میں یہ سب اشعار اُس تقلید کی مذمت میں ہیں جسمیں بجز اولیاء اللہ کے ہم تم سب گرفتار ہیں۔ اور وہ تحقیق جسکو مولانا فرماتے ہیں بجز پیروی اور تقلید اولیاء اللہ کے حاصل ہو نہیں سکتی۔ مراد انکی یہ ہے کہ باپ دادا سے خدا خدا سُنکر انکی تقلید سے جیسا خدا کو جان رہے ہو اسی تقلید میں مت پھنسے رہو بلکہ اولیاء اللہ کیطرح ایسی کوشش کرو کہ آنکھوں سے دیکھی ہوئی چیز میں شک ہو جاوے۔ مگر خدا کے خدا ہونے میں جیسا اُسکو بتقلید عُلماء جانتے ہو اور اُسکی کسی صفت میں شک کیا وہم بھی نہ واقع ہو بلکہ بجز خدا کے کچھ نظر نہ آوے۔ دیکھو اس مضمون کا کیا عمدہ ہندی دوہرہ ہے۔ "دیکھتے دیکھتے ایسا دیکھ + مٹجائے دھوکا رہجائے ایک" + اُسکے آفتاب وجود کے سامنے تمام عالم اور اپنا وجود بے بود اور نیست و نابود نظر آنے لگے تاکہ پھر تمام وہم اور شبہوں سے نجات حاصل ہو جاوے اور زوال ایمان کا خطرہ باقی نہ رہے۔ ورنہ اس تقلید سے خدا کے خدا جاننے کے راستہ میں بہت سے خطرے ہیں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ جو نفحات میں مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے مشہور ہے کہ باوجود ایک سو ایک دلیل رکھنے کے وحدانیت خدا پر جب شیطان نے سو دلیلوں کو توڑ دیا اگر دستگیری اہل اللہ اور فضل خدا نہ ہوتا تو انکا ایمان فقط ایک دلیل پر باقی رہگیا تھا لہٰذا جبتک یہ تقلید ہے فرماتے ہیں کہ محبت دنیا میں پھنسے ہوئے ہو ورنہ جب اولیاء اللہ کیطرح خدا کو اور اسکی صفات کو جان لیا پھر خدا مع جمیع صفات مثل آنکھوں کی دیکھی ہوئی چیز کے نظر آنے لگتا ہے اور محبت غیر اللہ کافور ہو جاتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں شعر

نفس تو سرمست تقلیدست و نبید — زانکہ روحت خوشۂ غیبی چشید

مرغ چوں بر آب شورے می تند — آب شیریں را ندیدست و مدد

بلکہ تقلیدست آں ایمان او — روئے ایماں را ندیدہ جان او

بس خطر باشد مقلد را عظیم — از رہ و رہزن و شیطان رجیم
چوں بہ بیند نور حق ایمن شود — ز اضطرابات شک او ساکن شود
صد دلیل آرد مقلد در میان — از قیاسے گوید او را نہ عیاں
آں مقلد صد دلیل و صد بیاں — بر زباں آرد ندارد ہیچ جاں
چونکہ گوئندہ ندارد جان و فر — گفت او را کے بود برگ و ثمر
شیخ نورانی ز رہ آگاہ کند — با سخنش ہم نور را ہمراہ کند
جہد کن تا مست و نورانی شوی — تا حدیثت را شود نورت روی

یعنی تیر النفس چونکہ مست کھانے پینے کا ہے اور نور غیبی سے بالکل ناواقف۔ لہذا اسکی مثال بعینہ اُس جانور کی سی ہے جو بوجہ ناواقفی کے شیریں پانی سے کھاری پانی پر گرا پڑتا ہے اور اپنے ماں باپ کی تقلید سے اُسکی عمدگی پر ایمان رکھتا ہے۔ اسیطرح تیر النفس دنیا پر بوجہ ناواقفی کے نور غیبی سے گرا پڑتا ہے۔ اور اگر نور حق اسپر ظاہر ہو جاتا تو تمام اضطرابات اور شکوک سے رہائی پاکر سچا بندہ خدا کا بنجاتا اور بغیر اُس نور کے اگرچہ اُسکی محبت حاصل کرنے پر اور اسکی ذات و صفات پر سیکڑوں دلیلیں لاتا ہے مگر وہ سب دلیلیں قالب بیجان ہیں اور شیخ نورانی جو راہ بتلاتا ہے اُسکی باتوں کے ساتھ نور الٰہی ہمراہ ہوتا ہے اور وہ خود اُس نور میں غرقاب رہتا ہے۔ لہذا تو بھی نورانی بننے کی کوشش کر اور کسی نورانی کو ڈھونڈھ کر اُسکا پیرو بنجا تاکہ تو بھی غرقاب نور ہو جاوے۔ چنانچہ دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

کیف مدّ الظل نقش اولیاست — او دلیل نور خورشید خداست
رو ز سایہ آفتابے را بیاب — دامن چوں شمس تبریزی بتاب
خاک شو مردان حق را زیر پا — خاک بر سر کن حسد را ہم چو ما

یعنی وہ جو قرآن مجید میں ہے کہ ہم نے سایہ کو کیسا پھیلایا ہے اُس سایہ سے مراد اولیاء اللہ ہیں کہ اُن سے خدا کا پتہ لگ جاتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ سایہ کیطرف سے چل تاکہ آفتاب کو پالے یعنی کسی شمس تبریز جیسے کامل کا دامن پکڑ لے اور مردان خدا کے پاؤں کی خاک بنجا اور حسد کو چھوڑ دے تاکہ پھر بجز خدا کے کچھ نظر نہ آوے چنانچہ فرماتے ہیں ؎

آنکہ او از پردہ تقلید جست — او بنور حق بہ بیند ہرچہ ہست

نور پاکش بے دلیل و بے بیان　　　نور بشکافد بیاید در میان

یعنی جو شخص پردۂ تقلید سے رہائی پالیتا ہے تو وہ پھر وہ نہیں رہتا۔ لہٰذا جو کچھ دیکھتا ہے خدا ہی کو دیکھتا ہے اور اسکا دیکھنا نہ دلیل کا محتاج رہتا ہے نہ بیان کا بلکہ اسکی ہر بات سے نور خدا پیدا ہوتا ہے، اور یہ آپکا شعر اول اُس حکایت میں ہے جسمیں اُس مکار صوفی کی مذمت ہے جو رات بھر "خر برفت و خر برفت" پر حالت وجد میں تھا چنانچہ فرماتے ہیں ؎ زین حرارت پاکوبان تا سحر　کف زنان خر رفت و خر رفت اے پسر

جب صبح ہوئی خادم سے صوفی نے اپنا گدہا طلب کیا۔ وہاں گدھا کہاں تھا۔ اہل بزم نے اُسی گدھے کو تو بیچکر انتظام سماع کیا تھا اور قوالوں کو یہ مصرعہ سکھا دیا تھا۔ خادم نے عرض کیا حضور گدھا تو رات ہی سے غائب ہے۔ صوفی نے کہا اب اہل بزم متفرق ہو گئے تمنے رات ہی کو کیوں نہ کہا۔ خادم نے عرض کیا کہ حضور میں نے کئی بار عرض کرنیکا ارادہ کیا۔ مگر جب آیا حضور کو کف زناں "خر برفت و خر برفت" کہتا پایا۔ میں نے سمجھا کہ حضور ہی کی اجازت سے گدھا گیا ہے مجبوراً چپ ہو رہا۔ یہ سُنکر صوفی متحیر ہو کر کہنے لگا ؎

مر مرا تقلید شان بر باد داد　　　کہ دو صد لعنت بر آن تقلید باد

ہاں اس میں شک نہیں کہ آپ نے یا جس فریبی کی تقلید سے آپنے یہ شعر پڑہا ہے اُس نے بغرض رہزنی عوام اہل اسلام اس شعر میں بھی تحریف کی کہ "مر مرا" کی جگہ "دین شان" کا لفظ رکھدیا تاکہ مسلمان دہوکا کھا جائیں۔ علیٰ ہذا اور اس قسم کے جتنے شعر مثنوی شریف میں ہیں وہ ایسے ہی موقعوں کے ہیں۔ اور شعر آخر یعنے "دین حق را چار مذہب ساختند" الخ یہ مولانا پر محض افترا اور بہتان ہی ہے۔ اگر مثنوی میں دکھا دو تو ابھی دو سو روپئے انعام دیتا ہوں۔

مولویصاحب! میں نے اکثر معتبر لوگوں سے سُنا ہے کہ بمبئی کے شیعوں نے زمانہ غدر کے قریب ایک مثنوی چھپوائی تھی جس میں اکثر اس قسم کے شعر بھی بنا کر چھپوا دیئے تھے۔ مگر بفضلہ تعالےٰ بعد نالش کرنے اور الحاقی ثابت ہو جانے اُن شعروں کے مثنوی کے وہ سب نسخے دریا برد کر دیئے گئے منجملہ اُن الحاقی شعروں کے ایک شعر یہ بھی ہے۔ اور دوسرے جو شعر مجھے یاد ہیں جنکا ساری مثنوی میں کہیں نشان نہیں ملتا یہ ہیں۔ بلکہ برخلاف انکے جنمیں ان شعروں کا رد ہوتا ہے بہت شعر پائے جاتے ہیں

"چوں صحابہ حب دنیا داشتند　　　مصطفےٰ را بے کفن بگذاشتند" + (معاذ اللہ)

۵ هفتصد و هفتاد قالب دیده ام | همچو سبزه بارها روئیده ام
من ز قرآں مغز را برداشتم | استخواں پیش سگاں انداختم

مگر افسوس یہ ہے کہ آپ لوگ بھی روافض کی تقلید کرنے لگے۔ کشف الحجاب میں مولانا قاری عبدالرحمن صاحب محدث پانی پتی رحمہ اللہ نے غیر مقلدوں کے مکروں کو جو روافض کے مکروں سے بعینہٖ مشابہ کر کے لکھا ہے جو کچھ لکھا ہے سچ لکھا ہے۔ اب تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ مولانا کی مراد تقلید اور تحقیق سے اور ہے اور تقلید ائمہ مجتہدین جو مسائل اجتہادیہ ہیں غیر مجتہد پر واجب ہے وہ اور ہے مگر خیر لفظ تقلید ہی پر نظر رکھکر کاش آپ مولانا معنوی رحمہ اللہ ہی کی تقلید کر لیتے اور ایسے دھوکہ بازوں کی تقلید سے جو حرام ہے پرہیز کرتے تو ضرور تقلید ائمہ مجتہدین کو مفید اور ضروری سمجھ لیتے اور کبھی ایسے لوگوں کی تقلید کر کے مجتہدین دین کی برابری کا دم نہ بھرتے اور بے سمجھے بوجھے مثل اُس ناکردہ کار کے جو بڑے اعلیٰ درجے کے اُستادوں کی کارروائی پر اعتراض کرے ائمہ دین پر اعتراض نہ کرتے۔ دیکھو مثنوی شریف کے دفتر پنجم میں مولانا فرماتے ہیں۔ مثنوی۔

یک مریدے اندر آمد پیش پیر | پیر اندر گریہ بود و در نفیر
شیخ را چوں دید گریاں آں مرید | گشت گریاں آب در چشمش دوید
چوں بسے بگریست خدمت کرد و رفت | از پیش آمد مریدے خاص تفت
گفت اے گریاں چو ابر بے خبر | از وفاق گریۂ شیخ از نظر
اللہ اللہ اللہ اے وافی مرید | گرچہ در تقلید ہستی مستفید
تا نہ گوئی دیدم آں شہ میگریست | من چو او بگریستم کایں منکریست
گریۂ کز جہل و تقلید است و ظن | نیست ہمچو گریۂ آں مؤتمن

یعنے ایک مرید اپنے پیر کو روتا دیکھکر خوب رویا۔ جب ایک خاص مرید نے اُس مرید کو جو شیخ کی تقلید سے رویا تھا اور شیخ کے رونے کی حقیقت سے بے خبر تھا دیکھا اُسکو سمجھایا کہ اگرچہ شیخ کی تقلید سے رونا فائدہ مند ہے مگر یہ نہ سمجھ لیجیو کہ میرے رونے اور شیخ کے رونے کا مرتبہ برابر ہے۔ ایسا سمجھنا شیخ کے مرتبہ کا انکار کرنا ہے کیونکہ جو رونا عارفوں کا ہے اُنکے مرتبہ کو بزرگوں کی تقلید سے رونیوالوں کا رونا ہرگز برابر نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ اشعار

تو قیاس گریہ بر گریہ مساز | ہست زیں گریہ بداں راہے دراز
ہست آں از بعد سی سالہ جہاد | عقل اینجا ہیچ نتواند فتاد

یعنی اس اپنے رونے کو شیخ کے رونے پر قیاس مت کرو کہ وہ رونا تیس ۳۰ سال کی محنت مشقت کے بعد کا ہے اور یہ رونا شیخ کے رونیکا پرتو ہے۔ بہر حال مراد مولانا کی یہ ہے کہ مجتہد محقق کے مرتبہ کو مقلد نہیں پہونچ سکتا۔ مگر مقلد کو چاہیئے کہ مجتہدوں کی برابری کا خیال نہ کرے کہ یہ منکروں کا کام ہے۔ چنانچہ اسی حکایت کے درمیان میں فرماتے ہیں۔ **ابیات۔**

گوش کر یکبار خندد یا دو بار | چونکہ لاغ املا کند یاری بیار
بار اول از رہِ تقلید و سوم | کہ ہمے بیند کہ مے خندند قوم
گر بخندد ہم چو ایشاں ہر گماں | بے خبر از حالتِ خندندگاں
پس مقلد نیز مانندِ کراست | اندراں شادی کہ او را ہمبر است
پرتوِ شیخ آمد و منہل زشیخ | قبض و شادی نز مریداں بل زشیخ
پرتوِ شیخ است و آں تقلید شیخ | چوں بہ بیند شادی از تائید شیخ
چوں سبد پر آب و نوری بر زجاج | گر ز خود دانند آں باشد لجاج
چوں جدا گردد ز جو داند عنود | کاندرو آں آب جوش از جوئے بود
آبگینہ ہم بداند از غروب | کاں لمع بود از مہِ تابان خوب

یعنی بہرا جسطرح قوم کو ہنستا دیکھکر بے اختیار ہنسنے لگتا ہے حالانکہ قوم کے ہنسنے کی وجہ سے بالکل بے خبر ہوتا ہے اسیطرح مرید مقلد شیخ بھی گو حقیقت حال سے کما حقہ بے خبر ہوتا ہے مگر جیسے بہرے کی ہنسی قوم کی ہنسی کا پرتو ہے مرید مقلد کا بھی غم اور شادی پرتو غم اور شادی شیخ کا ہے جیسے ندی میں ٹوکرا اپنے اندر پانی کو اور چاندنی میں آئینہ اپنے درمیان نور کو دیکھتا ہے مگر چاند سے جدا ہو کر آئینہ اور ندی سے جدا ہو کر ٹوکرا جانتا ہے کہ وہ پانی فی الواقع ندی ہی کا تھا اور وہ نور فی الواقع چاند کا تھا۔ اب اگر ٹوکرا اور آئینہ اُس پانی اور نور کو اپنا ذاتی تصور کریں اُن کی جہالت اور منکر ہونے کی دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ وغیرہ جملہ شاگردانِ امام اعظم رحمۃ اللہ اگرچہ بعض مسائل میں بوجہ حاصل ہونے قوت استنباط اور اجتہاد کے

بظاہر امام کے مخالف معلوم ہوتے ہیں مگر چونکہ جانتے ہیں کہ ہمارا اجتہاد پر تو اجتہاد امام کا ہے اور طفیل انہیں کے اصول اور قواعد کی پابندی کا۔ حاوی۔ قدسی وغیرہ معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ سخت اور غلیظ قسمیں کھا کر فرماتے ہیں کہ واللہ جو کوئی قول ہمنے کہا ہے وہ فی الواقع قول امام ہی کا ہے اور چونکہ کمالات فقاہت امام بخاری رحمہ اللہ پر تو کمالات امام شافعی رحمہ اللہ ہیں۔ مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ رسالہ انصاف میں تحریر فرماتے ہیں کہ محمد بن اسمٰعیل بخاری شمار کیے گئے ہیں طبقات شافعیہ میں اور ذکر کیا ہے انکو طبقات شافعیہ میں بہتوں نے کہ منجملہ انکے ایک تاج الدین سبکی رحمہ اللہ بھی ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ فقاہت حاصل کی بخاری نے حمیدی سے اور حمیدی نے شافعی رحمہ اللہ سے الخ

محمدی۔ کیوں صاحب! کیا امام ترمذی یا امام بخاری یا امام مسلم رحمہم اللہ وغیرہ محدثین معتبر جنکی جمع کی ہوئی کتب حدیث کو تمام مقلد و غیر مقلد اہل اسلام صحاح ستہ کہتے ہیں آپ نہیں مانتے کیا ترمذی کی حدیث جو بواسطۂ حضرت عدی تفسیر آیۂ کریمہ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ الخ میں نقل کی گئی آپ کے نزدیک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں۔ کیا مخالف جمہور آپ ان کتابوں کی حدیثوں کے قول و فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے میں ان محدثوں کی تقلید نہیں کرتے کیا امام ترمذی کی اسناد حدیث آپ کے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔ اگر نہیں تو مخالف جمہور اہل اسلام آپکا اعتراض بیجا قابل سماعت نہیں۔ اور اگر قابل اعتبار ہیں اور آپ ان حدیثوں کے حدیث ہونے میں انہیں کی تقلید کرتے ہیں تو انکی تقلید کرنے میں ہمپر اعتراض کیوں؟ اور یہ جو آپنے فرمایا کہ یہ آیتیں اور اس قسم کی جتنی آیتیں غیر مقلدین مقلدین کی شان میں پڑھتے ہیں سب کفار اور مشرکین اور منافقین کی شان میں نازل ہوئی ہیں اور غیر مقلدین کا ان آیتوں کو مسلمانوں کی شان میں پڑھنا بموجب قول ابن عمر رضی اللہ عنہ شرار خلق اللہ بننا اور خارجیوں کی نشانی اپنے سر دھرنا ہے یہ آپکا محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ اگر آپکا دعویٰ صحیح ہے تو ذرا آپ ہی تفسیروں سے ثابت کر دیجیے کہ یہ سب آیتیں کفار اور مشرکین ہی کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ مگر جب تفسیر قرآن میں حدیث ترمذی بیان کرنے میں بھی آپکو اعتراض ہے تو تفسیروں کے بیان کو تو آپ کیوں ماننے لگے۔ لہذا بہتر تو یہ ہے کہ آپ نفس ترجمہ قرآن ہی سے یہ ثابت کر دکھائیں کہ یہ سب آیتیں مذکور مشرکین ہی کی شان میں ہیں مسلمان کچھ بھی کریں۔ ان آیتوں کے مصداق نہیں بن سکتے۔ لو ذرا ایک آیت اور بھی سن لو۔

کہ جس سے صاف ثابت ہے کہ راستہ ایک ہی مستقیم اور سیدھا ہے۔ دیکھو سورہ انعام کے اخیر رکوع میں ہے
وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ
وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ یعنی اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ بیشک یہ راستہ میرا مستقیم ہے پس
پیروی کرو تم اُسکی اور نہ پیروی کرو تم اور راستوں کی پس تفرقہ میں ڈال دینگے وہ سب راستے
تم کو میرے اُس مستقیم راستہ سے اسی بات کی اللہ تمکو وصیت کرتا ہے تاکہ تم ڈرو۔" کیا یہ بھی
مشرکین ہی کی شان میں ہے۔ اور خیر بوستان اور مثنوی سے آپ کے نزدیک بھی بُروں کی
تقلید کی گمراہی تو ثابت ہو گئی۔ اور یہ آپ مان گئے کہ مولانا کے نزدیک مقلد مثل بہروں کے
ہیں اور محقق مثل سنکر عمل کرنیوالوں کے ہیں۔ اور ظاہر ہی ہے کہ بہروں سے سُننے والے
افضل ہوتے ہیں۔ اسیواسطے ہم پیروی قرآن وحدیث کی کرتے ہیں۔ اور قرآن وحدیث کے
مقابلہ میں کسیکی تقلید نہیں کرتے۔ ہاں جب تک تحقیق نہ ہو اُسوقت تک بہروں کی طرح اگر کسی مسئلہ
میں تقلید کر لیں تو مضائقہ نہیں مگر وہ بھی ایسوں کی جنکے اجتہاد کو امت کے اکثر عالم مسلمانوں نے
قبول کر لیا ہو۔ جیسے یہ چاروں امام۔ مگر بہرا ہی بنا رہنا ٹھیک نہیں۔ جہانتک ہو سکے درپے تحقیق رہے
اور جب قرآن وحدیث سے خلاف تقلید ائمہ مذکور ثابت ہو جاوے فوراً اسپر عمل کرے چنانچہ ہمارے
مولانا اسمٰعیل شہید بھی تقویۃ الایمان میں ایسا ہی فرماتے ہیں۔

مقلد۔ مولانا جزاک اللہ۔ شاباش۔ آپ نے ہمارے تمام اعتراضوں کے جواب تو
دیدئے۔ مگر گستاخی معاف۔ کیا سارے جلسہ میں آپ نے سب کو ہی بے سمجھ سمجھ لیا۔ اے اہل جلسہ
ذرا انصاف سے بیان تو کرو کہ میں نے کیا عرض کیا تھا۔ اور مولانا نے کیا فرمایا۔

محمدی۔ جناب من میری گفتگو آپ سے ہے آپ ہی انصاف فرمادیں کہ میں نے کیا غلط کہا۔

مقلد۔ بہت اچھا مولانا۔ میں نے تو اپنی ساری تقریر میں نہ صحاح ستہ کے صحاح ہونیسے کہیں انکار
کیا ہے اور نہ ترمذی کی حدیث کے حدیث ہونے سے نہ ان کتابوں کی حدیثوں کے قول و فعل رسول اللہ
ہونے میں ان محدثوں کی تقلید سے۔ میں تو انہیں محدثوں کا نہیں بلکہ انکا اور جمہور محدثین کا اور انکے
اقوال کا جو حدیث کے صحیح۔ حسن۔ قوی۔ ضعیف۔ معلل۔ مضطرب۔ شاذ۔ ناسخ۔ منسوخ وغیرہ ہونیکے قواعد
لکھنے والے رجال احادیث کے حالات تحریر فرمانیوالے ہیں۔ قرآن سے۔ احادیث سے۔ استنباط کی قوت رکھنے والے

ہیں جسطرح سے وہ فرما گئے ہیں۔ اور سب سواد اعظم امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جس طریق پر اتفاق ہوگیا ہے بموجب حکم صریح کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ ان سب کا مقلد ہوں۔ مگر اس حدیث کے حدیث ہونے میں جو تفسیر آیۂ کریمہ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ میں آپنے ترمذی سے نقل کی اور ترمذی کے قول کی تقلید سے آپ نے اُس حدیث کو حدیث مان لیا آپ پر اعتراض اسوجہ سے کیا تھا کہ آپ پہلے فرما چکے تھے کہ تقلید کسیکے قول بلا دلیل ماننے کو کہتے ہیں۔ اور وہ ہر شخص پر ہر وقت حرام ہے۔ اور پھر آپ نے جس امر کو ترمذی نے اپنے اُستادوں کی تقلید سے کہدیا کہ رسول اللہ نے ایسا فرمایا تھا بلا دلیل قرآن وحدیث مان لیا اور ترمذی کی تقلید سے نفس معانی قرآن پر بھی نظر نہ رکھی اور مخالف معانی قرآن اُس امر کو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہانتک سمجھ لیا کہ باوجود ہونے اس قول کے مخالف ظاہر معنی کلام اللہ تفسیر قرآن میں پیش کر بیٹھے۔ اور ایسا ہی ہوا کیا ہے۔ آپ تو جس حدیث کو بیان کرینگے اسی حدیث کے حدیث ہونے میں جس کتاب سے اُس حدیث کو نقل کروگے اُسی کتاب والے کی تقلید کا الزام بوجہ ہونے اُس تقلید کے بلا دلیل آپ پر لازم آئیگا بلکہ آپ اگر ذرا غور فرماوینگے تو آپ کو معلوم ہوجائیگا کہ آپ فقط مقلد اسی زمانہ کے اُن مولویوں کے ہو جنہوں نے آپ کو مخالف جمہور یہ سکھایا ہے کہ بجز قرآن اور حدیث کے اور حدیثوں میں سے بھی فقط احادیث صحاح ستہ کے کسیکے قول پر عمل کرنا جائز نہیں بلکہ ان کتابوں کی حدیثوں کے بھی وہی صحیح معنے سمجھنا جو ہم اور ہمارے ہمجنس علما لکھیں۔ ورنہ انہیں کتابوں میں بکثرت وہ حدیثیں موجود ہیں جنکے معانی اگر بانصاف موافق سمجھ علمائے محققین سمجھے جائیں تو تمام مسائل حنفیہ موافق احادیث صحیحہ کتب مذکور نکلیں گے۔ اگر شک ہو تو ہمارا رسالہ "جواہر السنیہ فی احادیث فقہ الحنفیہ" ملاحظہ کیجئے۔ اب فرمایئے کہ ان مولویوں کے اس قول کے ماننے پر آپ کو بلا تقلید کسیکے کونسی آیت بلا واسطہ اللہ سے یا کونسی حدیث بلا واسطہ رسول سے پہنچی ہے۔ اب آپ اول اپنی پہلی پچھلی تقریر کو غور سے بنظر انصاف ملاحظہ فرمالیں کہ آپ کے کلام میں کسقدر تعارض ہے اول تقلید کو ہر وقت ہر شخص کے واسطے حرام فرمایا۔ اور تقلید امام ترمذی میں خود ہی گرفتار ہوگئے پھر مولانا روم علیہ الرحمۃ اور سعدی علیہ الرحمۃ کے اشعار گمراہ ہونے پر مطلقاً بُرے بھلوں کی تقلید میں پیش کئے۔ جب اُن شعروں کی حقیقت کھل گئی تو اب فرماتے ہو کہ چلو خیر الحمد للہ بزرگوں کی تقلید کی

بُرائی تو ثابت ہو گئی۔ مولانا! ہمنے بُزرُوں کی تقلید کو کب اچھا کہا تھا۔ اور ہم نے یہ کب کہا تھا کہ مقلد کا مرتبہ مجتہد سے بڑا ہے۔ جو آپ فرماتے ہیں کہ لو مولانا بھی مقلد کو مثل بُہرے کے فرماتے ہیں اسواسطے جب تک قرآن حدیث نہ ملے اگر بہرے کی طرح تقلید کرلے تو مضائقہ نہیں۔ مگر جب ملجاوے فوراً تقلید ترک کردے۔ جب سُننے لگے پھر کیوں بہرا بنا رہے! اور پھر اس قول میں مولوی اسمٰعیل صاحب کے مقلد بنگئے۔ ایسے ہی مقلدوں کی شان میں جو امام ترمذی بلکہ مولوی اسمٰعیل جیسے مقلدوں کی تقلید کرنیوالے ہیں مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

کور کورہ جوید از کورِ دِگر ✢ در چہہ او بار افتد زود تر

نہ کہ اُن مقلدوں کی شان میں جو مجتہدوں کی تقلید کرتے ہیں۔ اسواسطے کہ مجتہدونکا بینا ہونا سب پر ظاہر ہے۔ اب ذرا تامل کرکے ان سب باتوں کا جواب دو۔ یا ہم سے تقلید کی قسمیں سنکر جو تقلید حرام ہے اور جس میں آپ گرفتار ہیں اس سے توبہ کرو۔ اور جو تقلید واجب ہے اسکو لازم پکڑو اور اُن آیتوں کا کفار کی شان میں جو ثبوت ہم سے طلب کیا گیا ہے خواہ نفس ترجمہ سے سمجھ لو خواہ بموجب تفاسیر معتبر سُن لو۔ آیۂ اوّل۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ الخ کی تفسیر میں صاحب تفسیر کبیر علامہ رازی علیہ الرحمۃ اور صاحب معالم وغیرہ تحریر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار کو شرک کرنے پر نزول عذاب سے ڈراتے رہتے تھے۔ جب کفار کہنے لگے اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاۗءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ه یعنے اے محمد صلی اللہ علیک وسلم اگر یہ بات تمہاری طرف سے حق ہے تو ہمارے اوپر آسمان سے پتھر برساو یا ہمپر عذاب درد دہندہ لے آؤ۔ اللہ جلشانہٗ نے حضور کو فرمایا کہ اُن سے کہدو مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ه یعنی جسکی جلدی کرتے ہو میرے پاس نہیں ہے بلکہ اس میں بجز اللہ کے کسیکا حکم نہیں ہے اسکے تقدیم اور تاخیر عذاب کا اختیار ہے۔ چنانچہ یہی مضمون نفس ترجمہ آیت سے سمجھ میں آتا ہے۔ اوپر سے آیت کا ترجمہ دیکھکر اچھی طرح سمجھ لو۔ اور دوسری آیت۔ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ الخ کا یہود اور نصاریٰ کی شان میں ہونا لفظ احبار اور رہبان سے ہی ظاہر ہے اسواسطے کہ یہود و نصاریٰ ہی کے عالموں کو احبار اور درولیشوں کو رہبان کہتے ہیں۔ چنانچہ اصحاب تفاسیر معتبرہ امام بغوی وغیرہ تفسیر آیۂ مذکورہ میں اُس حدیث ترمذی کو جو مختصر آپ نے بیان کی پوری حدیث اسطرح نقل فرماتے ہیں۔

عن عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی عنقی صلیب من ذہب فقال لی یا عدی اطرح ھذا الوثن من عنقک فطرحتہ فلما انتھیت الیہ وھو یقرء اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ الخ حتی فرغ منھا قال فقلت لہ انا لسنا نعبدھم قال الیس یحرمون ما احل اللہ فتحرمونہ ویحلون ما حرم اللہ فتستحلونہ قال فقلت بلی قال فتلک عبادتھم یعنی حضرت عدی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ سونے کی صلیب گلے میں ڈالے ہوئے میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا۔ آپنے فرمایا کہ اے عدی اس بت کو اپنے گلے سے اُتار ڈال۔ میں نے اُتار ڈالا اور آپ کے پاس پہونچگیا تو آپ یہ آیت پڑھ رہے تھے اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ الخ جب آپ پڑھ چکے تو میں نے عرض کیا ہم تو انکو نہیں پوجتے تھے۔ آپنے فرمایا کیا وہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام اور حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال نہیں کر دیتے تھے اور تم سب اس امر میں انکی پیروی نہیں کیا کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا کیوں نہیں یہ بات تو ضرور تھی۔ آپنے فرمایا بس یہی معنے ہیں انکی عبادت کرنے کے جو آیت میں مذکور ہے۔ اب فرمایئے مقلدوں میں ایسا کون ہے کہ جس نے کسی ایسے کی تقلید کی ہو جو اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام اور حرام کی ہوئی چیز کو حلال کردے مقلد تو ایسے شخص کو کافر جانتے ہیں۔ نعوذ باللہ۔ کیا ان اماموں کے ساتھ آپکا ایسا خیال ہے؟۔ اور آیت تیسری کے معانی سے تو صراحۃً ظاہر ہی ہے کہ مشرکین کی شان میں ہے۔ چنانچہ امام محی السنۃ بغوی تفسیر معالم میں اور نیز دیگر مفسرین اس آیت کے آگے تحریر فرماتے ہیں "یعنی کفار مکۃ" ۔ یعنی آیت مذکور میں مراد کفار مکہ ہیں۔ اور آیت کریمہ اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَکَانُوْا شِیَعاً لَّسْتَ مِنْھُمْ فِیْ شَیْءٍ بھی جسکو مصنف ظفر الفجار نے اپنی کتاب میں نقل کرکے لکھا ہے کہ مصداق اس آیت کے یہی چاروں مذہب والے حنفی شافعی مالکی حنبلی ہیں۔ شان میں یہود و نصاریٰ ہی کے ہے۔ چنانچہ تفسیر معالم میں بروایت مجاہد اور قتادہ اور سدی مفسرین معتبرین وَکَانُوْا شِیَعاً کے آگے لکھا ہے ای صاروا فرقاً مختلفۃ وھم الیھود والنصاریٰ فی قول مجاھد وقتادۃ والسدی یعنی تینوں مفسر فرماتے ہیں کہ یہ جو اللہ اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے کہ تحقیق وہ لوگ جنھوں نے فرقہ فرقہ اپنے دین کو کر ڈالا اور متفرق ہو گئے تم کو ان سے لڑنے کی کچھ ضرورت نہیں ان سے مراد آیت میں یہود اور نصاریٰ ہیں۔ اور اسکے بعد فرماتے ہیں

کہ یہ آیت معاملہ قتال میں آیت قتال کے ساتھ منسوخ ہے۔ چنانچہ آیۂ مذکور کے ساتھ اگلی پچھلی آیتونکو
ملا کر دیکھنے سے بھی یہی امر ظاہر ہے کہ آیۂ مذکور یہود و نصاریٰ اور مشرکین ہی کی شان میں ہے۔
علیٰ ہذا آیت پانچویں۔ وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ
اَلْفَیْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ کَانَ اٰبَآؤُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَھْتَدُوْنَ۵ بھی یہود اور
مشرکین ہی کی شان میں ہے چنانچہ ترجمہ آیت مذکور سے یہی ظاہر ہے (یعنی جب کہا جاتا ہے
اُن سے کہ اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کی پیروی کرو تو کہدیتے ہیں کہ ہم تو جسپر اپنے باپ دادونکو
پایا اُسی کی پیروی کرینگے۔ گو اُنکے باپ دادا کیسے ہی گمراہ اور بے سمجھ ہوں) اور مفسرین معتبرین
امام محی السنۃ بغوی و امام رازی علیہ الرحمۃ وغیرہ بھی یہی تحریر فرماتے ہیں۔ اب رہی وہ آیت چھٹی
جسکو زور شور سے آپ نے آخر میں پیش کیا ہے۔ وہ آیت بھی یہود اور مشرکین ہی کی شان میں نازل
ہوئی ہے۔ چنانچہ آیۂ کریمہ اِنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا کی پہلی پچھلی آیتوں کو ملا کر دیکھو تو یہی
امر ظاہر ہے۔ اس سے اول کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد
فرماتا ہے کہ اے ہمارے حبیب مت پیروی کر تم انکی جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور
آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور وہ غیروں کو اپنے رب کے ساتھ برابر کرتے ہیں۔ اُن سے کہدو
کہ آؤ جو اللہ نے حرام کیا ہے وہ میں تمکو پڑھ سناؤں۔ اُسکے ساتھ کسیکو ساجھی مت بناؤ۔
اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔ اور خوف تنگدستی سے اپنی اولاد کو مت مار ڈالو ہم تمکو
اور انکو رزق دینگے۔ اور فحش بات خواہ ظاہر ہو یا باطن اُسکے قریب نہ جاؤ۔ اور ناحق کسیکو
مت قتل کرو۔ یہ تمکو اللہ وصیت کرتا ہے تو کہ تم سمجھو۔ اور یتیموں کے مال کے قریب نہ جاؤ۔ مگر
نیک طریق سے یعنے جس طریق سے یتیموں کی بہتری منظور ہو۔ یہانتک کہ وہ بالغ ہو جائیں
اور انصاف کے ساتھ ناپ تول پوری کرو۔ اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر بقدر اُسکی طاقت کے
اور جب بات کہو انصاف سے کہو گو اپنا نزدیکی ہی کیوں نہ ہو۔ اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ یہ تمکو
اللہ وصیت کرتا ہے تو کہ تم نصیحت پکڑو۔ اِنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ۔ بیشک یہی ہے
میرا راستہ سیدھا پس تم اسکی پیروی کرو۔ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ اور مت پیروی
کرو تم اور راستوں کی اسواسطے کہ وہ راستے تمکو میرے سیدھے راستے سے تفرقہ میں ڈال دینگے

چنانچہ مفسرین معتبرین علامہ ابوسعود امام محی السنۃ بغوی امام فخر الدین رازی وغیرہ بھی شان نزول ان آیتوں میں یہی تحریر فرماتے ہیں کہ جب مشرکوں بت پرستوں نے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ اچھا وہ کیا باتیں ہیں جو اللہ نے ہمپر حرام کی ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ الخ یعنے کہدو اے ہمارے حبیب کہ آؤ جو اللہ نے حرام کیا ہے میں تمکو پڑھ کر سناؤں۔ پھر یہ سارا مضمون مذکورہ بالا بیان فرماکر آخر میں ان سب آیات کے فرمادیا ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ یعنے ان سب امور کی اللہ نے تمکو وصیت کی ہے تاکہ تم متقی اور پرہیز گار بنجاؤ۔ اور آخر میں ان سب آیتوں کے یہ حدیث نقل فرماتے ہیں عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ خط خطاً ثم قال ھذا سبیل الرشد و فی المعالم ھذا سبیل اللہ ثم خط عن یمینہ و عن شمالہ خطوطاً ثم قال ھذہ سبل علی کل سبیل منھا شیطان یدعو الیہ ثم تلی ھذہ الآیۃ۔ اور بعد اس حدیث کے تفسیر کبیر میں ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ھذہ الآیات محکمات لم ینسخھن شیئ من جمیع الکتب من عمل بھن دخل الجنۃ و من ترکھن دخل النار۔ یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپنے ایک خط کھینچا۔ پھر فرمایا کہ یہ راستہ ہدایت کا ہے۔ اور معالم کی روایت میں ہے کہ یہ راستہ اللہ کا ہے۔ پھر اسکے دہنے بائیں بہت سے خط کھینچکر فرمایا کہ یہ جو بہت سے راستے ہیں ان سب پر شیطان ہے کہ اپنی طرف بلاتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ یہ وہ آیتیں محکم ہیں جو کسی کتاب سے منسوخ نہیں کی گئیں۔ جس نے انپر عمل کیا وہ جنتی ہے اور جس نے انکو چھوڑا وہ جہنمی ہے۔

اب آپ کو ان ساری آیتوں اور حدیثوں کے مضمون سے اگر ذرا بھی آپ کے مزاج میں انصاف ہوگا معلوم ہوگیا ہوگا کہ آیت مذکور میں صراط مستقیم سے وہی راستہ مراد ہے جس میں نو باتیں مذکورہ آیات پائی جاتی ہوں اور جو راستے ایسے ہیں جنمیں ان نو باتوں میں سے ایک بات میں بھی نقصان ہو وہی شیطانی راستے ہیں۔ چنانچہ یہود و نصاریٰ میں جو لوگ اپنے اُس عہد پر جو انکے پیغمبروں نے بموجب حکم توریت اور انجیل کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانیکا اور علاوہ بریں باعتبار حلت و حرمت بعض اشیا جن جن امور کا ان سے عہد لیا تھا اور وہ

آخر تک اسپر قایم رہے جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہ علماء یہود اور نصاری اور اُنکے پیرو تھے وہی لوگ پیرو صراطِ مستقیم کہلائے گئے۔ اور جنھوں نے اُس عہد کو توڑ دیا توریت اور انجیل میں بغرض اپنی عزت وجاہ کے تحریف کرنے لگے اور انکے پیرو مصداق اَلَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا اور آیہ کریمہ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ کے بن گئے اُنہی کی شان میں یہ آیتیں نازل فرمائی گئیں۔ علیٰ ہذا اس اُمت کے وہ مولوی۔ مشائخ اور اُنکے پیرو جس میں یہ صفت پائی جائے جیسے علمائے نیچری اور آپکے علماء جو قرآن اور حدیث تو درکنار اشعار میں بھی تحریف کریں۔ اور خدا تو قرآن مجید میں فرماوے وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا ط وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا۔ یعنے خدا سے زیادہ کون سچ بولنے والا ہے اور سچی بات کہنے والا۔ اور یہ کہیں کہ خدا بھی جھوٹ بول سکتا ہے گو کبھی بولے نہیں۔ اور اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ بغیر زائل ہونے صفت صدق کے امکانِ کذب محال ہے اور مرزائیہ مشائخ اور مولوی جو مخالف جمہور معانی قرآن میں تصرف کریں۔ احادیث میں تحریف کریں وہ بھی اِن آیتوں کے مصداق بن سکتے ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ یوں کہدیا جائے کہ یہ آیتیں اسی اُمت کے ایسے مولویوں مشائخوں اور اُنکے پیروؤں کی ہی شان میں نازل ہوئی ہیں پھر یہ تو ہر مسلمان سے بہت ہی بعید ہے کہ ہر اچھے بُرے۔ متقی۔ عالم۔ شیخ۔ مجتہد۔ فقیہوں کی تقلید کی ہی نسبت مطلقًا اِن آیتوں کا لکھنا پڑھنا شروع کردے۔ جیسا کہ مصنف قاتل الفجار وغیرہ اکثر وہابیوں نے اپنے رسالوں میں کیا ہے۔ بھائی اچھوں کی پیروی کو خود اللہ جلشانہٗ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔ دیکھو سورۂ لقمان میں ہے وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ۔ یعنے پیروی کرو اُن لوگوں کی جو میری طرف رجوع کرتے ہیں اگرچہ شان نزول اس آیت کا خاص ہے۔ اطاعت اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں یا اطاعت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں۔ مگر حکم عام ہے۔ اور سورۂ شعراء کے آخر کورع میں تو مرحمۃ اللہ جلشانہ مطلقًا اُن لوگوں کے واسطے جو متقیوں کے امام اور پیشوا بننے کی اور متقیوں کی پیروی کرنے کی دعا کرنے والے ہیں جنت کا وعدہ فرماتا ہے۔ حیث قال تبارک وتعالیٰ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ہ اُولٰٓئِکَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَیُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً وَّسَلٰمًا ہ اور صاحب معالم اسکی تفسیر میں تحریر

فرماتے ہیں نقتدی بالمتقین ویقتدی بنا المتقون (خلاصہ ترجمہ بموجب تفسیر معالم) یعنے جو متقیوں کے پیرو رہنے کی اور پھر متقیوں کے پیشوا بننے کی دعا کرتے ہیں انکو تعظیم تکریم کے ساتھ جنت عطا کی جائے گی۔ اور اس سے بھی زیادہ دوسری جگہ یہ ارشاد ہوتا ہے کہ سب کو فقاہت یعنے قوت اجتہاد حاصل کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ تم میں سے جو لوگ فقاہت حاصل کرلیں دوسروں کو انکی پیروی لازم ہے۔ چنانچہ اس آیۂ کریمہ سے یہ امر ظاہر ہے وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (یعنے ”کیے سب مسلمان تو باہر جانے سے رہے پھر ہر گروہ سے تھوڑے سے آدمی کیوں نہیں نکلتے کہ دین میں سمجھ یعنے قوت اجتہاد حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈرائیں کہ وہ مخالفت حکم خدا سے بچیں“) اور اچھے لوگوں ایمانداروں کی تقلید اور پیروی چھوڑنیوالوں کی شان میں ارشاد فرماتا ہے وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا۔ (یعنے جو شخص مخالفت کرے رسول کی بعد ظاہر ہونے ہدایت کے اور پیروی اور تقلید کرے وہ مومنوں کے راستہ کے سوا دوسرے راستہ کی۔ پھیر دینگے ہم اُسکو اُسیطرف جدہر وہ پھرا تھا۔ اور پہونچا دینگے ہم اُسکو جہنم میں اور برا ہے ٹھکانا)۔ شان نزول اس آیت کا بھی اگرچہ قصہ الطعمۃ بن ابیرق ہے مگر حکم عام ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مؤمنین سے مراد آیۂ کریمہ میں یہی جماعت مقلدین مذاہب اربعہ کی بتقلید شخصی ہے جو مصداق ہے سوادِ اعظم اور جماعت کثیر کی کہ جس جماعت کا اور جسکے پیرووں کا اتباع شیطان سے بچا رہنا نص صریح کلام اللہ سے ثابت ہے اور اُسکے جمیع مخالفین کا بوجہ ہونے اُن فرقوں کے تنہا تنہا مصداق قلت بلکہ بوجہ ہونے سب فرقوں کے بھی بمقابلہ سواد اعظم مقلدین کے قلیل اُن سبکا متبع شیطان ہونا قرآن سے ظاہر ہے۔ دیکھو پارہ ”والمحصنات“ میں خاص ذکر امت مرحومہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم میں ہے وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا۔ (یعنے اے امت مرحومہ اگر تمپر اللہ کا فضل نہ ہوتا اور رحمت۔ تو تم بھی سب شیطان کے پیرو ہوجاتے مگر تھوڑے)۔ جسکا ماحصل یہ ہوا کہ اللہ کے فضل و رحمت سے تم سب تو شیطان کے اتباع سے بچگئے

مگر تھوڑے تم میں سے پیرو شیطان کے ہوں گے۔ یعنے جسطرح اور پیغمبروں کی امت کی نسبت قرآن مجید میں بہت جگہ آیا ہے کہ تھوڑی ہی ہدایت پاتے ہیں۔ شکر گذار تھوڑے ہی ہوتے ہیں چنانچہ آل داؤد علیہ السلام کی شان میں فرمایا وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ۔ اور پھر دوسری جگہ داؤد علیہ السلام سے حکایۃً یوں ارشاد فرمایا وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَیَبْغِیْ بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِیْلٌ مَّا ھُمْ۔ اور نوح علیہ السلام کی شان میں ارشاد فرمایا وَمَا اٰمَنَ مَعَہٗ اِلَّا قَلِیْلٌ۔ سارے قرآن میں امت مرحومہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہیں بھی یہ نہ فرمایا کہ تم بھی تھوڑے ہی رہجاؤ گے۔ رہا یہ امر کہ بہ نسبت زیادہ رہنے اور ہونے کفار کے جو کہیں ذکر آیا ہے وہ ہمکو مضر نہیں اسواسطے کہ ہمارا کلام تو انمیں ہے جو مسلمانوں میں سے ہدایت پر رہیں اور جو گمراہ ہو جاویں۔ بلکہ علاوہ آیت مذکورہ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا کے فرمایا تو اس سے بھی زیادہ اس امت کی نسبت یہ فرمایا کہ ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَثُلَّۃٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ اسکی تفسیر میں امام محی السنۃ بغوی رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں قال النبی صلی اللہ علیہ واٰلہ وصحبہ وسلم من اٰدم الینا ثلثۃ ومنّی الی یوم القیمۃ ثلۃ۔ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَثُلَّۃٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ کے یہ معنے ہیں کہ آدم علیہ السلام سے لیکر مجھ تک مع سارے پیغمبروں کے اہل جنّت کی ایک جماعت بے شمار ہوگی۔ اور مجھ سے قیامت تک میرے اُمتیوں کی ایک جماعت بے شمار ہوگی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ آدھی جنّت میں تمام پیغمبر مع اپنے اُمتیوں کے ہوں گے اور آدھی جنت میں میں ہوں گا مع اپنے سارے امتیوں کے۔ چنانچہ خاص اس مضمون کی کئی احادیث صاحب معالم تحریر فرماتے ہیں۔ یہ معنی تو اُس تقدیر پر ہیں جب اس سے پہلے آیت ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ کے یہ معنے کئے جاویں کہ اُن لوگوں کی جو نیکیوں میں سبقت کرتے ہیں پہلے اُمتیوں میں سے ایک جماعت بے شمار ہوگی اور پچھلے لوگوں میں یعنے آپ کے اُمتیوں میں سے ایسے لوگ کم ہوں گے تاکہ یہ دوسری آیت بموجب حدیث مرویہ معالم التنزیل وغیرہ تفاسیر معتبر بہ برکت گریہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بفضل خداوند کریم ناسخ حکم آیۃ اول ہو جاوے ورنہ بموجب قول اکثر مفسرین معتبرین مجاہد وعطا بن ابی رباح وضحاک وغیرہ تو دونوں آیتوں میں

دونوں جماعت امت محمدی کی مراد ہیں چنانچہ معالم میں ہے وَمُجَاهِد وَعَطَاء ابن ابی رباح وَالضحاكُ قَالُوا ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ مَن سَابِقِي هٰذِهِ الامة وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ مَن هٰذِهِ الامة في آخر الزمان یعنے یہ تمام مفسر معتبر جو اجلہ تابعین سے ہیں فرماتے ہیں کہ معنی آیت اولی کے یہ ہیں کہ جو لوگ نیکیوں میں سبقت کرنیوالے ہیں انکی ایک جماعت بے شمار ہوگی اس امت کے پہلے لوگوں میں سے اور نسبت انکی اس امت کے آخر زمانہ کے لوگوں میں سے ایسے لوگ کم ہوں گے ورنہ اس امت کے مطلقاً نیکو کاروں کی شان میں تو یوں ارشاد ہوتا ہے کہ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ یعنے اس امت کے پہلے نیکوکاروں کی جماعت بھی بے شمار ہوگی اور پچھلے نیکوکاروں کی بھی جو اصحاب یمین کہلائے جاوینگے۔ اور حوریں باکرہ اور تمام بہشت کے عیش و آرام انکے واسطے ہیں جماعت بے گنتی اور بے شمار ہوگی۔ اور حدیثیں اس مضمون کی کہ جب تم میں اختلاف ہو تو بڑی جماعت کی پیروی کرنا۔ کیونکہ جو بڑی جماعت سے نکلا۔ جہنم میں پھینکا گیا بہت سی ہیں۔ چنانچہ قریب چالیس کے تو اس مضمون کی حدیثیں بخاری و مسلم وغیرہ کتب معتبرہ حدیث سے بغرض اختصار ہیں نے اپنے رسالہ مختصر المیزان لکلام السبحان میں نقل کی ہیں جسکا جی چاہے دیکھ لے اور آیۃ مذکورہ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ سے تو یہ مضمون خوب ظاہر ہو ہی چکا۔ اب فرمایئے وہ جماعت مقلدین کی جسکا نام محمدی جماعتوں اور فرقوں میں بڑی محمدی جماعت ہونا ہر چھوٹے بڑے پر ظاہر ہے کیونکر گمراہ ہو سکتی ہے اور اسکی تقلید کیونکر بدعت بن سکتی ہے۔ لامحالہ اس جماعت کا اور اس جماعت کے پیروؤں کا گمراہ کہنے والا بلا شبہ وہی ہو سکتا ہے جو قرآن و حدیث کی پیروی سے بے خبر۔ گمراہ۔ سراپا شر۔ مصداق آیہ کریمہ مذکورہ بالا وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ ہے۔

محمدی۔ جناب من! آپ کی اس تقریر سے تو ہمارا مدعا ثابت ہو گیا۔ آپنے ابتدا تقریر میں فرمایا کہ میں سب کا مقلد ہوں۔ بس یہی ہمارا مدعا ہے کہ کسی ایک مجتہد خاص کے جمیع امور میں تقلید نہ کیجائے۔ ایسی تقلید کو ہم حرام کہتے ہیں۔ اس تقلید کو ہم حرام نہیں کہتے کہ کہ جس امام کے قول کو خواہ وہ مجتہد ہو یا محدث موافق قرآن و حدیث قوی پایا اسکی اُسمیں تقلید کرے اور جس قول کو مخالف قرآن و حدیث پایا فوراً اس میں اُسکی تقلید چھوڑ دے۔ چنانچہ مولانا اسمٰعیل کے قول کے موافق اس بات کو آپنے بھی تسلیم کر لیا ہے اور فرما دیا کہ میں سب کا مقلد ہوں اسواسطے

کہ بصورت تقلید شخصی تو یہ کہنا کہ میں سب کا مقلد ہوں ایسا ہے جسطرح کوئی کہے کہ میں فقط ایک ہی حاکم کا تابعدار ہوں۔ اور پھر کہے کہ میں تو تمام حاکموں کا تابعدار ہوں۔ اور دلیلیں جو آپنے بیان کیں اُن سے صراحۃً یہ ثابت ہوتا ہے کہ حنفی شافعی وغیرہ مقلدین بہ تقلید شخصی ہی جنتی ہوں گے۔ اسواسطے کہ تمام محمدیوں میں سے بڑی جماعت کے یہی مصداق ہیں اور محمدی بڑی جماعت کا ہی تمام محمدی فرقوں میں سے شیطان کے اتباع سے بچا رہنا قرآن سے ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ زمانہ صحابہ کرام سے سنہ ۲۰۰ھ دوسو تک کوئی مقلد بہ تقلید شخصی نہ تھا۔ چنانچہ مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ رسالہ انصاف میں تحریر فرماتے ہیں۔

وبعد المائتين ظهر فيهم التمذهب للمجتهدين باعيانهم وقل من كان لايعتمد على مذهب مجتهد بعينه یعنے بعد سنہ ۲۰۰ھ کے اہل اسلام میں تقلید مجتہد معین کی اسدرجہ ظہور پذیر ہوئی کہ بہت ہی کم لوگ تھے جو اپنے مجتہد معین کے قول پر اعتماد نہ رکھتے ہوں لہذا بموجب آپکے اس قول کے اگر بڑی جماعت کے مصداق یہی مقلدین ہیں جنکا ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسو برس بعد ہوا تو ہم لوگ اور صحابہ کرام سے سنہ ۲۰۰ھ تک کے لوگ اور خود وہ امام جنکی تقلید تم ثابت کر رہے ہو اور تم خود بموجب اپنے پہلے قول کے کہ میں سب کا مقلد ہوں اتباع شیطان سے نہ بچے نعوذ باللہ من ذالک۔ اور اگر بڑی جماعت کے مصداق وہ لوگ ہیں جو سنہ ۲۰۰ھ تک تھے اور بعدہٗ اس قسم کے کم رہ گئے اور ابتک کم ہی رہتے چلے آتے ہیں جیسے ہمارا گروہ تو بالضرور مقلدین متبع شیطان رہے اور آپ کی ہی دلیل سے ہمارا مدعا ثابت ہوگیا۔ رہے نیچری۔ مرزائی۔ قائلین امکان کذب۔ انکو ہم بھی گمراہ سمجھتے ہیں۔ ہاں۔ قائلین امکان کذب باری کو آپ شاید گمراہ نہ سمجھتے ہوں۔ کیونکہ یہ مسئلہ تو علما حنفی مقلدین گنگوہ و دیوبند ہی سے شہرت پایا ہے بلکہ وہ تو اتنے بڑے حنفی مقلد ہیں کہ مخالف حدیث فقط باتباع کتب فقہ کو آتک کھا رہے ہیں۔

مقلد۔ مولانا اللہ کا شکر ہے کہ آپنے میری دلیلوں کو تو تسلیم کر لیا مگر جو مدعا دلائل مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے اُسکو آپ قطعاً نہ سمجھے حضرت میں نے جو دلائل بیان کئے اُن سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ بڑی جماعت امت مرحومہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع شیطان سے بچی رہیگی۔ اکثر لوگ اس امت کے ہمیشہ ہدایت پر رہیں گے گو قلیل گمراہ ہو جاویں لہذا سنہ ۲۰۰ھ تک جب تک اجماع امت

مرحومہ تقلید شخصی ایک مجتہد معین پر نہوا تھا اور سب لوگ بوجہ قرب زمانہ نبوت اور پائے جانے شروط اجتہاد کے بہت سوں میں اپنی تحقیق پر عمل کرتے تھے۔ یا بلا قید مجتہد معین کے جس مسئلہ کو جس مجتہد سے چاہتے تھے پوچھکر عمل کر لیتے تھے اُسوقت تک بوجہ متفق ہونے جماعت اہل اسلام کے اس امر پر یہی امر حق تھا اور اسی میں اتباع سواد اعظم اور پیروی طریقہ مومنین کی تھی اور اُسوقت اگر کوئی جماعت قلیل اسکی مخالفت کرتی بے شک مصداق مَن شذ شذ فی النار اور آیہ کریمہ وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی کی بنجاتی۔ اور جب اجماع سواد اعظم وجوب تقلید شخصی یعنے تقلید ایک مجتہد معین پر ان چاروں اماموں سے قرار پا گیا اُسیوقت بموجب آیہ کریمہ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ معلوم ہو گیا کہ اب اسی طریق پر شیطان کی پیروی سے بچنا ممکن ہے اور اسکی مخالفت بوجہ مخالفت سواد اعظم مومنین سراسر پیروی شیطان کی ہے اور بموجب حدیث شریف مرویہ ابن ماجہ شریف لا تجتمع امتی علی الضلالۃ فاذا رأیتم اختلافا فعلیکم بالسواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار کہ جسکے ہم معنی بہت سی حدیثیں طرق مختلف اور اسانید معتبر سے کتب صحاح ستہ وغیرہ میں منقول ہیں جنیں سے چالیس احادیث کے قریب تو ہم نے اپنے رسالہ مختصر المیزان ہی میں نقل کی ہیں۔ اگر چاہو رسالہ مذکور کو دیکھ لو یہ موجود ہے۔ لو اب تو آپ پر بھی اگر انصاف دل میں ہے خوب ظاہر ہو گیا ہو گا کہ دو سو برس کے بعد سے ابتک اسی تقلید شخصی کا اتباع لازم ہے بوجہ اتفاق سواد اعظم مومنین کے وجوب پر اسی تقلید شخصی کے اور جس نے اسکی مخالفت کی دوزخ میں پھینکا گیا چنانچہ ابوطالب مکی قوت القلوب میں بعد بیان اس امر کے کہ یہ نسخے کتب حدیث وفقہ کے مع اتفاق امت مرحومہ کے تقلید شخصی پر بعد سنہ ۲۰۰ کے ظاہر ہوئے۔ یہ عبارت بھی نقل فرماتے ہیں وکان ھذا ھو الواجب فی ذالک الزمان یعنی ایک مجتہد کی تحقیق پر اعتماد کرنا اس زمانہ میں واجب سمجھا جاتا تھا اور ایک مجتہد کی تقلید اختیار کرنیکے بعد دوسرے مجتہد کے دو چار ہی اُن قولوں پر جو اپنے مجتہدوں کے مخالف ہوں عمل کرنیکو سخت معیوب سمجھتے تھے۔ چنانچہ بستان المحدثین میں مولانا شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔ نوشتہ اند کہ یحیی بن یحیی در ہر مسئلہ اتباع اجتہاد امام مالک لازم گرفتہ بود مگر در چہار مسئلہ کہ مذہب ابن سعد مصری اختیار میکرد و مردم آں دیار بسبب کمال اعتقاد امام مالک درین

مخالفت قلیلہ ہم بر وگرفت نے کردند وانکار مینمودند" - اور ظاہر ہے کہ اہل علم کی گرفت اہل علم ہی کرتے ہیں - اب رہا یہ امر کہ سنہ ۲ تک اتفاق امت مرحومہ اُس طریق پر اور سنہ کے بعد سے ابتک اس طریق پر کیوں ہوا - اسکے بیان کی ہمکو ضرورت نہیں - جب کوئی ہم سے پوچھے کہ نماز کے ہونے کی کیا دلیل ہے تو ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ آیۂ کریمہ أَقِيمُوا الصَّلٰوةَ اور اگر کوئی پوچھے کہ اللہ نے اسکو فرض کیوں کیا تو ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ اسکی واقعی وجہ اللہ ہی خوب جانتا ہے گو مختلف وجوہ علمانے بھی اپنی رائے سے بیان کی ہیں - اگر رسالہ انصاف فی بیان سبب الاختلاف کو خود ملاحظہ کرکے آپنے عبارت مذکورہ انصاف پیش کی ہوگی تو اسکی وجہ بھی جو علمانے بیان کی ہے آپ پر خوب ظاہر ہوگئی ہوگی - مگر خیر - کچھ ہم بھی آپ کے اطمینان کے لئے بیان کئے دیتے ہیں کہ قرآن مجید سے اتنی بات ضرور ثابت ہوتی ہے کہ جس کسی امر میں قرآن مجید کے مضامین سے باہم اختلاف معلوم ہو یا کسی اور امر میں جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ہو یا صحابۂ کرام سے اُسکو اپنی سمجھ کے موافق باہم مخالف سمجھ لینا اور شہرت دیدینا منافقوں کی نشانی ہے لہٰذا بموجب نص صریح کلام اللہ جو کوئی اس قسم کا مضمون بظاہر مختلف معلوم ہو اُسکا تحقیق کرنا زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یا اُن علمارسے جو قوت استنباط کی رکھتے تھے وہ جبتک اس قسم کے علما پائے جاتے ہیں فرض تھا اور ہمیشہ فرض ہے اور یہ بھی قرآن ہی سے ثابت ہے کہ ہر ایک عالم میں قوت اجتہاد اور استنباط کی نہیں ہوتی - چنانچہ پارہ والمحصنات کے آٹھویں رکوع میں ان سب باتوں کو خداوند کریم منافقوں کی نشان میں اسطرح ارشاد فرماتا ہے - أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ یعنے کیا یہ منافق قرآن کو نہیں سمجھتے اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کے پاس سے آتا تو بے شک اُس میں بہت اختلاف پاتے اسیواسطے جب کوئی بات امن کی یا خوف کی اُنکے پاس آتی ہے تو اسکو پھیلا دیتے ہیں اور اگر امن میں رسول کی یا علمار دین کیطرف رجوع کرتے تو البتہ اُن سب عالموں میں سے وہ عالم جو قرآن وحدیث سے قوت استنباط اور اجتہاد کی یعنے اُن مسائل کے نکالنے کی رکھتے ہیں جو ہر عالم میں نہیں ہوتی - اُس ظاہری اختلاف کی حقیقت جان لیتے - اسیواسطے بموجب آیۂ کریمہ مذکور جبتک

اس قسم کے سارے مسائل کسی ایک مجتہد نے ایک جگہ جمع نہیں کئے تھے جس مجتہد سے چاہتے تھے دریافت کرکے اسپر عمل کرلیتے تھے۔ اور جب اس قسم کے سارے مسائل مجتہدوں نے باب باب اور فصل فصل کرکے جمع کردیئے اور پھر بوجہ بُعد زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بعض لوگوں کو دیکھا گیا کہ بغیر حاصل ہونے قوتِ اجتہاد مطلق دعویٰ اجتہاد کرکے مخالف سلف فتویٰ دینے لگے اور اسوجہ سے بہت سے باطل مذہب پھیل گئے جسطرح غیر مقلدوں میں سے جب سے ترکِ تقلید کا شہرہ ہوا ہے مثل نیچری۔ مرزائی۔ نذیریہ۔ عبدالوہابیہ۔ اشاعۃ القرآن وغیرہ بہت سے گمراہ فرقے اب تھوڑی ہی مدت سے پھیل گئے۔ اور پھر بعض لوگوں کو دیکھا گیا کہ باوجودیکہ ایک مجتہد کو صرف وجہ سے علم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جاننے والوں میں سب سے افضل اور اعلیٰ سمجھتے ہیں اور باوجود یہ بعض اوقات انکے کسی مسئلہ کو مخالف اپنی خواہش نفسانی کے سمجھکر دوسرے مجتہد سے جنکا قول اس قسم کے مسائل میں انکے مخالف ہے پوچھکر عمل کرلیتے ہیں اور گمراہ فرقوں میں جا ملتے ہیں۔ بغرض بند کرنے دروازہ اس قسم کے احتمالات کے جو بموجب ظاہر حال اکثر آدمیوں کے ظہور میں آتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے رفتہ رفتہ سب امت کو اس امر پر مجتمع کردیا کہ جس مجتہد کو جو کوئی شخص اپنی سمجھ کے موافق معتبر سمجھکر اسکی تقلید کرلے اب اُسکی مخالفت کرنا گویا آیہ کریمہ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ الخ کی مخالفت کرنا ہے۔ بوجہ بنجانے بعض ناکسوں اور بدعتیوں کے داعی اجتہاد اور بوجہ چھوڑنے بعض شخصوں کے تقلید مجتہد اول کو محض بغرض خواہش نفس اور ترک کرنے احتیاط اور ڈھونڈھنے رخصت کے موقعوں کے اور بن جانے اور ہو جانے اُس شخص کے بعینہٖ مثل اُس بیوقوف کے جو کامل اُستادوں کی بنائی ہوئی عمارت مثل تاج گنج آگرہ اور جامع مسجد دہلی کے بعض درودیوار کو خود کاریگری کا مدعی بنکر یا کسی دوسرے نکمے معمار کے بہکانے سے اُسکی نکمی بودی عمارت کے ظاہر حال کو اپنی حالت یا اپنی سمجھ کے موافق اُس سے بہتر جانکر کھودنا شروع کردے اور یہ بالکل نہ جانے کہ اس عمارت میں ایسے ہی درودیوار موزون ہوتے ہیں اور جن کاریگروں نے انکو بنایا ہے وہ ایک اُستاد کامل تھے اور پھر اس سے ایسے بن سکیں نہ ویسے۔ ہاں البتہ اگر کوئی شخص فی الواقع مرتبہ اجتہاد کو کل مسائل یا بعض مسائل میں پہنچ جاوے اور بموجب شرائط اجتہاد اُسکے نزدیک کوئی حدیث مرتبہ صحت کو پہونچ جاوے بے شک وہ شخص بموجب قول امام اذا صح الحدیث فھو مذھبی یعنے جب حدیث بموجب شرائط اجتہاد مرتبہ صحت کو

پہونچ جاوے اُسپر عمل کرنا میرا مذہب ہے۔ اور اترکوا قولی بخبر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم
یعنے میرے قول کو حدیث کے مقابلہ میں چھوڑ دو۔ بموجب قول جمہور سلف وخلف اس حدیث پر
ضرور عمل کرے اور مخالف حدیث بلاشبہ اسکو تقلید کرنا اس مسئلہ خاص میں حرام ہے۔ اسیواسطے مولانا
شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ عقد الجید مطبوعہ مطبع محمدی لاہور کے صفحہ ۳۰ میں انہیں چاروں مذہبوں
میں سے ایک مذہب کی تقلید اس زمانہ میں ضروری ہونیکے دلائل بیان کرکے ابتداء صفحہ ۴۰ سے
آخر صفحہ ۴۱ تک ابن حزم کا وہ قول جو بالکل ان دلائل کے مخالف ہے نقل کرتے ہیں اور اُس
قول کی ان دلائل کے ساتھ اسطرح موافقت بیان فرماتے ہیں وانما یتم ذالك فیمن
له ضرب من الاجتهاد ولو فی مسئلة واحدة وفیمن ظهر علیه ظهوراً بیّناً ان النبی
صلی الله علیه وسلم امر هكذا ونهی عن هذا یعنے یہ قول ابن حزم کا اس شخص کی شان میں
پورا ہوسکتا ہے جسکو ایک قسم کی قوت اجتہاد کی حاصل ہو۔ اگرچہ ایک ہی مسئلہ میں بھی۔ اسکو اُسی ایک
مسئلہ میں ترکِ تقلید جائز ہے۔ علیٰ ہذا اُس شخص کی شان میں ہے کہ جسپر خوب یقینی طور سے ظاہر
ہوجاوے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسبات سے منع فرمایا ہے۔ اسبات کا حکم دیا ہے۔
خواہ بطور کشف وشہود کے یا بوجہ قرب زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ انتہیٰ۔ نہ کہ ہر عام و
خاص کی شان میں کہ جو حدیث کے حدیث ہونے اور قوی اور ضعیف اور صحیح اور حسن ہونے میں بھی انہی
محدثوں کا مقلد ہو جو خود ان مجتہدوں کے مقلد تھے۔ چنانچہ ہم بیان کرچکے ہیں اور جنکے بڑے بڑے
اُستاد اپنے ضعف علم کے ان مجتہدوں کے مقابل میں قائل تھے۔ چنانچہ خیرات الحسان میں امام
ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ امام المحدثین اعمش کہ ائمہ تابعین میں سے بڑے امام جلیل القدر
تابعی شاگرد حضرت انس رضی اللہ عنہ اُستاد امام بخاری کے ہیں ایک روز امام اعظم رحمۃ اللہ کے چند
مسئلے سنکر پوچھ بیٹھے کہ یہ مسئلے تم کہاں سے کہتے ہو۔ فرمایا اُن حدیثوں سے جو تم سے مجھکو پہونچیں ہیں
اور مع سند ساری حدیثیں لفظ بلفظ پڑھ کر سنادیں۔ اعمش رضی اللہ عنہ ان سب حدیثوں کو سنکر
فرمانے لگے۔ اے جماعت فقہا کی تمنے دونوں مرتبے روایت (یعنے حدیث دانی) اور فقاہت
کے حاصل کرلیے۔ جن حدیثوں کو سو دن میں مینے سنا یا تھا تمنے مع اُسکی فقہ کے ایک ساعت
میں پڑھ سنایا۔ حضرت اسی خیرات الحسان میں ہے کہ آپ کے علم حدیث میں چار ہزار استاد تو

تابعیوں میں سے وہ تابعی ہیں جو امام گنے جاتے تھے۔ اور رسی میں ہے کہ حضرت مسعر بن کدام رحمہ اللہ
واور استاد امام بخاری رحمہ اللہ بوجہ آپ کے مرتبہ بلند اور پایہ عالی کے علم وفقاہت میں آپکے ساتھ
آپ کے گھوڑے کی رکاب پکڑ کے دوڑا کرتے تھے۔ اور نیز خیرات الحسان تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی
تنویر الصحیفہ یوسف بن عبدالہادی الحنبلی وغیرہ معتبر کتابوں میں ہے کہ آپ کے شاگرد علم حدیث جو
آپ سے حدیثیں سنکر روایت کرنیوالے ہیں وہ مثل امام مالک بن انس۔ امام سفیان ثوری۔ امام
لیث بن سعد۔ امام مسعر بن کدام کی کہ یہ دونوں امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد ہیں اور مثل امام زفرؒ امام
عبداللہ بن مبارک جیسے فقہاؤ محدثین اس کثرت سے ہیں کہ اُنکا لکھنا اور ضبط کرنا مشکل ہے
مگر پچھلے محدثوں کے نزدیک اگر لفظ حدیث کے یاد نہ رہیں اس حدیث کو بذریعہ معنی چونکہ روایت
کرنا جائز ہے۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ناجائز۔ اسواسطے بوجہ نہ پائے جانے اُس
شرط کے اپنے درمیان اور نہ یاد رہنے الفاظ حدیث کے مثل شرط امام کے آپ سے روایت کرتے
ہوئے ڈرتے ہیں ورنہ اسکے کیا معنے کہ آپکو تمام محدثین حافظ حدیث جانیں اور پھر آپ سے روایت
نہ کریں۔ علیٰ ہذا القیاس ایسا ہی حال علم وکمال اُن دوسرے مجتہدوں کا تھا۔ اسیوجہ سے حضرت
عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ میزان میں حضرت امام شیخ الاسلام زکریا انصاری قدس سرہٗ سے نقل
فرماتے ہیں کہ ایاکم ان تبادروا الی الانکار علی قول مجتهد او تخطیته الا بعد احاطتكم
بادلة الشريعة كلها ومعرفتكم بجميع لغات العرب التي احتوت عليها الشريعة
ومعرفتكم بمعانيها وطرقها واني لكم ذالك۔ یعنی بچاؤ تم اپنے آپ کو انکار کرنے اور خطا
نکالنے سے کسی مجتہد کے مگر بعد احاطہ کر لینے کے کل دلیلوں پر شریعت کے اور پہچان لینے
تمام اُن عربی لغتوں کے جنکو شریعت حاوی ہے۔ اور بعد پہچان لینے اُنکے تمام معانی اور
طریقوں کے۔ اور یہ بات تمکو کہاں میسر ہے۔ اور علامہ شامی بھی ایسا ہی تحریر فرماتے ہیں۔
اور اسیطرح بہت سے محدثین اور فقہا لکھتے چلے آئے ہیں۔ لہذا مولوی اسمٰعیل صاحب کا بھی
قول ایسے ہی لوگوں کی شان میں ہے جو قوتِ اجتہادیہ رکھتے ہوں ورنہ انکا قول کوئی وحی نہیں ہے۔
کہ خواہ مخواہ مخالف جمہور اہل اسلام اور مخالف اُنہیں کی بزرگوں کے مانا ہی جاوے۔ جنکو یہ نہ مانو
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تو قول مانوگے۔ اشباہ والنظائر میں علامہ شیخ زین العابدین رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں۔
امام قسطلانی اپنے مقدمہ میں اور

ذکر البزازی فی المناقب عن الامام البخاری رحمہ اللہ الرجل لایصیر محدثاً کاملاً الا ان
یکتب اربعاً مع اربع کاربع مع اربع فی اربع عند اربع باربع علی اربع عن اربع لاربع
وھذہ الرباعیات لاتتم الا باربع مع اربع فاذا تمت لہ کلھا ھانت علیہ اربع وابتلی
باربع فاذا صبر اکرمہ اللہ تعالی فی الدنیا باربع واثابہ فی الاخرۃ باربع اما الاولی
فاخبار الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وشرائعہ واخبار الصحابۃ ومقادیرہم والتابعین
واحوالھم وسائر العلماء وتواریخھم مع اربع اسماء رجالھم وکناھم وامکنتھم وازمنتھم
کاربع التحمید مع الخطب والدعاء مع الترسل والتسمیۃ مع السورۃ والتکبیر مع
الصلوۃ مع اربع المسندات والمرسلات والموقوفات والمقطوعات فی اربع
فی صغرہ فی ادراکہ فی شبابہ فی کھولتہ عند اربع عند شغلہ عند فراغہ عند فقرہ
عند غناہ باربع بالجبال بالبحار بالبراری بالبلدان علی اربع علی الحجارۃ علی الاخزاف
علی الجلود علی الاکتاف الی الوقت الذی یمکن نقلھا الی الاوراق عن اربع عن من ھو
فوقہ ودونہ ومثلہ وعن کتابۃ ابیہ اذا علم انہ خطہ لاربع لوجہ اللہ تعالی ورضاہ وللعمل بہ
ان وافق کتاب اللہ تعالی ونشرھا بین طالبیھا ولاحیاء ذکرہ بعد موتہ ثم لاتتم لہ ھذہ
الاشیاء الا باربع من کسب العبد وھو معرفۃ الکتابۃ واللغۃ والصرف والنحو مع اربع
من عطاء اللہ تعالی الصحۃ والقدرۃ والحرص والحفظ فاذا تمت لہ ھذہ الاشیاء ھانت
علیہ اربع الاھل والولد والمال والوطن وابتلی باربع بشماتۃ الاعداء وملامۃ الاصدقاء
وطعن الجھال وحسد العلماء فاذا صبر اکرمہ اللہ تعالی فی الدنیا باربع بعز القناعۃ
وھیبۃ النفس ولذۃ العلم وحیات الابد واثابہ فی الاخرۃ باربع بالشفاعۃ لمن اراد
من اخوانہ وبظل العرش حیث لاظل الاظلہ والشرب من الکوثر وجوار النبیین
فی اعلی علیین فان لم یطق احتمال ھذہ المشاق فعلیہ بالفقہ الذی یمکن تعلمہ وھو فی
بیتہ قار ساکن لایحتاج الی بعد اسفار ووطی دیار ورکوب بحار وھو مع ذالک ثمرۃ
الحدیث ولیس ثواب الفقیہ وعزہ اقل من ثواب المحدث وعزہ - انتھی۔ یعنے
بزازی رحمہ اللہ اپنی کتاب مناقب میں امام بخاری رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی

محدث کامل نہیں بنتا جبتک چار باتوں کو ساتھ چار باتوں کے ایسا لازم نہ لکھ رکھے جیسے چار
باتیں چار باتوں کو لازم ہیں - اول یہ کہ تمام خبروں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مع اُن
امور کے جنکو آپنے جائز اور ناجائز فرمایا - اور تمام خبروں صحابہ کرام کو مع مقدار اُن صحابہ کے - اور
تمام خبروں تابعین کو مع حالات اُن تابعین کے اور تمام علما مجتہدین سلف کی خبروں کو مع تاریخ انکی کے
حاصل نکرلے - اور ان چار باتوں کو ان چار باتوں کے ساتھ لازم نہ سمجھ لے - کہ جن جن کے ذریعے
سے جسقدر بھی وہ ہوں وہ خبریں اور اُنکے حالات اور تاریخی معاملات اس تک پہونچیں اُن سب کے نام
معہ انکی کنیتوں اور مکانوں کے معہ یادداشت زمانہ بیان اخبار کے اور حالات اپنے سننے کے
اُن لوگوں سے حفظ کرلے اور یاد رکھے اور ان چاروں باتوں کو ان چاروں باتوں کے ساتھ ایسا
لازم سمجھ لے جیسے خطبوں کے ساتھ حمد و ثنا لازم ہے اور خط و کتابت کے ساتھ دعا لازم ہے
یا دعا کے ساتھ آہستگی لازم ہے اور سورتوں کلام اللہ کے ساتھ بسم اللہ لازم ہے اور نمازوں کے
ساتھ تکبیریں لازم ہیں - اور اُن پہلی باتوں کے ساتھ یہ چار امر بھی ضروری سمجھے کہ ان اخبار رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اخبار صحابہ میں کون کونسی خبریں یعنے حدیثیں مسند ہیں کسقدر مرسل ہیں
کتنی موقوف ہیں کونسی مقطوع ہیں اور ان امور مذکور کے ساتھ یہ چار امر بھی یاد کرلے اور یاد رکھے
کہ جس اُستاد سے یہ حدیث پہونچی ہے اُس نے اس حدیث کو اپنے اُستاد سے کس عمر میں سنا تھا
اور اس سے کس عمر میں بیان کی اور اُس اُستاد کے اُستاد نے کس عمر میں - علیٰ ہذا القیاس
لڑکپن کے زمانے میں کہ جو کم اعتبار کا وقت ہے یا بالغ ہونے کے زمانے میں کہ جو اعتبار کا زمانہ ہے
جوانی کی حالت میں کہ جو کمال یادداشت کا زمانہ ہے - یا بڑھاپے کی حالت میں کہ سہو اور نسیان
کا وقت ہے - اور پھر یہ چار باتیں بھی ضرور یاد رکھے کہ وقت بیان حدیث کے اُستاد کسی دوسرے
کام میں مشغول تھا اور اُسکی طبیعت دوسری طرف متوجہ تھی - یا فارغ البال تھا اُسکے زمانہ بیان
کرنے حدیث میں محتاجی اور رغبت کی حالت تھی یا غنا اور بے احتیاجی کی - اور وہ اُستاد اور اُس
اُستاد کے اُستاد کہاں کے رہنے والے تھے - پہاڑوں کے یا دریاؤں کے یعنے اہل کشتی اور جہاز
سے تھے یا جنگل اور گاؤں و شہروں سے - علیٰ ہذا القیاس - اور یہ بھی یاد رکھے کہ جبتک ورقوں
پر میرے اُستاد نے یا بیٹے یا اُستاد کے اُستاد نے نقل نہ کرلی تھی اُسوقت تک پتھر پر لکھکر

یاد رکھی تھی یا ٹھیکریوں پر یا کھال پر یا بکری کے شانہ کی ہڈیوں پر۔ اور یہ بھی یاد رکھے کہ یہ حدیث اپنے سے ادنیٰ درجہ کے آدمی سے باعتبار عمر وغیرہ کے پہونچی ہے۔ یا بلند درجہ سے یا اپنے ہم مثل سے یا اپنے باپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ملی تھی۔ مگر اسکا اعتبار تب ہے کہ جب اپنے باپ کا خط بھی پہچانتا ہو۔ اور یہ محنتیں چار نیتوں سے اپنے اوپر اُٹھائے۔ اللہ کی خوشنودی کیواسطے عمل کرنے کی غرض سے۔ طالبعلموں کے سکھلانے کو۔ اپنا ذکر خیر باقی رکھنے کی امید پر۔ مگر یہ سب امور تب کام آسکتے ہیں جب چار باتیں خود حاصل کرلے۔ اور چار باتیں منجانب اللہ میسر ہوں۔ علم کتابت۔ علم لغت۔ علم صرف۔ علم نحو۔ اور منجانب اللہ صحت اور تندرستی۔ قوت تحصیل علم۔ حرص تحصیل علم۔ قوت حافظہ۔ اتنے امور کے بعد اب اسکو بیوی۔ بچے۔ مال۔ وطن کیطرف رجوع کرنا اگرچہ آسان ہوگا مگر ضرور چار بلاؤں میں مبتلا ہوگا۔ بوجہ مشغول رہنے کے علم و عمل میں اور کم ہونے اسباب دنیا کے اور متوجہ ہونے اہل دین کے اسکی طرف دشمن ٹھٹھا کرینگے۔ دوست ملامت کرینگے۔ جاہل اسکو نشانہ طعن و تشنیع کا بناوینگے۔ اہل علم اُسکے ساتھ حسد کرینگے۔ مگر جب یہ سب مشقتیں سہار لیگا۔ اب یہ شخص جماعت محدثوں میں داخل ہوکر ضرور چار باتوں کے ساتھ دنیا میں اور چار باتوں کے ساتھ آخرت میں ممتاز ہوگا۔ دنیا میں ہیبت الٰہی اور قناعت اور لذت علم اور زندگی دائم کے ساتھ۔ اور آخرت میں اول شفاعت کے ساتھ جنکے واسطے اپنے بھائیوں میں سے شفاعت کا ارادہ کرے۔ دوم سایہ عرش کے ساتھ جسوقت کسیکا سایہ نہ ہو۔ سوم ساتھ پانی پلائے جانیکے حوض کوثر سے۔ چہارم ساتھ پڑوس پیغمبروں کے اعلیٰ علیین میں۔ لہذا امام بخاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر طالب علم یہ ساری مشقتیں نہ اُٹھا سکے اُسکو لازم ہے کہ سفر دور دراز اور ان محنتوں سے بچکر اپنے گھر میں آرام سے بیٹھکر علم فقہ حاصل کرے کہ جو ثمرہ اور پھل حدیث کا ہے حالانکہ ثواب اور عزت فقیہ کی ثواب اور عزت محدث سے کچھ کم نہیں ہے۔ انتہیٰ ترجمتہٗ۔

اور ظاہر ہے کہ مراد امام بخاری رحمہ اللہ کی اس قول سے کہ اگر طالب علم بغرض عمل کرنیکے ان مذکورہ شرطوں کے ساتھ علم حدیث حاصل کرنے کی مشقت نہ اُٹھا سکے تو اسکو لازم ہے کہ علم فقہ کو لازم پکڑے۔ یہی علم فقہ مراد ہے جو کتب فقہ میں باب باب اور فصل فصل کرکے جمع کردیا گیا ہے نہ وہ فقہ مصطلح فقہائے مجتہدین کہ جو جاننے تمام جزئیات حلال و حرام کا نام ہے

مع انکی دلیلوں کے۔ اسواسطے کہ یہ کام تو اس فقیہہ کا ہے جو مجتہد ہو۔ اور مجتہد نہیں ہوتا جبتک محدث کامل نہ ہو۔ اور علاوہ اُن باتوں کے جنکو امام بخاری رحمہ اللہ محدث کامل ہونیکے واسطے ضروری فرماتے ہیں اتنی باتیں اَور حاصل نہ کرلے۔ اوّل علم قرآن مع اُسکے تمام معانی لغوی اور شرعی کے۔ اور اسکی تمام قسمیں عام خاص مفسر موؤل ناسخ منسوخ جو بڑی بڑی کُتب اصول میں مذکور ہیں۔ دوم علم تمام وجوہ قیاس کا۔ اور یہ دونوں امر ایسے مشکل ہیں کہ جس نے کتب اصول کو بغور دیکھا ہے وہی خوب جانتا ہے۔ حق یہ ہے کہ جو جانے وہ پہچانے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ چونکہ اس منزل دشوار گذار سے واقفکار ہیں باینہمہ شان علم وکمال کہ جنکے یحیی بن معین مزنی شاگرد امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمدؒ اور ابو عبداللہ ذہبی صاحب تذکرۃ الحفاظ رحمہم اللہ جیسے حفاظ حدیث۔ حدیث دانی اور فقاہت کے مداح ہیں۔ امام اعظم رحمہ اللہ کی شان میں فرماتے ہیں کہ ماخالفتہ فی شئ قط الا رأیت مذھبہ الذی ذھب الیہ انجی فی الآخرۃ وکنت ربما ملت الی الحدیث فکان ھو ابصر بالحدیث منی۔ یعنے میں نے کبھی کسی بات میں امام اعظم رحمہ اللہ کی مخالفت نہیں کی مگر آخر کار یہی دیکھا کہ جس طرف امام اعظم رحمہ اللہ گئے ہیں۔ یعنے جو آپ کا مذہب تھا وہی مذہب زیادہ تر موجب نجات آخرت تھا اور بہت دفعہ میں نے حدیث کیطرف میلان کیا مگر آخر کار آپ ہی کو علم حدیث میں بہت بڑا صاحب بصارت پایا اسی وجہ سے مسعر بن کدام وغیرہ اُستاد اور دادا اُستاد امام بخاری رحمہ اللہ کے جنکا مختصر ذکر ہوچکا آپ کی پیروی کرتے ہیں پھر ایسا کون ہوسکتا ہے جو امام کے مقابلہ میں کسی حدیث کو خود تحقیق کرکے صحیح یا ضعیف کہہ سکے۔ حضرت اہل علم علمائے مجتہدین کا کسی صحیح حدیث پر عمل نہ کرنا خود دلیل اس امر کی ہے کہ یہ حدیث اُنکے نزدیک منسوخ ہے یا مخالف حکم قرآن کے ہے یا اَور کوئی ایسی ہی وجہ ہے کیا امام بخاری رحمہ اللہ کے اس قول کی (جو فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سی صحیح حدیثوں کو اپنی صحیح بخاری میں نقل نہیں کیا اور چھوڑ دیا علاوہ اس امر کے جو ہم نے بیانکیا) آپ کوئی اَور وجہ بیان کرسکتے ہیں۔ پھر کسی محدث کے کسی حدیث کو صحیح کہدینے سے تقلید ائمہ مجتہدین چھوڑنا گویا مجتہدوں کو مخالف جمہور فقہا اور محدثوں کے علم حدیث سے ناواقف سمجھنا ہے اسیوجہ سے امام ابو عبداللہ محمد بن حاج مکی مالکی اپنی کتاب مدخل میں جو بغرض رد بدعات لکھی ہے تحریر فرماتے ہیں کہ امام بخاری ومسلم کے دادا اُستاد امام المحدثین عبدالرحمن بن مہدی کا قول ہے کہ السنۃ المتقدمۃ من سنۃ اہل المدینۃ

خیر من الحدیث یعنے وہ پرانی سنت جسکو علمار مدینہ سنت کہتے چلے آئے ہیں حدیث سے
بہتر ہے کیونکہ انکا سنت کہنا باتفاق دلیل ہے اس امر کی کہ یہ حدیث بمقابلہ اُس حدیث کے جس سے
وہ اس امر کو قدیم الایام سے سنت کہتے چلے آئے ہیں متروک ہے۔ گو تفصیلی طور سے ان پچھلے
لوگوں کو وہ حدیث اول یاد نہ ہو۔ یا یاد ہو تو بطریق ضعیف یاد ہو۔ اور امام بخاری بھی باب ما اجمع
علیہ الحرمان باندھ کر حجت ہونے اجماع پر حرمین والوں کے بہت سی حدیثیں نقل فرماتے ہیں۔ اور اسی
مدخل میں ہے کہ امام دار الہجرت سیدنا مالک بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں العمل اثبت من الاحادیث
یعنے عمل علما فقہا کا حدیث سے زیادہ مضبوط دلیل ہے۔ اسواسطے کہ حدیث میں احتمال نسخ کا ہے۔
اور فقہا صحابہ اور فقہا تابعین کا عمل مخالف اُس حدیث کے دلیل ہے اس امر کی کہ یہ عمل بموجب حدیث
غیر منسوخ کے ہے۔ ورنہ اسکے کیا معنے کہ باوجود غایت درجہ متبع حدیث ہونے کے وہی لوگ اُس حدیث
کو نقل کریں اور اسپر عمل نہ کریں چنانچہ یہ قاعدہ مستمرہ فقہا صحابہ سے چلا آتا ہے۔ دیکھو حضرت عبد اللہ
بن عمر رضی اللہ عنہ سے اگرچہ رکوع اور سجود کے وقت رفع یدین کی کئی حدیثیں منقول ہیں مگر باینہمہ
حضرت عبد اللہ کا رفع یدین نہ کرنا اس امر کی دلیل صریح ہے کہ رفع یدین اُنکے نزدیک منسوخ ہے۔ بہر
نہج مجتہد فقیہہ کا حدیث صحیح پر عمل نہ کرنا دلیل اس امر کی ہے کہ یہ حدیث اُنکے نزدیک منسوخ ہے یا کسی
اور قوی وجہ سے متروک ہے۔ کیا آپ حضرت عبد اللہ بن عباس جیسے فقیہہ صحابی یا حضرت صدیقہ
جیسے فقیہہ یا حضرت عمرؓ جیسے فقیہہ رضی اللہ علیہم اجمعین پر حدیث صحیح پر عمل نہ کرنیکا اعتراض کر سکتے
ہیں۔ خدا کے لئے انپر اعتراض کر کے ایمان نہ کھو بیٹھنا۔ دیکھو ترمذی میں ہے کہ جب حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث صحیح بیان کی کہ الوضوء
مما مسستہ النار یعنے از سر نو وضو کرنا لازم ہے اُس چیز کے استعمال سے جسکو آگ نے چھو لیا ہو
حضرت عبد اللہ نے اُسکو رد کر دیا اور فرمایا انتوضأ من الدھن انتوضأ من الحمیم یعنے کیا
ہم تیل کے استعمال سے یا گرم پانی کے استعمال سے بھی از سر نو وضو کرینگے؟ غرض یہ تھی کہ تم اس
حدیث کا محل و موقعہ ہم سے زیادہ نہیں جانتے۔ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ بنت قیس
کی یہ حدیث سنکر کہ مطلقہ بائنہ کے واسطے ایام عدت میں نان نفقہ اور مکان سکونت شوہر پر لازم
نہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ لا نترک کتاب ربنا ولا سنۃ نبینا بقول امرأۃ لا ندری حفظت ام نسیت

یعنی ایک عورت کے کہنے سے ہم حکم قرآن اور سنت نبیؐ کو نہیں چھوڑتے ہم نہیں جانتے کہ یہ بات فاطمہ کو یاد ہے یا بھولکر روایت کرتی ہیں۔ علی ہذا طحاوی شریف میں ہے کہ جب حضرت مغیرہ نے حضرت ابراہیم تابعی کے سامنے حدیث حضرت وائلؓ کی نقل کی حضرت وائلؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو شروع نماز کے وقت اور رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع یدین کرتے دیکھا تو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کا یہی جواب دیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پچاس دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ علاوہ تکبیر تحریمہ کے کہیں رفع یدین نہیں فرماتے تھے پھر اگر وائلؓ نے ایک دفعہ دیکھا تو بمقابلہ روایت عبداللہ بن مسعود ہم اسپر کیونکر عمل کرسکتے ہیں۔

میاں خود مولوی نظیر حسین صاحب دہلوی معیار میں لکھتے ہیں کہ "بعض اماموں کا بعض حدیثوں کو ترک کرنا انکی تحقیق کی فرع ہے۔ کیونکہ انہوں نے ان احادیث کو قابل عمل نہ سمجھا بدعوی نسخ یا بدعوی ضعف اور امثال اُسکے ذرا مقدمہ سیوم معیار الحق مطبوعہ مطبع صدیقی بریلی کے صفحہ ۱۹۶ کو ملاحظہ کیجئے پھر فرمایئے دوسرے محدثوں کی تقلید سے جنکی دس بیس حدیثیں بھی ایسی نہیں جو ایک جماعت کثیر کی روایت سے بطور تواتر یا بطور شہرت ان تک پہنچی ہوں۔ اور مفید یقین ہوں کہ بلاشبہ یہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔ ان چاروں مذہبوں کے کسی مجتہد کے کسی قول پر آپ کیونکر اعتراض کرسکتے ہیں۔ حالانکہ ان چاروں مجتہدوں کے زمانوں تک یقینی طریقوں سے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قول وفعل صحابہ کرام اور اہلبیت عظام کا بوجہ قرب زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچنا تو ہر منصف شخص پر ظاہر ہی ہے۔ مگر یہ امر بھی ہر سمجھدار و اقفکار پر خوب ظاہر ہے کہ جس کیفیت کے ساتھ مدون اور مبوب مشہور کتابوں میں بطریق شہرت ان چاروں مذہبوں کے مجتہدوں کے اقوال مع بیان راجح و مرجوح وغیرہ امور ضروریہ آجتک نقل ہوتے چلے آئے ہیں اور کسی مجتہد کے اقوال مجتہدین صحابہؓ اور اہلبیت میں سے اور نیز مجتہدین تابعین سے منقول نظر نہیں آتے اسیوجہ سے انہیں چاروں مجتہدوں میں سے ایک مجتہد کی تقلید پر بعد سنہ ۲۰۰ھ دوسو کے اتفاق امت ہوگیا اور بوجہ اجماع امت یہ تقلید مرتبہ وجوب کو پہنچ گئی چنانچہ ایسا ہی مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ عقد الجید میں لکھتے ہیں۔ اور یہی مضمون مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ تحفہ میں بجواب اعتراض روافض تحریر

- بلکہ تمام حدیثیں بطریق احاد منقول ہیں کہ جو مفید ظن کے ہیں ۱۲ منہ

فرماتے ہیں۔ عقد الجید کے باب "تاکید الاخذ بہذہ المذاہب الاربعۃ والتشدید فی ترکہا" میں ہے
اعلم ان فی الاخذ بهذه المذاهب الاربعة مصلحة عظيمة وفی الاعراض عنها كلها مفسدة
كبيرة ونحن نبين ذالك بوجوه - احدها ان الامة قد اجتمعت على ان يعتمدوا على السلف
فی معرفة الشريعة فالتابعون اعتمدوا فی ذالك على الصحابة وتبع التابعين اعتمدوا على
التابعين وهكذا فی كل طبقة اعتمد العلماء على من قبلهم والعقل يدل على حسن ذالك
لان الشريعة لا يعرف الا بالنقل والاستنباط والنقل لا يستقيم الا بان يأخذ كل طبقة
عن من قبلها بالاتصال ولابد فی الاستنباط من ان يعرف مذاهب المتقدمين لان
لا يخرج من اقوالهم فيخرق الاجماع ويبنى عليها ويستعين فی ذالك بمن سبق لان جميع
الصناعات كالصرف والطب والحدادة والنجارة والصياغة لم يتيسر لاحد الا بملازمة
اهلها وغير ذالك نادر بعيد لم يقع وان كان جائزا فی العقل واذا تعين الاعتماد
على اقاويل السلف فلابد ان يكون اقوالهم التی يعتمد عليها مروية بالاسناد الصحيح
او مدونة فی كتب مشهورة وان يكون مخدومة لتبيين الراجح من المرجوح من
محتملاتها وتخصيص عمومها فی بعض المواضع وجمع المختلف منها وتبيين علل احكامها
والا لم يصح الاعتماد عليها وليس مذهب فی هذه الازمنة المتأخرة بهذه الصفة الا
هذه المذاهب الاربعة۔ یعنی بیشک بیچ لازم پکڑنے ان چاروں مذہبوں کے بہت بڑی
مصلحت ہے اور ان سے منہ پھیرنے میں بہت بڑا فساد ہے۔ چنانچہ کئی وجہ سے اس امر کو
ہم بیان کئے دیتے ہیں۔ اول یہ ہے کہ تحقیق تمام امت کا اتفاق ہے اس امر پر کہ شریعت میں
پچھلے پہلوں پر اعتماد کرتے ہیں۔ چنانچہ تابعین نے صحابہ پر اعتماد کیا اور تبع تابعین نے تابعین پر۔
علیٰ ہذا القیاس پچھلے علماء نے اپنے سے پہلے علماء پر۔ اور عقل اسبات کی بھلائی پر دلالت
بھی کرتی ہے۔ اسواسطے کہ شریعت نہیں معلوم ہو سکتی مگر ساتھ نقل کرنے پچھلوں کے پہلوں سے
اُن صریح حکموں کو جنمیں استنباط کی ضرورت نہیں۔ یا ساتھ استنباط کے یعنے جو حکم صریح نہیں ہے
اُسکی علت قرآن اور حدیث سے نکالکر جسکو قوت اجتہاد حاصل ہو وہ بیان کرے۔ اور نقل کرنا ممکن
نہیں ہے مگر اسطرح سے کہ پچھلے پہلوں سے بلا فاصلہ برابر بیان کرتے چلے آویں۔ اور جن امو میں استنباط

کی ضرورت ہے اُن میں استنباط کرنے والے یعنے مجتہد کو یہ امر ضروری ہے کہ اس معاملہ میں پہلے مجتہدوں کے
تمام مذہبوں کو جانتا ہو تاکہ اُن سب کے قولوں کے مخالف کوئی قول نہ کر بیٹھے اور مخالفت اجماع
میں نہ مبتلا ہو جاوے۔ اور انہیں کے کسی قول کے مطابق اپنے قول کو مع دلیل بنا کرے۔ اور اپنے
پہلوں سے اس معاملہ میں مدد لے۔ اسواسطے کہ تمام صناعتیں جیسے صرف طب۔ شاعری آہنگری
نجاری۔ زرگری۔ آجتک کسیکو اس فن کے اُستادوں سے سیکھے بغیر نہیں حاصل ہوئی۔ اور بغیر
سیکھنے کے حاصل ہونا نادر ہے کہ آجتک ایسا ہوا نہیں۔ گو عقل کے نزدیک جائز ہو۔ اسواسطے
پہلوں کے قولوں کا کہ جنپر اعتماد کیا جاوے سندوں صحیح کے ساتھ مروی ہونا اور مشہور کتابوں
میں اُنکا جمع ہونا اسطرح سے کہ جتنے احتمالات اُن قولوں کے ہیں راجح ہونے اور مرجوح ہونے سے اور بعض
موقع پر عام کے خاص بنانے سے اور مختلف قولوں کے جمع کرنے اور علت حکموں کی بیان وغیرہ سے ضروری ہے
اور نہیں تو اُن قولوں پر اعتماد کرنا صحیح نہ ہوگا اور ان پچھلے زمانوں میں بجز ان چار مذہبوں کے اور کوئی مذہب
کسی تابعی کا یا کسی صحابی کا جو ان صفتوں کے ساتھ موصوف ہو کہیں نہیں پایا جاتا۔ انتہی۔

اور بعد اسکے اور کئی دلیلیں بیان کی ہیں۔ اور تحفہ میں بجواب کید ہشتاد و پنجم یہ عبارت ہے۔

وباجماع شیعہ وسنی کسے از ائمہ تالیف وتصنیف کتابے وتاصیل اصول وتفریع فروع ہیچ علمی نکردہ
تا بکتابت او وفن مدون او استغنا واقع شود بلکہ روایات مسائل واحکام دریاران ائمہ منتشر بودہ اند
وقواعد استنباط در جزئیات مخفی ومستور ماندہ لابد شخصے میباید کہ آنہمہ روایات را جمع سازد و قواعد را
تتبع نمودہ جدا نویسد وآئین ورسم اجتہاد را بنیاد نہد پس معلوم شد کہ چنانچہ نسبت مذہبی بائمہ بمعنی مذاہب
ہمچناں اتباع امام نیز بلاواسطہ مجتہد غیر مجتہد را امکان ندارد لہذا مقلد را در اتباع شریعت پیغمبر از
توسیط مجتہد ناگزیر است۔ انتہی۔ (خلاصہ ترجمہ) یعنے چونکہ کسی امام اہلبیت کا کوئی مذہب مدوّن نہیں
پایا جاتا لہذا اُس امام کی پیروی بھی بغیر پیروی مجتہد کے غیر ممکن ہے اور شیخ عبد العظیم بن ملا فروخ مکی رحمہ اللہ نے
قول سدید میں اور ملا احمد معروف بہ ملا جیون علیہ الرحمۃ نے تفسیر احمدی میں اور علاوہ انکے جمہور محققین نے
بھی ایسا ہی تحریر فرمایا ہے۔ اسیواسطے علامہ ابن ہمام وغیرہ محققین لکھتے ہیں نقل الامام الرازی
رحمہ اللہ اجماع المحققین علی منع العوام من تقلید الصحابۃ بل یقلدون من بعدہم الذین ضبطوا
ودونوا یعنی جب صحابہ کا اور ائمہ اہلبیت کا کوئی مذہب مشہور اور مدوّن کتابوں میں نہیں پایا جاتا۔

علامہ رازی علیہ الرحمۃ اجماع محققوں کا اس امر پر نقل فرماتے ہیں کہ عوام الناس کو تقلید صحابہ سے
منع کرنا چاہیئے۔ بلکہ انکو لازم ہے کہ اُن پچھلے مجتہدوں میں سے کسیکی تقلید کریں جنکے مذہب مدون
اور مشہور ہیں۔ اب آپ کسی حدیث کی کتاب کو دیکھکر کسی حدیث کو جسکا بطریق احاد خود اُسکے مدونوں
تک پہونچی ہے نقل کرکے فرمائیں کہ کسی مجتہد پر ان ائمہ مجتہدین میں سے کیونکر اعتراض کرسکتے ہیں
اور مخالف اجماع اہلسنت والجماعت کے بغیر حاصل ہونے قوت اجتہاد یا کشف صحیح[1] اور بلا ضرورت شناقہ (کی حدیث پر عمل)
معتبرہ کے جو محققین فقہا کے نزدیک معتبر ہو اپنے مذہب کے مجتہدوں کے مخالف کسی حدیث پر کسطرح
عمل کرسکتے ہیں البتہ ہر ایک ایسے مقلد کو جو حدیث کی مشہور کتابوں پر حاوی ہو اور انہیں محدثوں کی
تقلید سے صحت اور ضعف حدیثوں پر واقف ہو جہانتک حکم عام یا حکم خاص کلام اللہ کی مخالفت

---

[1] واضح ہو کہ صاحب کشف صحیح ولی کامل ہی کوئی عمل مخالف اپنے امام کے خودہی کرسکتا ہے جب اُسپر عمل یقینی طور سے کھلجائے۔ مگر اپنے مریدوں کو موافق انکے مذہب ہی کے عمل کرنیکا حکم دیگا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ اور حضرت میرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ سے امام کے پیچھے الحمد کا پڑہنا منقول ہے مگر انکے حنفی مریدوں میں سے کسیکا مخالف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر آجتک عمل نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ میزان مطبوعہ اکمل المطابع دہلی کے صفحہ ۵ میں جو مضمون حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے اُسکا بھی یہی مطلب ہے۔ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ ولی پر جب چشمہ شریعت کھلجاتا ہے تو وہ تمام مذہبوں کو برابر دیکھتا ہے۔ اندرینصورت وہ ولی تقلید امام معین کا مریدوں کو کسطرح حکم کریگا؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس غرض سے حکم کریگا کہ اسکو جلد جمعیت قلبی حاصل ہوجاوے اسواسطے کہ فقہا اور مشائخ فرماتے ہیں کہ ہر شخص اپنے مذہب کے امام کے موافق عمل کرے۔ کسی دوسرے مذہب کے موافق اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کسی خاص شہر کو ایک راستہ سے جاوے جب تہائی راستہ طے کرلے پھر لوٹ کر دوسری راہ سے چلے پھر لوٹ کر تیسری راہ سے۔ تو وہ منزل مقصود تک کبھی نہ پہنچیگا انتہی ۱۲ منہ غفر اللہ ولوالدیہ۔

[2] چنانچہ انتصار الحق میں ہمارے مولانا عمدۃ العلماء زبدۃ الاصفیاء استاذی مولانا ارشاد حسین صاحب قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔ دوسری وجہ وجوب تقلید شخصی کی یہ ہے کہ اگر ملتزمین تقلید ائمہ کو علے الاطلاق حکم انتقال دیاجائے تو ایسے فتنے اور تباغض بین المسلمین برپا ہونگے کہ انسداد انکا دشوار ہوگا اور فساد اور تباغض حرام ہے ساتھ نصوص قطعیہ "لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا" وغیرہ کے۔ مثلاً کسی حنفی المذہب نے اپنی زوجہ کو چھوڑکر سفر کیا اور مفقود الخبر ہوگیا۔ دوسرے حنفی نے چاہا کہ میں اسکی زوجہ سے نکاح کرلوں پس دعوی تقلید امام مالک علیہ الرحمۃ کا کرکے بعد چار برس کے بدوں وقوع ضرورت شرعیہ کے بلا رجوع کے طرف قاضی مالکی المذہب کے اور امضا حکم اُسکے کے نکاح کرلیا بعد اُسکے اس کا زوج اول آگیا تو غور کرو کہ وہ عذر زوج ثانی کا بیچ باب نکاح زوجہ اپنی کے ساتھ تقلید امام مالک علیہ الرحمۃ کے کیونکر مقبول کریگا اور تا بمقدور قتل اور فساد میں کمی نہ کریگا اسواسطے فقہا حنفیہ لکھتے ہیں کہ جب کسیکو ضرورت ایسے امر کی واقع ہو تو چاہیئے کہ قاضی مالکی کیطرف رجوع کرے تاکہ وہ قاضی وقوع ضرورت دیکھکر حکم جواز نکاح نافذ کرے اور کسیکو گنجائش منازعت اور مفسدہ کی باقی نہ رہے اور فتنہ و فساد برپا نہ ہو۔ اور اگر قاضی مالکی موجود نہ ہو تو بضرورت قاضی حنفی وغیرہ کو فتوی دینا اوپر مذہب امام مالک کے جائز ہے۔ چنانچہ ایسا ہی شامی وغیرہ فقہائے محققین نے تحریر فرمایا ہے۔ ۱۲ منہ غفر اللہ ولوالدیہ۔

[3] مثلاً امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مذہب حنفی میں مطلقاً قرأت یعنی الحمد اور سورت کا پڑہنا امام کے پیچھے وقت قرأت امام کے احتیاطاً مقتدی کو مستحسن ہے۔ اور یہ قول موافق ہے ظاہر معنے بعض احادیث

لازم نہ آوے۔ یہ امر ضرور ہے کہ جس مسئلے میں فقہائے مرجحین نے تصریح صحت اور قوت نہ دی ہووے اپنے مذہب کے مجتہد مستقل[۱] اور مجتہد منتسب[۲] اور مجتہد فی المذہب[۳] کے قولوں سے جس قول کو موافق حکم اس حدیث صحیح کے پاوے جسکے صحیح ماننے میں انہی محدثوں میں سے کسی محدث کی تقلید کی ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶)
صحیح ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مقتدی کو امام کے پیچھے وقت قراءت سری اور جہری امام کے مطلقاً پڑھنا خواہ الحمد ہو یا کوئی سورت یا دعا مکروہ تحریمی ہے اور یہ قول موافق ہے حکم عام قرآن کے اسواسطے کہ قرآن مجید میں بالخصوص ہیبت اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے۔ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ - یعنے جب پڑھا جاوے قرآن تم کان لگاؤ اور چپ رہو۔ مگر جمہور صحابہ کے نزدیک یہ حکم فقط مقتدی کے ساتھ مخصوص ہے گو لفظ آیت سے حکم عام ہی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ یہی مضمون صاحب تفسیر مدارک تحریر فرماتے ہیں اور یہی مضمون تفسیر بیضاوی وغیرہ میں ہے۔ بہرنہج حکم آیہ عام رکھو یا خاص چونکہ امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر بموجب ظاہر معنے بعض احادیث کے عمل کرنے سے مخالفت حکم کلام اللہ لازم آتی ہے اور نیز بعض دوسری حدیثوں کی لہذا ایسے قول کو واجب العمل نہ سمجھنا چاہیئے۔ ہاں اگر بلا مخالفت قرآن وہ قول موافق حدیث صحیح ہو اسکو قوی جانکر واجب العمل سمجھنا بیشک موافق رائے فقہائے محققین کے ہے تاکہ حتی الوسع کسیکی فقہا اور محدثین میں سے مخالفت نہ ہو۔ اسی بنا پر مولانا ولی اللہ علیہ الرحمۃ عقد الجید میں یا الانصاف میں اور مولانا شیخ عبد الحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں تحریر فرماتے ہیں کہ جبتک اپنے امام کی تقلید نہ ٹوٹے دوسرے امام کی موافقت کر لینا اولی ہے۔ مثلاً حنفی اگر مس ذکر سے احتیاطاً وضو کرے تاکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بے وضو نہ رہے اور شافعی اگر خون بہ جانیکے بعد وضو کر لے تاکہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بے وضو نہ رہے تو اولی ہے اسواسطے کہ کسی امام کے نزدیک وضو پر وضو کر لینا ممنوع نہیں ہے بلکہ نور علی نور ہے ۱۲ ابو محمد محمد دیدار علی غفر اللہ لہ ولوالدیہ۔

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا) [۱] عقد الجید میں مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ امام بغوی رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں کہ مجتہد مطلق وہ ہے جو پانچ قسم کے علم حاصل کرلے۔ اول علم قرآن کا۔ دوم علم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا (یعنے قرآن کے معانی مضامین کو بھی جانتا ہو اور جو شرطیں امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان کی ہیں بموجب انکے محدث بھی) اور پھر قرآن اور حدیث کو اسطرح جانتا ہو کہ کونسی آیت و حدیث ناسخ ہے کونسی منسوخ ہے کونسی مفسر ہے اور کونسی مجمل۔ علی ہذا اباحت اور حرمت اور کراہت کے ثبوت کا کیا طریق ہے وجوب و فرضیت و استحباب کی ثبوت کا کیا طریق ہے قرآن کو حدیث سے مقدم رکھتے ہیں یا حدیث کو قرآن پر مقدم رکھتے ہیں اور وہ کونسی حدیث ہے جسکو قرآن پر مقدم رکھتے ہیں۔ سوم علم تمام علمائے سلف کے قولوں کا اسطرح پر کہ کونسا قول اجماعی ہے کونسا مختلف فیہ ہے۔ چہارم علم لغت اسقدر کہ قرآن اور ان حدیثوں کا جسکا تعلق احکام شرع کے ساتھ ہے۔ پنجم علم قیاس یعنے جب کوئی حکم صراحۃً قرآن یا حدیث یا اجماع سے نہ ملے اسکو ان سے علت و ہو ڈھونڈکر نکالے اور ہر ایک پر اسکو ظاہر کردے اور صحابہ کرام اور تابعین اور فقہائے امت مرحومہ کے قول و فتووں کو بھی جانتا ہو تاکہ مخالف اجماع مرکب کے نہو جاوے اور باعتبار اختلاف محل موقع حالات مختلف کے مختلف طور پر جو مقاصد کلام عربی سے سمجھے جاتے ہیں انکو بھی سمجھتا ہو۔ اور جو ان میں سے کسی ایک نوع کو بھی نہ جانتا ہو وہ تقلید کرے گو کسی ایک امام کے مذہب میں پہلے ماموں سے کتنا کمال اور تبحر رکھتا ہو۔ پھر اس سے آگے رافعی اور نووی وغیرہ بے شمار علما کی تصریح کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ یہ مجتہد مطلق جسکی تفسیر بیان ہوچکی اگر اصول میں بھی تصرف کرے جسکے موافق اجتہاد کرتا ہے اور ان آیات اور احادیث اور آثار صحابہ کو بھی تلاش کرے کہ جسکے موافق پہلے علما نے فتوے دیئے ہیں متعارض دلیلوں میں سے ایک کو دوسری دلیل سے پسند کرے تمام احتمالوں سے جو کسی آیت یا حدیث میں ہوں ایک کو ترجیح دیکر واقعات میں پہلوں نے کوئی فتوی نہ دیا ہو اس حکم کو ان آیتوں و حدیثوں سے نکالے جب مجتہد مستقل ہے [۲] اور جو اصول میں اپنے شیخ مجتہد کی تقلید کرے اور اپنے شیخ مجتہد کے فتووں کے دلائل انہیں اصول کے موافق حاصل کرے اور بموجب ان اصول کے استنباط احکام پر قادر ہو وہ مجتہد منتسب کہا جاتا ہے ۱۲ [۳] اور جو مرتبہ میں اس سے کم ہو کہ اپنے امام کے احکام مع دلائل اور اصول کے جانتا ہو اور جس مسئلہ میں اپنے امام کا قول نہ پاوے انہیں دلائل اور اصول کے موافق اسمیں فتوی دیسکے اسکو مجتہد فی المذہب کہتے ہیں

اور اُسکے حکم صحت کو موافق اصول اور قواعد اپنے امام کے پالیا ہے ضرور اُس قول کو قوی سمجھے اور اپنے زمانے کے عرف اور تعامل اور آدمیوں کی حالت کے موافق اُسپر عمل کرے۔ یہی معنے ہیں اُس قول کے جو صاحب دُرّ مختار تحریر فرماتے ہیں وقد ذکروا ان المجتھد المطلق فقد فقد واما المقید فعلی سبع مراتب واما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ وصححوہ کما لو افتوا فی حیاتھم فان قلت قد یحکون اقوالا بلا ترجیح وقد یختلفون فی التصحیح قلت یعمل بمثل ما عملوا من اعتبار تغیرات العرف واحوال الناس وما ھو الارفق وما ظھر علیہ التعامل وما قوی وجھہ ولا یخلو الوجود عمن یمیز ھذا حقیقۃ لا ظنا وعلی من لم یمیز ان یرجع لمن یمیز لبراءۃ ذمتہ۔ انتہیٰ۔ یعنی تحقیق محققین نے لکھا ہے کہ مجتہد مطلق تو بے شک مفقود ہوگئے مگر مجتہد مقید سات مرتبہ کے جو مشہور ہیں اُنہیں سے کسی کسی مرتبہ کے ہوتے رہے ہیں ——— چنانچہ ہم جو ساتویں درجہ کے ہیں ہمارے اوپر یہی لازم ہے کہ مرجحین فقہا جس قول کو راجح اور صحیح لکھ گئے ہیں جیسے وہ لکھ گئے ہیں اُسی کے موافق عمل کریں۔ جیسے اُنکی زندگی میں ہمپر اُنکے فتوے کے موافق عمل کرنا لازم تھا ویسے ہی اب لازم ہے۔ ہاں جس قول کو وہ بلا ذکر صحت اور ترجیح چھوڑ گئے ہیں۔ یا وہ بعض قول جنکی صحت میں اُنکو بھی اختلاف واقع ہوا ہے مثلاً بعض نے ایک قول کو راجح اور صحیح کہا ہے اور بعض آخر نے دوسرے قول کو۔ تو ہم کو اُنہی کے طریق پر عمل کرنا ضرور ہوگا کہ بموجب حالات زمانہ اور عرف اور تعامل اپنے زمانے کے جس قول کو مناسب زمانہ سمجھیں اور جس قول کی دلیل قوی ہو[1] اُسی پر عمل کریں اور یہی معنے تھے اُس قول کے جو ہم نے کہا تھا کہ مَیں سب کا مقلد ہوں۔ پھر آپکا یہ فرمانا کہ اس قول سے ہمارا مدعا ثابت ہوگیا۔ آپکا دل خوش کر لینا ہے ورنہ میری مراد یہی تھی کہ موافق اتفاق سواد اعظم کے سب کا مقلد ہوں جسکی کیفیت پہلے بھی میں عرض کر چکا تھا اور ابتو خوب ہی واضح کرکے بیان کر دیگئی ہے باوجود اسکے آپ کا

[1] دلیل قوی سے یہاں یہ مراد نہیں ہے کہ خود اُس دلیل کی قوت اور ضعف بیان کرنے پر قادر ہو بلکہ یہاں مراد اتنی ہی ہے کہ جس دلیل کو محدثین اور فقہا نے قوی لکھا ہے اُسکے مطابق جس مسئلہ کو پاوے اسکو قوی سمجھے۔ جس کو اُنہوں نے ضعیف لکھا ہے اُنکی تقلید سے جس مسئلے کو اُسکے مطابق پاوے اسکو ضعیف سمجھے اسواسطے کہ خود دلیل کو قوی ضعیف کہنا یہ کام مجتہد مستقل یا مجتہد فی المذہب کا ہے نہ کہ ساتویں درجے کے مجتہدوں کا جو فی الواقع مقلد محض ہیں۔ چنانچہ شامی وما قوی وجھہ کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں "قولہ ما قوی وجھہ اے دلیلہ ای الحاصل لا المستقل لانہ رتبۃ المجتھد" ۱۲ منہ غفر اللہ لہ ولوالدیہ۔

مجھکو اپنی جماعت قلیل میں شریک کر لینا یہ آپ ہی کا کام ہے۔

رہا مسئلہ امکان کذب۔ سو اوّل تو حضرت یہ زہر بلا مسئلہ آپ ہی کے مولویوں میں سے مولوی شہود الحق شاگرد مولوی نذیر حسین صاحب نے اپنی کتاب صیانۃ الایمان میں لکھا تھا۔ حنفی تو بفضلہ تعالی اسبات کے بھی قائل نہیں کہ خداوند کریم سے خلف وعید یعنے عذاب کے وعدوں میں بھی مخالفت ممکن ہے۔ ہاں بعض مشائخ اشعریہ شافعیوں میں سے اس امر کے قائل ہیں مگر وہ خلف وعید یعنے عذاب کا وعدہ کر کے عذاب نہ کرنے کو کذب نہیں سمجھتے بلکہ وہ اس امر کو عفو و کرم سمجھتے ہیں کہ جو نیک اور بھلی صفت ہے اور ثواب کا وعدہ کر کے اُسکے مخالف کرنا تو ذات خداوند کریم سے سب کے نزدیک بالاتفاق محال اور غیر ممکن ہے۔ پھر مسئلہ امکان کذب کو مقلدوں سے خصوصًا حنفیہ سے کیا علاقہ۔ دیکھو نظم الفرائد میں ہے ذھب مشائخ الحنفیۃ الی انہ یمتنع تخلف الوعید کما یمتنع تخلف الوعد کما فی العمدۃ للامام النسفی والشرح الکبیر للامام اللقانی وشرح الفقہ الاکبر للشیخ علی القاری وذھب المشائخ من الاشعرۃ الی ان العقاب عدل اوعد بہ العاصی ولدان یعفو عنہ لان الخلف فی الوعید لا یعد نقصا کما فی المواقف وشرحہ الشریفی والتفسیر الوسیط للامام الواحدی وشرح الجوھر للامام اللقانی یعنی مشائخ حنفیہ کا یہ مسلک ہے کہ جسطرح ثواب کا وعدہ کر کے اُسکی مخالفت خداوند کریم سے ممتنع ہے اسیطرح عذاب کا وعدہ کر کے اُسکے مخالف کرنا بھی ذات پاک خداوند کریم سے غیر ممکن اور ممتنع ہے۔ چنانچہ امام نسفی کی کتاب عمدہ میں اور امام لقانی کی شرح کبیر میں اور شیخ علی قاری کی شرح فقہ اکبر میں ایسا ہی ہے اور بعض مشائخ اشعریوں میں سے ایسا فرماتے ہیں کہ عذاب کرنا مقتضا عدالت کا ہے اسیوجہ سے گنہگاروں سے وعدہ عذاب کا کیا ہے مگر اگر وہ معاف کرنا چاہے تو معاف کر سکتا ہے اسواسطے کہ عذاب کے وعدے میں مخالف وعدہ کرنا موجب نقصان اور عیب نہیں ہے ایسا ہی مواقف اور شرح مواقف اور تفسیر وسیط امام واحدی میں ہے اور ایسا ہی شرح جوہر امام لقانی میں "۔ اور یہی مضمون شرح عقائد نسفی کا ہے اور اسکی شرح نبراس اور فتح عزیزی اور مولانا شاہ عبد العزیز قدس سرہ تو تفسیر آیہ کریمہ فَلَن یُخْلِفَ اللّٰہُ عَھْدَہٗ میں ان سب سے بڑھکر اسطرح تحریر فرماتے ہیں۔ یعنی ہرگز خلاف نخواہد کرد ایں عہد حکمی خود را زیرا کہ خبر او کلام ازلی ابدیست و کذب در کلام نقصانی ست عظیم کہ ہرگز بصفات او راہ نمے یابد و آنچہ بعضے از ظاہر بینان

گفتہ اند کہ خلاف در وعد نیک نقصان است و در وعید بد کرم و لطف است مبنی است بر قیاس غائب
بر شاہد در حق او تعالیٰ کہ مبرا از جمیع عیوب و نقصان است وخلاف خبر مطلقاً نقصان است خواہ نیک باشد
خواہ بد زیرا کہ لطف و کرم او تعالیٰ راہ ہائے بسیار دارد جائز است کہ معاملہ لطف و کرم ہم نماید و خلف
در وعید ہم نکند بخلاف آدمیان کہ بسبب عجز بشری بغیر از خلف در وعید ایشاں را لطف و کرم کردن
ممکن نمیشود پس در حق ایشاں خلف در وعید بہ ترجیح نقصانے بر نقصانے است کہ اشد از نقصان
اول است و در حق او تعالیٰ نقصانے محض است بے حاجت بتکمیل فافترقا۔ یعنی اللہ جلشانہ کبھی اپنے
وعید کے مخالف نہیں کرینگا اسواسطے کہ اسکی خبریں اُسکا کلام سب ازلی ابدی ہیں۔ اُسکے کلام میں جھوٹ
بہت بڑا نقصان ہے اور وہ جو بعض ظاہر بینوں کا قول ہے کہ عذاب کے وعدے میں مخالفت کرنا
جھوٹ نہیں بلکہ یہ لطف و کرم ہے سو یہ انسان کی شان ہے کہ وہ بغیر مخالفت وعید کرم کر نہیں سکتا اور
وہ قادر مطلق بلا مخالفت وعذاب کرم کر سکتا ہے۔ خلاصہ مطلب شاہ صاحب کا یہ ہے کہ بعض اشعریوں
نے بلحاظ اُن آیتوں اور حدیثوں کے جن میں علاوہ شرک کے تمام گناہوں کے بخشنے کا وعدہ بموجب
مشیت کے ہے جو یہ کہا ہے کہ عذاب کا وعدہ کرکے عذاب نہ کرنا جھوٹ نہیں کہا جاتا بلکہ اسکو
کرم اور عفو کہتے ہیں۔ اور کرم و عفو وہ صفتِ کمال ہیں جنکے ساتھ خداوند کریم ہمیشہ موصوف ہے۔
یہ قول بھی ضعیف ہے چنانچہ حنفی اسکے جواب میں فرماتے ہیں کہ جب تمام خبریں اللہ کی کلام ازلی
وابدی ہیں تو لامحالہ عذاب کے وعدے کی آیتوں کے ساتھ ہی مرتبہ علم الٰہی میں بخشش کے وعدے کی
آیتوں کو ماننا ضروری ہے۔ لہذا جب اللہ نے آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا
دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ میں یہ وعدہ عام کر لیا کہ سوا شرک کے جس گناہ کو ہم چاہیں گے بخشدینگے
بلاشبہ تمام عذاب کے وعدے کی آیتوں کے۔ علیٰ ہذا القیاس ایسی حدیثوں کی کہ جو وحی غیر متلو کہی
جاتی ہیں۔ یہی معنے ہوئے کہ جس نے مومن کو قصداً قتل کیا اسکا بدلہ ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے اگر اللہ
اسکے گناہ کو بخشنا نہ چاہے اور نہ بخشے اور جو کوئی برا عمل کرے گا اسکا بدلہ دیا جاویگا۔ اگر اس کو
نہ بخشے اور بخشنا نہ چاہے علیٰ ہذا القیاس۔ اندریں صورت جب عذاب کے وعدے کے ساتھ ہی یہ فرمادیا
کہ یہ وعدہ حتمی نہیں ہے بلکہ اگر ہم چاہیں گے عذاب کرینگے اور اگر چاہیں گے تو بخشدینگے اگر بخشدیا
اور عذاب نہ کیا تو خلف وعید کہاں لازم آیا پھر کیا ضرور ہے کہ خلف وعید کو کرم اور عفو قرار دے کر خدا پر

تجویز کیا جائے۔ اسیوجہ سے اُن بعض اشعریوں کو مولانا شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ نے ظاہر ہیں قرار دیا ہے
اور علامہ شیخزادہ علیہ الرحمۃ نے اس مذہب کے ضعیف ہونے پر یہ قول علامہ رازی علیہ الرحمۃ تفسیر کبیر
سے نظم الفرائد میں نقل کیا ہے واذا جاز الخلف فی الوعید لغرض الکرم فلم لا یجوز الخلف
فی القصص والاخبار لغرض المصلحۃ ومعلوم ان فتح ھذا الباب یفضی الی الطعن فی القرآن
وکل الشریعۃ۔ انتہی بلفظہ۔ یعنی جب بغرض اظہارِ شانِ عفو وکرم وعدہ عذاب کا کہ کے اُسکے مخالف
کرنا جائز سمجھا جاویگا تو پھر یہ بھی کہہ سکیں گے کہ بعض قصے اور خبروں کو بھی اللہ نے بغرض کسی مصلحت کے
مخالف واقعہ کے بیان کر دیا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ اور ایسے قولوں سے قرآن مجید بلکہ ساری شریعت پر
جو جو طعن وارد ہوں گے وہ سب جانتے ہیں۔ بہر نہج حنفی شافعی اشعریہ۔ ماتریدیہ کیسے ضعیف بلکہ
اضعف قول سے بھی یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ جس امر پر جھوٹ اور کذب کا اطلاق کریں اُس امر کو
ذاتِ خداوند کریم سے ممکن بھی سمجھیں۔ اسواسطے کہ جب کذب ممکن ہوگا تو ضرور ہے کہ خدا سے زوالِ
صدق بھی ممکن ہوگا۔ اور جو صفت زائل ہو سکے وہ صفت حادث ہوتی ہے اور خدا تعالی حادث
صفتوں سے پاک ہے جو کوئی اُسکے واسطے صفتِ حادث ثابت کرے وہ مسلمان نہیں یہی وجہ ہے
کہ جب مسئلہ امکانِ کذب کا ان نئے مدرسینِ دیوبند میں پھیلا اور مولوی خلیل احمد کے قلم سے بھی بمقابلہ
مولٰنا عبد السمیع صاحب مرحوم ومغفور رسالہ براہین قاطعہ میں نکل گیا۔ اور غالباً بن سوچے سمجھے مولوی
رشید احمد صاحب نے بھی اسپر تقریظ لکھ ڈالی اور پھر سب کو بات کی نیچ پڑ گئی۔ مولوی عثمان صاحب بن
قاری رحیم بخش صاحب ساکن فیروزپور جھرکہ فرماتے تھے کہ مولوی سید احمد صاحب مدرس دوم مدرسہ دیوبند
سے جو یہ مسئلہ دریافت کیا گیا اُنہوں نے تو اُسکے جواب میں یہ عبارت تحریر فرمائی تھی بجنسہ مولوی عثمان
نے جو نقل کرا دی تھی اُسکے مطابق نقل کیجاتی ہے (ذات جناب باری سے امکان کذب ممتنع بالذات
اور قدرت متسع للجہات ان دونوں میں منافات سمجھنا عقل کی کوتاہی اور ایمان کی تباہی) غالباً
یہ سب مدرسین حال مدرسہ دیوبند مولوی صاحب ممدوح کے تو شاگرد ہی ہوں گے۔ مگر اب تو حضرت
مولویانِ دیوبند کے نزدیک وہ مولوی محمد قاسم صاحب جنکو تمام علماء دیوبند اور سہارنپور اور گنگوہ اور
نانوتہ اور دہلی وغیرہ بالاتفاق اپنا پیشوا اور بہت بڑا محقق جامع شریعت وطریقت مانتے تھے انکی
تحقیقات کو سب سر اور آنکھوں پر رکھتے تھے وہ بھی کچھ نہ رہے۔ اُنکے مخالف بھی کئی مسئلے جاری کر دئے

دیکھو لطائف قاسمیہ میں جمعہ کے بعد چار فرض احتیاطاً پڑھنے کے بارے میں جو انہوں نے
مولوی عبد السلام کو خط لکھا ہے اُس میں کیا کیا دلائل بیان کیئے ہیں اور کس تشدد و مد سے لکھا ہے اور
یہ حال کے مدرس اب کس زور شور سے اس احتیاط الظہر کی ممانعت کر رہے ہیں۔ اور اسی خط میں ہے
کہ جو لوگ دیہات میں جمعہ پڑھ لیتے ہیں انسے بھی دست بگریبان نہ ہونا چاہیئے۔ اور یہ لوگ جو
ایسے گانوں میں جمعہ پڑھنے والے ہیں کہ جنپر شہر کی تعریف آخر صادق آتی ہے اُنسے بھی کس درجہ
دست بگریبان ہو رہے ہیں۔ اور اس مسئلہ امکان کذب میں بھی یہ لوگ اُنکے مخالف ہی معلوم ہوتے
ہیں۔ اسواسطے کہ اُنکے ان دو جملوں سے جو انہوں نے تصفیۃ العقائد مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی میں
بجواب سر سید احمد خان بہادر تحریر فرمائے ہیں اُنکا مسلک تو موافق جمہور اہلسنت ہی معلوم ہوتا
ہے اسواسطے کہ یہ نسبت انسان کے جو عاجز ہے اگرچہ کذب یعنی جھوٹ بولنے کو بعض موقعوں پر
لغو بعض موقعوں پر نیک و داخل حسنات بعض موقعوں پر قبیح۔ اُس کتاب کے جواب پانزدہم میں لکھا ہے
مگر خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت نو صفحہ ۷ میں یہی لکھا ہے۔ کلام خداوندی
اور کلام نبوی صلے اللہ علیہ وسلم جیسے مخالف حقیقت اور مخالف واقع نہیں ہوسکتا ایسے ہی حقیقت واقع
دریافت کرنے کی صورت اس سے بہتر نہیں کہ کلام خدا اور رسول کیطرف رجوع کیا جاوے۔ اور
پھر صفحہ ۳۴ سطر ۱۵ اُسی کتاب میں لکھا ہے۔ ہاں اگر خدا اور رسول کیطرف جھوٹ بولنے کا احتمال ہو
تو البتہ ایسے تامل کی گنجایش رہے۔ انتہی۔ مختصراً بقدر الحاجۃ۔ علی ہذا القیاس رسالہ فیصلہ ہفت
مسئلہ میں جو ان مسئلوں کے متعلق جامع شریعت و طریقت علم الہدی مولانا حاجی امداد اللہ صاحب
قدس سرہ نے فیصلہ لکھ بھیجا تھا اُسکی بھی مخالفت جب ان دیوبند کے مدرسین حال سے مشہور رہے باآنکہ
حاجی صاحب ممدوح انکے اور ایک زمانے کے مسلم الثبوت پیشوا تھے۔ پھر اگر یہ ایسے تمام مخالف جمہور
اہل اسلام امکان کذب کے قائل ہو جائیں اُنکا قول جمہور اہلسنت پر موجب طعن نہیں ہوسکتا جو کوئی خلاف
جمہور قول کریگا اُسکا قول گمراہی سمجھا جاویگا۔ اور اس امر میں زیادہ تحقیق مد نظر ہے تو ہمارے اس
رسالہ یکروزہ کو فرصت سے دیکھنا۔ مگر اب پہلے مجھکو یہ تو بتادو کہ کتب فقہ میں اس ایسی کوے کو
جو کالو کالو بولتا ہے چھپا مینڈکی چڑیا کے بچے وغیرہ کو چھوٹے بڑے اور سبوں کے ہاتھ سے ٹکڑے
وغیرہ کو اُڑتا ہوا اُچک لیجاتا ہے کونسی فقہ کی کتاب میں حلال لکھا ہے۔ حضرت من بتمام فقہ کی

کتابوں میں اول یہ کلیہ لکھا ہے کہ ذوناب اور ذومخلب یعنے دانت والے اور پنجہ وار جانوروں میں سے جو شکاری جانور ہیں وہ سب حرام ہیں چنانچہ ہدایہ میں جو حدیث نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل ذی مخلب من الطیور وکل ذی ناب من السباع دلیل حرام ہونے پنجہ دار اور دانت والے شکاری جانوروں کی نقل کی ہے اُسکی شرح میں صاحب غایۃ البیان تحریر فرماتے ہیں فصار تقریر الحدیث کانہ قال نہی عن کل ذی مخلب من سباع الطیر ونہی عن کل ذی ناب من السباع فیکون المحرم بھذا الحدیث کل ذی مخلب من سباع الطیر لا کل طیر لہ مخلب یعنے یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک پنجے دار پرند اور دانت والے کو حرام فرمایا ہے۔ اُسکے آخر میں چونکہ قید درندہ کی لگادی ہے لہذا مراد حدیث میں وہ پنجہ دار پرند اور دانت والے جانور ہیں جو شکاری ہیں نہ کہ کل پنجہ دار پرند اور دانت والے جانور اور من السباع کی قید جو حدیث میں ہے اُسکی شرح میں صاحب ہدایہ تحریر فرماتے ہیں والسبع کل مختطف منتھب جارح قاتل عاد عادۃ یعنی سبع جسکی جمع سباع ہے اور ترجمہ اردو میں شکاری یا درندہ ہے اُن جانوروں کو کہتے ہیں جو اُڑتے اُڑتے مثل چیل کوؤں کے لوگوں سے گوشت۔ روٹی وغیرہ چیزوں کو۔ اور مثل چُہیا۔ مینڈکی۔ چڑیا کے بچے وغیرہ چھوٹے یا اپنے بڑے جانوروں کو اُچک لیجاویں۔ یا مثل بلی۔ کتے کے لوگوں سے بعض چیزوں کو چھین لیں زخمی کرویں۔ دوسرے جانداروں کو جان سے مارڈالیں۔ حملہ کریں۔ اور یہ سارے معاملے سکھائے سے نہیں بلکہ بمقتضائے عادت اُن سے سرزد ہوں۔ اب وہ جانور جو اُچک کر لیجانیوالے شکاری ہیں چونکہ دو قسم کے تھے۔ ایک وہ جو اُڑتے ہوئے پنجے سے اُچک لیجاویں۔ جیسے چیل۔ شکرہ۔ باز۔ لہذا انکو الگ اسطرح سے بیان کردیا وذو المخلب طائر یختطف بالمخلب یعنی پنجے کش وہ جانور ہیں جو پنجے سے اُچک کر لیجاویں۔ اور ایک وہ جو چونچ سے گوشت وغیرہ چیزوں کو مردار جانوروں کو اُنکے گوشت کو اپنے سے چھوٹے جانور جیسے چُہیا۔ چڑیا کے بچے۔ مرغی کے بچے۔ مینڈک۔ مینڈکی وغیرہ کو اُڑتے ہوئے اُچک لیجاویں اور پنجے سے دبا دبا کر کھاویں جیسے یہ دیسی کوا۔ یا بن دبائے چونچ سے ہی کھاتے رہیں۔ یا ثابت ہی مردار کے ہاڑے وغیرہ نگل جاویں۔ جیسے گِد۔ ڈھینک۔ اُلو۔ چھپکا۔ چمگادڑ۔ لہذا اس خیال سے کہ کبھی اُس قید اتفاقی سے جو بعض

فقہانے ذومخلب کی تعریف میں مثل شارح وقایہ کے پنجے سے اُچکنے کی لگادی ہے۔ ان شکاری جانوروں
کو کوئی غیر شکاری نہ سمجھ لے۔ الگ بالتصریح شکاری کر کے بیان کر دیا۔ کما فی الچلپی حاشیہ شرح الوقایہ
اعلم ان الغراب اربعۃ انواع نوع یاکل الحبوب فقط یقال لہ غراب الزرع کما سیاتی۔
فھو حلال اتفاقا لانہ لیس من سباع الطیور ولا یاکل الجیف[1] و نوع یاکل نخسب فھو
حرام اتفاقا و نوع معدودۃ من سباع الطیر فھو حرام اتفاقا ایضا و نوع یجمع بین الحب
والجیفۃ وھو حلال عند الاعظم رحمہ اللہ علیہ وھو العقعق الذی یقال لہ بالفارسیۃ
عکہ لانہ کالدجاجۃ وعن الثانی انہ یکرہ یعنی تحقیق کوے کی چار قسم ہیں۔ ایک وہ جو صرف
دانہ کھاتا ہے اور اُسکو دشتی کوا کہتے ہیں وہ باتفاق سب کے نزدیک حلال ہے۔ دوسرا وہ جو فقط مردار
سڑا ہوا گوشت کھاتا ہے وہ باتفاق سب کے نزدیک حرام ہے۔ تیسرا وہ جو شکاری پرندوں میں شمار
کیا جاتا ہے وہ بھی اتفاقا سب کے نزدیک حرام ہے۔ چوتھا وہ جو مردار سڑا ہوا گوشت اور دانہ دونوں
کو کھاتا ہے وہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک حلال ہے اُسکا نام عقعق ہے۔ اُسکو فارسی میں عکہ
کہتے ہیں اسواسطے کہ وہ مثل مرغی کے ہے۔ اور امام ابویوسف رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک وہ مکروہ ہے،
اور ظاہر ہے کہ کوؤں میں یہی دیسی کوا شکاری ہے جو چوہیا۔ گلہری کے۔ مرغی کے چڑیا کے
بچوں کو شکار کرتا ہے۔ علاوہ اسکے اگر کوئی کوا ایسا کہیں ہوتا ہو جو پنجے سے چیل کیطرح شکار کرتا ہو
اور شکاری بھی اُسیکو کہتے ہیں جو پنجے سے اُچکے تو اس کوے کی حلت کا فتویٰ دینے والے بشہادت
کتب معتبرہ بتلاویں۔ اور پھر روایت قاضیخان کہ فکان الاصل عندہ ان مایخلط النجاسۃ
بشئ اخر کالدجاجۃ لاباس بہ (یعنی امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک یہ قاعدہ ٹھہرا کہ جو جانور نجاست
کو دوسری چیز کے ساتھ ملا کر کھاوے اسکا کچھ ڈر نہیں) مقابل میں لیکر آویں۔ علاوہ بریں پہلے اپنے
بزرگوں کی تحقیقات کو تو دیکھ لیں۔ جناب مولانا شاہ اہل اللہ صاحب قدس سرہ برادر حضرت مولانا شاہ
ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ محدث دہلوی ترجمہ کنز الدقائق میں جسکا اردو ترجمہ مولوی محمد احسن صاحب
صدیقی نانوتوی مرحوم برادر مولوی محمد مظہر صاحب مرحوم مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور نے

---

[1] غیاث اللغات میں ہے۔ جیف بکسر اول و فتح دوم جمع جیفہ کہ بمعنے حیوان مردہ بو گرفتہ است۔ از صراح۔ و
جیفہ بالکسر حیوان مردار بو گرفتہ۔ از منتخب و لطائف و کنز۔ اسیواسطے ترجمہ میں جیفہ کے معنے سڑے ہوئے
گوشت کے کئے گئے ہیں ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

مسمّٰے باحسن المسائل کیا ہے۔ اسطرح تحریر فرماتے ہیں" جو کوا کھیتی کھاتا ہے اور ناپاکی نہیں کھاتا
حلال ہے مگر جو کوا ابلق کہ مردار کھاتا ہے حرام ہے۔ اور مراد ابلق سے یہی دیسی کوا ہے کہ اسکی
گردن کا رنگ بہ نسبت پروں کے سفید ہوتا ہے اسکا کھانا حرام ہے فقط۔ اور فائدہ ترجمہ آیۃ
اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ کے آخر آیت اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ کے ترجمہ اردو
کے آگے جو ایک کا ہندسہ دیکر موضح القرآن سے حاشیہ صفحہ ۱۴۳ قرآن مترجم بہ ترجمتین مطبوعہ
ہاشمی ۱۲۸۲ھ میں لکھا ہے۔ اُس میں رحمۃ اللہ شاہ عبدالقادر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت نے جو چیزیں
منع فرمائیں معلوم ہوا کہ وہ ستھری نہیں جیسے پھاڑنے والا جانور چوپایہ یا پرندہ مثلاً شیر۔ چیتا
باز۔ چیل اور اسی میں داخل ہوئے مردار خوار سارے کوا[1] وغیرہ الخ۔ پھر آپ نے اُن بعض علما۔
دیوبند کے کوّے کھا لینے پر کہ جنہوں نے فقط نجاست اور دانہ ملا کر کھانے والے جانوروں پر
مثل عقعق مرغی کے قیاس کرکے[2] اس دیسی کوّے کو حلال کر لیا۔ نہ اُسکے مردار خور ہونے پر نگاہ ڈالی
نہ شکاری ہونے کی طرف دیکھا نہ فاسق ہونیکا خیال کیا نہ اپنے بلکہ تمام ہندوستان کے بزرگوں کی
تحقیق کو مدنظر رکھا حنفیت کو کیسے منحصر کر دیا۔ حضرت من۔ اس دیسی کوّے فاسق مردار خوار
شکاری کو تو تمام کتب فقہ میں حرام لکھا ہے۔ اور جو کوّا مختلف فیہ ہے جو فقط نجاست اور دانہ
مثل مرغی کے ملا کر کھاتا ہے اُسکو عربی میں عقعق اور فارسی میں عکہ کہتے ہیں اور اردو میں مہوکا
کہتے ہیں اُسکو کتاب "مالابدمنہ" میں مکروہ لکھا ہے۔ چنانچہ مالابد کی کتاب التقوٰی میں ہے۔
"وزاغ کہ دانہ و نجاست ہر دو میخورد مکروہ است"۔ اُسی کی نسبت صاحب غایۃ الاوطار کوّے
ابلق اور کالے کی تین قسمیں بیان کرکے آخر میں فرماتے ہیں" تیسرا قسم کا وہ کوّا ہے جو کبھی نجاست کھاتا
ہے کبھی دانہ کھاتا ہے۔ وہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ تحریمی اور امام کے نزدیک مکروہ نہیں ہے

---

[1] حالانکہ ابن ماجہ شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت قاسمؒ سے اور زرقانی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حاشیہ
زیلعی مسمی بہ شلبی میں حضرت عروہؓ سے بالاتفاق یہ مضمون جامع مروی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا من یاکل الغراب وقد سماہ
النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فاسقا۔ یعنے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کوّے کو فاسق فرما دیا پھر کون کوّے کو
کھا سکتا ہے۔ اور عمدۃ القاری میں علامہ عینی کا اور فتح الباری میں ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول ہے
کہ باتفاق علما عقعق اور غراب الزرع یعنے مہوکا اور دشتی کوّے کے سوا جسکے پنجے اور چونچ سرخ ہوتے ہیں سب کوّے غراب
البقع کے حکم میں داخل ہیں جو باتفاق حرام ہے ۱۲ منہ غفر اللہ ولوالدیہ۔
[2] چنانچہ ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر اس کوّے کو فاسق فرما کر فرماتے ہیں۔ واللہِ ماہو من الطیبات ۱۲ منہ

اور اس امر کے متعلق اور زیادہ تحقیق منظور ہو تو رسالہ قول الصواب اور رسالہ زیغ زاغ کو لیجئے اور ملاحظہ کیجئے۔ اور اب اصل مدعا کیطرف توجہ فرمائیے۔ اور اب بھی کوئی شبہ باقی ہے تو بیان کیجئے۔

محمدی۔ مولانا جزاک اللہ۔ یہاں ہٹ دھرمی کا تو ذکر نہیں جیسا ہماری جماعت قلیل کا خاصہ ہے ورنہ ہر بات کی اسوقت تو میری پوری تشفی ہو گئی ہیں تو آپ کو معمولی آدمی سمجھا ہوا تھا مگر آپ کی تحقیق سنکر تو آنکھیں کھل گئیں اور جو میں مثل اپنے ہم مشربوں کے اپنے آپ کو بڑا محقق سمجھتا تھا اسکی کیفیت معلوم ہو گئی اب میں دو روز کی اجازت چاہتا ہوں کہ اس مدت میں رسالہ قول الصواب اور زیغ زاغ کو بھی دیکھ لونگا۔ اور یہ تحقیق تقلید کی جو آپنے لکھوادی ہے اسکو بھی اپنے ہم مشرب مولویوں کے ساتھ ملکر دیکھونگا تاکہ اور کوئی شبہ پیدا ہو تو اسکو بھی آپسے رفع کر لوں اور پھر اطمینان سے توبہ کروں اور شاید میرے ساتھ اور بھی دو چار اس طریق سے توبہ کر لیں۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

مقلد۔ وعلیکم السلام مولویصاحب اسکا مضائقہ نہیں مگر دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ بلحاظ اپنے ہم مشربوں کے چپ بیٹھو اور نہ آؤ۔ کہو تو میں ہی پرسوں آپکے مکان پر حاضر ہوں خدا کرے آپ اسی انصاف پر قائم رہیں

محمدی۔ مولانا اب ایسا نہیں ہوسکتا۔ انشاء اللہ میں ہی ضرور حاضر ہونگا۔ اب آپ کی تقریر میرے دل میں کھب گئی ہے۔ والسلام علیک۔

محمدی۔ السلام علیکم۔

مقلد۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ فرمائیے۔ کوئی اور شبہ تو نہیں پیدا ہوا۔ اور ان دونوں رسالوں کو کیسا پایا۔

محمدی۔ مولانا ماشاء اللہ۔ رسالہ یکروزہ تو آپنے خوب ہی بلا تعصب انصاف کے ساتھ لکھا ہے۔ اور یہ تقریر جو آپنے مجھکو لکھوادی یہ کیا کچھ کم ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ علماء گنگوہ اور دیوبند بھی اگر اسکو دیکھ لیں گے اور میدان انصاف میں ذرہ بھی قدم رکھتے ہوں گے تو اپنی بات کی پیچ اور اپنے سخن کا پاس چھوڑ دینگے اور بجز پاس سخن حق یہ ہے کہ غالباً انکا امکان کذب کا ہرگز عقیدہ بھی نہ ہوگا۔ اور رسالہ قول الصواب اور زیغ زاغ بھی فی الواقع اسم بامسمّیٰ قول الصواب اور زیغ زاغ ہی ہے اور زاغ خوری سے میں نے سنا ہے کہ اب خود دیوبندی گنگوہی بھی اپنے دلوں میں شرمندہ ہیں۔ ورنہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے رسالہ زیغ زاغ اور قول الصواب کا کچھ تو جواب دیتے مگر

کیا کریں اب جو بات مُنہ سے نکل گئی وہ کسطرح لوٹے. مگر غضب ہے کہ بعضے مرید سیدھے سادے تو اسکو ایمان سمجھ لیتے ہیں چنانچہ مولوی حسن صاحب بن مولوی محمد مرید صاحب مغفور تو میوات میں اس درجہ کوے کھانے کی ترغیب دے رہے ہیں کہ گویا بغیر اسکے کھائیکے مسلمان ہی نہیں۔ نعوذ باللہ۔ ایسے لوگ حنفیوں کو بدنام کرتے ہیں۔ اور یہ دلیلیں تقلید کی جو آپ نے بیان کیں یہی لاجواب ہی ہیں۔ مگر با اینہمہ اسکی کیا وجہ ہے کہ جب ان چاروں اماموں کے کل اقوال معہ بیان راجح مرجوح وغیرہ امور ضروری منقول چلی آتی ہیں اور انہیں میں سے کسی ایک امام کی تقلید پر سواد اعظم امت مرحومہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اتفاق بھی ہو گیا پھر مقلدین امام اعظم رحمہ اللہ بعض قولوں پر امام کے کیوں نہیں عمل کرتے۔ دیکھو فتاوے عالمگیری میں ہے وفی نوادر داؤد بن رشید عن محمد رحمہ اللہ فی رجل لیس بفقیہ ابتلی بنازلۃ فی امرأۃ فسأل عنہا فقیہا فافتاہ بامر من تحلیل او تحریم فعزم علیہ وامضاہ ثم افتاہ ذالک الفقیہ بعینہ او غیرہ من الفقہاء فی امرأۃ اخری لہ فی عین تلک النازلۃ بخلاف ذالک فاخذ بہ وعزم علیہ وسعہ الامران جمیعا ولوکان ہذا الرجل سال بعض الفقہاء عن نازلۃ فافتاہ بحلال او حرام فلم یعزم علی ذالک فی زوجتہ حتی سال فقیہا آخر فافتی بخلاف ما افتی بہ الاول فامضاہ علی زوجتہ وترک فتوی الاول وسعہ ذالک ولوکان امضی قول الاول فی زوجتہ وعزم علیہ فیما بینہ وبین امرأتہ ثم افتاہ فقیہ اخر بخلاف ذالک لا یسعہ ان یدع ما عزم علیہ ویاخذ فتوی الآخر قال محمد رحمہ اللہ ہذا کلہ قول ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمہما اللہ وقولنا یعنی نوادر میں امام محمد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اگر کسی ایسے شخص نے جو فقیہ یعنے مجتہد نہ تھا کسی فقیہ یعنے مجتہد سے کسی عورت کے معاملہ میں اپنے اوپر حرام ہونے کا فتوے لیکر اُس عورت کو اپنے اوپر حرام سمجھہ لیا اور اپنے سے جدا کر دیا اور پھر دوسری عورت سے جو ویسی ہی عورت کا سا ہی معاملہ واقع ہوا اور اس معاملہ میں دوسرے فقیہ یعنے مجتہد سے فتوے لیا اس نے اسی معاملہ خاص کے اعتبار سے جسکی وجہ سے پہلے فقیہ نے پہلی عورت کو حرام کہا بالکل اُس عورت کو حرام نہ بتایا بلکہ برخلاف فقیہ اول کے حلال رہنے کا فتوے دیا اور اس نے وہی قول دوسرے فقیہ کے عمل کیا اور اُس عورت کو جدا نہ کیا تو اُسکو دونوں فقیہوں کے فتوے دو عورتوں کے معاملہ میں

عمل کرنا جائز ہے ۔البتہ ایک عورت کے ایک معاملہ خاص میں ایک فقیہ کے قول پر عمل کرنیکے بعد دوسرے فقیہ کے مخالف قول پر عمل درست نہیں ہاں فقیہ اول کے قول پر عمل کرنے سے پہلے اُسکے قول کو چھوڑ دے اور دوسرے کے قول پر جو فقیہ اول کے مخالف فتوے دیتا ہے عمل کرے تو کوئی مضائقہ نہیں ۔ اور پھر امام محمد فرماتے ہیں یہی ہمارا قول ہے اور یہی ابو حنیفہ اور امام ابی یوسف رحمہما اللہ کا ۔انتہیٰ

پس اس قول پر حنفیہ کیوں نہیں عمل کرتے ۔ اگر اسپر عمل کر لیا جاوے تو مقلّدین و غیر مقلدین میں تھوڑا ہی فرق رہجاوے ۔ کہ جسکا مٹنا مٹانا کوئی مشکل نہیں بلکہ واقع میں اس قول کا اور غیر مقلدوں کا ایک منشا ہے وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ایک مجتہد کے تمام معاملات میں پابندی ضرور نہیں ۔ بلکہ اگر عالم ہے تو جس مجتہد کی دلیل باعتبار قرآن اور حدیث کے قوی پائے اُسکے قول پر عمل کرے ورنہ بموجب روایت عالمگیریہ عمل کرتا رہے ۔ ہاں غیر مقلد ہر ایک شخص کو تلاش دلیل قرآن اور حدیث کی البتہ ضرور ہدایت کرتے رہتے ہیں ۔ مگر یہ بات شاید کسی کے نزدیک بھی بُری نہ ہوگی اسواسطے کہ اسصورت میں مجرد خواہش نفس کے موافق کسی مجتہد کے قول کو چھوڑا نہ جاوے گا ۔ چنانچہ اس مضمون کی بھی روایتیں شامی ۔ میزان شعرانی وغیرہ میں موجود ہیں ۔ اور ایک معاملہ خاص میں ایک کے قول پر عمل کرکے اُسی معاملہ خاص میں جو دوسرے وقت بعض غیر مقلد دوسرے مجتہد کے مخالف قول پر عمل کر لیتے ہیں ۔ یہ امر بھی موافق روایت مذکورہ صفحہ ۱۵ سطر ۳ شامی مطبوعہ مطبع مجتبائی ہے ۔ البتہ ایک معاملہ میں ایک وقت میں ہی کئی مجتہدوں کے مختلف قولوں پر عمل جو کر لیتے ہیں ۔ مثلاً وضو میں مسح بموجب قول امام شافعی رحمہ اللہ ۔ ایک دو بال کا کر لیا اور جب مس ذکر لیا تو بموجب قول ابو حنیفہ رحمہ اللہ اُسی وضو سے نماز پڑھ لی ۔ سو اول تو ایسا تب کرتے ہیں جب اُس قول کو موافق قرآن و حدیث قوی پاویں ۔ علاوہ بریں اس میں کچھ خرابی ہو ۔ اور اتنی بات اُن کو سمجھائی جاوے تو غالباً مان بھی سکتے ہیں ۔ نہ یہ کہ مخالف قول خدا و رسول اور قول امام اعظم رحمہ اللہ ایک ہی امام کے مقلد بنجاویں ۔

مقلد ۔ بھائی صاحب مجکو افسوس اسبات کا ہے اور یہ افسوس فقط آپ پر ہی نہیں بلکہ آپ کے تمام ہم مشربوں پر ہے کہ جو بات ایک دفعہ خوب سمجھا دیجاتی ہے اسکو بوجہ محبت آزادی کے جو غیر مقلدوں کو حاصل ہے آپ صاحب اُسکو یکدم پھر بھول جاتے ہیں اور وہی پہلا قصہ گانے لگتے ہیں

مہربانِ من! بموجب قول امام بخاری رحمہ اللہ اور قول مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ اور مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ وغیرہم ابھی جو شرطیں قرآن اور حدیث پر عمل کرنیکی ہیں نے آپکو لکھوادی تھیں اور انکو مع اپنے ہم مشربوں کے آپ نے دوروز تک دیکھا۔ کیا وہ ان سب غیر مقلدوں میں اور آپ میں پائی جاتی ہیں اور جب نہیں پائی جاتیں۔ پھر اس قول کے کیا معنے کہ ایک واقعہ خاص میں بھی اگر وہ کئی مجتہدوں کے اقوال مختلف پر عمل کرتے ہیں تو جب اُن قولوں کو موافق قرآن اور حدیث کے قوی پاتے ہیں تب کرتے ہیں اور جب بعد نظر ڈالنے کے اقوال مذکورہ امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ پر آپ کا یہ قول بمعنے اور بیکار رہا تو اب اُس خرابی کو سمجھ لیجئے جو آپ کی مذکورہ صورت میں لازم آتی ہے۔

کیوں حضرت! جب کسی نے بموجب قول امام شافعی رحمہ اللہ وضو میں سر کے دو چار ہی بال کا مسح کیا تو باقی تین اماموں کے نزدیک تو یہ وضو نہیں ہوا۔ اور جب اُس ذکر کر لیا یعنے پیشاب کی جگہ کو بلا فصل کپڑے وغیرہ کے چھو لیا تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی یہ وضو نہ رہا۔ اب فرمائیے اگر اسی وضو سے اس نے نماز پڑھلی چاروں اماموں میں سے کس امام کے نزدیک یہ نماز جائز ہوگی جو اس وضو سے پڑھی گئی کہ جو وضو کسی امام کے نزدیک بھی وضو نہ تھا۔ رہی وہ عبارتِ شامی مذکورہ صفحہ ۱۵ مطبوعہ مجتبائی جس سے آپکے ہم مشربوں نے دوروز محنت کر کے آپ کو شبہ میں ڈالا ہے وہ بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ جیسے مقلد مجتہدین فی المذہب کے حق میں ہے۔ خلاصہ اُس عبارت کا یہ ہے کہ امام شرنبلالی فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا اُس سے یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ انسان پر ایک مجتہد کی پابندی ضرور نہیں بلکہ ایک قسم کے دو حادثوں میں کبھی اس امام کے قول پہ عمل کرلے کبھی دوسرے امام کے قول پر جو قول امام اول کے قول کے مخالف ہے۔ تو بھی جائز ہے بلکہ ایک امام کے قول کے موافق مثلاً اگر اپنی نماز کو درست جانکر نماز پڑھ لے اور پھر معلوم ہو کہ اس امام کے نزدیک تو یہ نماز جائز اور درست نہیں تھی مگر دوسرے امام کے نزدیک جائز اور درست ہے تو اس امام ثانی کی تقلید سے اگر اس نماز کا اعادہ نہ کرے تو بھی جائز ہے۔ چنانچہ فتاوی بزازیہ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب وہ حمام سے غسل کر کے نماز جمعہ پڑھ چکے معلوم ہوا کہ جس کنوئیں سے وہ حمام بھرا گیا تھا اُس میں چوہا مر گیا تھا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسوقت ہم اپنے مدینہ والے بھائیوں کے قول کی تقلید کرتے ہیں جو وہ فرماتے ہیں کہ جب پانی قلتین کی مقدار کو پہونچ جاوے اُس میں نجاست اثر نہیں کرتی۔ اب فرمائیے

امام شرنبلالی نے اپنے قول پر جو فعل امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے دلیل پکڑی اس قرینہ سے یہ امر ظاہر ہے یا نہیں کہ یہ قول بموجب ایک روایت غیر مفتی بہ امام کے امام ابو یوسف رحمہ اللہ جیسے مقلدوں کی شان میں ہے جو مجتہد فی المذہب ہیں۔ ورنہ یہ روایت اور وہ روایت بحر الرائق اور فتاوی بزازیہ کی کہ اگر قاضی مجتہد نہ ہو اور مخالف اپنے مذہب کے کوئی حکم نافذ کردے وہ حکم اسکا صاحبین یعنے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک بھی نافذ ہو جاویگا اور بعد نفاذ اُسکے حکم کو کوئی دوسرا قاضی نہیں توڑ سکتا بمقابلہ روایت ہدایہ کے جو ظاہر الروایت ہے ہرگز قابل اعتبار نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ ہدایہ کی کتاب ادب القاضی میں ہے ولو قضی القاضی فی المجتہد فیہ مخالفا لرأیہ ناسیا لمذہبہ نفذ عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ وان کان عامدا ففیہ روایتان ووجہ النفاذ انہ لیس بخطأ یقینا وعندہما لاینفذ فی الوجہین لانہ قضی بما ہو خطاء عندہ وعلیہ الفتوے[ا]۔ یعنی قاضی مجتہد نے اگر اپنے مذہب کو بھولکر مخالف اپنی رائے کے اُس مسئلہ میں جس میں اجتہاد کی گنجائش ہے اور کسی دوسرے مجتہد کی رائے اسکی رائے کے مخالف تھی اُسی مخالف رائے کے موافق حکم جاری کردیا تو ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ حکم نافذ ہو جائیگا اور اگر قصداً مخالف اپنے مذہب کے حکم جاری کیا ہے تو ایک روایت میں امام کے نزدیک اب بھی وہ حکم نافذ ہو جاویگا[ا] اسواسطے کہ دوسرے مجتہد کی رائے سے مطابق ہونے کی وجہ سے وہ حکم یقیناً خطا نہیں ہو سکتا اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اور بموجب دوسری روایت کے جو امام سے مشہور ہے امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بھی وہ حکم نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ اسکے گمان میں تو وہ حکم جو مخالف اپنی رائے کے موافق قول دوسرے مجتہد کے نافذ کیا ہے خطا ہی تھا اسیواسطے بوجہ قوی ہونے دلیل دوسری روایت کے جو امام سے منقول ہے اور اختیار کرنے صاحبین کے اس روایت کو صاحبین ہی کی روایت مختار پر فتوے ہے اور مبسوط سے بھی صاحب شامی نے روایت مختار صاحبین پر ہے فتوے نقل کیا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر صاحب شامی

[ا] واضح ہو کہ امام سے جو ایک روایت میں مروی ہے کہ قصداً بھی اگر قاضی برخلاف اپنے مذہب کے حکم جاری کردے وہ نافذ ہو جاویگا اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ قاضی کو ایسا کرنا بھی جائز ہے اسیواسطے صاحب شامی تحریر سے بعد نقل روایت مذکور تحریر فرماتے ہیں۔ واجاب فی التحریر بان قول الامام بالنفاذ لایوجب حل الاقدام علی ہذا القضاء یعنی امام کی روایت نفاذ سے یہ لازم نہیں آتا کہ قاضی کو ایسا کرنا جائز بھی ہو جسطرح فاسق کی گواہی پر اگر قاضی نے کوئی حکم جاری کردیا وہ نافذ ہو جاوے گا مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایسا کرنا بھی قاضی کو درست ہو۔ چنانچہ بحوالہ بحر الرائق فتح القدیر کی یہ عبارت نقل فرماتے ہیں۔ ومقتضی الدلیل ان لایحل ان یقضی بہا فان قضی جاز۔ انتہی۔ ومقتضاہ الاثم انتہی۔ پس نفاذ سے جواز ایسی حرکت کا ثابت نہیں ہوتا۔ اور یہاں ابھی روایت نفاذ میں ہی کلام ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ۔

روایت مذکورہ بحرالرائق اور فتاوی بزازیہ یہ نقل کر کے فرماتے ہیں کہ روایت بحرالرائق قابل توجہ کرنیکے نہیں ہے، اور بزازیہ کی روایت اس امر پر محمول ہوسکتی ہے کہ روایت غیر مفتی بہ اور ضعیف جیسے امام سے نفاذ حکم کے مروی ہے صاحبین سے بھی مروی ہو ورنہ صاحبین سے جب بموجب روایت مفتی بہ ہدایہ اور مبسوط یہ ثابت ہوچکا کہ اگر قاضی مجتہد بھی مخالف اپنے مذہب کے حکم جاری کر دے تو جاری نہیں ہوسکتا پھر صاحبین کے نزدیک قاضی مقلد کا حکم برخلاف فتوے اپنے امام کے کیونکر جاری ہوسکتا ہے لہذا در مختار میں صراحۃً لکھدیا ہے واما المقلد فلا ینفذ قضاءه بخلاف مذهبه اصلا كما فی القنیۃ۔ یعنے قنیہ میں ہے کہ قاضی مقلد کا حکم برخلاف فتوی اپنے امام کے ہرگز نافذ نہیں ہوسکتا۔

اور مبسوط کا اُن کتب ظاہر الروایات سے ہونا تو ظاہر ہی ہے جنکو مولانا شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ صاحب شامی تصانیف مشہورہ مجتہدین فی المذہب سے مثل خبر متواتر اور مشہور کے معتبر اور مشہور تحریر فرماتے ہیں مگر ہدایہ بھی وہ معتبر کتاب ہے کہ صفحہ ۲۸ فصل فی المجتہد فی المذہب عقد الجید میں مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ نوادر کے نسخے جو ہمارے زمانے میں پائے جاتے ہیں انکی روایتوں کو امام محمد۔ امام ابویوسف رحمہما اللہ کیطرف نسبت کرنا درست نہیں ہے اسواسطے کہ طریق مشہور سے یہ نسخے ہمارے زمانے میں نہیں پہونچے۔ ہاں کسی معتبر مشہور کتاب میں جیسے ہدایہ اور مبسوط ہے اگر نوادر کی کوئی روایت پائی جائے تو ان کتابوں کے اعتبار کی وجہ سے وہ روایت مان لی جاوے گی اور شامی کی روایت مسائل نوادر اور کتب ظاہر الروایۃ کی نسبت جو ہے وہ بھی سُن لیجیے تاکہ نوادر کی روایت جو فتاوی عالمگیری سے آپ نے نقل کی ہے اُسکی حقیقت بھی آپ پر کھلجاوے اور معلوم ہوجاوے کہ کتب فقہ سے فتوی دینا بھی بغیر اُستاد سے پڑھنے اور سیکھنے کے درست نہیں ہے۔ دیکھو شامی میں ہے کتب ظاهر الروایۃ کتب محمد الستۃ المبسوط[۱] والزیادات[۲] والجامع الصغیر[۳] والسیر الصغیر[۴] والجامع الکبیر[۵] والسیر الکبیر[۶] وانما سمیت بظاهر الروایۃ لانها رویت عن محمد بروایات الثقات فهی ثابتۃ عنه اما متواترة او مشهورة الثانیۃ مسائل النوادر وانما قیل لها غیر ظاهر الروایۃ لانها لم ترو عن محمد بروایات ثابتۃ صحیحۃ کالکتب الاولی۔ یعنی مبسوط وغیرہ کو ظاہر الروایت اسوجہ سے کہتے ہیں کہ وہ مرتبہ خبر متواتر اور مشہور کو پہونچی ہیں۔ امام محمد رحمہ اللہ سے

بذریعہ روایت ثقہ راویوں کے اور نوادر کے مسائل امام محمد رحمہ اللہ سے بذریعہ روایت صحیحہ نہیں روایت کئے گئے۔

اب فرمایئے بمقابلہ روایت ہدایہ اور مبسوط نوادر کے روایت کیونکر معتبر سمجھی جاوے اگر فتاوی عالمگیریہ کا مرتبہ مبسوط اور ہدایہ کی برابر ہوتا تو اُسکے اعتبار پر مان لیتے مگر اول تو شروح کے مقابل میں مرتبہ فتاوی کا کم ہے۔ اور پھر مبسوط اور ہدایہ کے مقابلہ میں تو کچھ بھی نہیں۔ مگر خیر اگر اُس روایت کو معتبر مان بھی لیں تو کیا اُس عبارت کے یہ معنے نہیں ہو سکتے کہ مراد فقیہ اول اور فقیہ آخر سے مجتہدین فی المذہب مثل امام محمد امام ابو یوسف امام زفر وغیرہ ہیں کہ جن سب کے اقوال سے مذہب حنفی مرکب ہے، یا مجتہد فی المسائل یا حافظ روایات فقہ۔ اسواسطے کہ عرف فقہا میں انکو بھی فقیہ کہتے ہیں اور یہ سب زمرہ مقلدین میں داخل ہیں۔ اور ان میں جو باہم بعض روایات میں اختلاف ہے بموجب قواعد رسم المفتی ان میں سے کبھی کسیکی روایت پر کبھی کسی دوسرے کی روایت پر بحسب ظہور قوت اور ضعف دلیل کے یا بوجہ فتوے مختلف دینے دو مفتیوں کے جو دونوں حنفی ہیں بموجب اختلاف روایات اور اختلاف اپنی اپنی سمجھ کے عمل کر لینا عین تقلید امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہے۔ ایک مذہب کے مختلف فقیہوں کے مختلف فتوے پر عمل کرنے سے جب وہ فتوے بروایت صحیح ثابت ہو جاوے اُس مذہب کی تقلید سے نہیں نکلتا اسواسطے کہ انکا کوئی حکم مخالف رائے امام نہیں ہوتا چنانچہ علامہ شامی درر سے نقل فرماتے ہیں اذا حکم الحنفی بمذہب ابی یوسفؒ او محمدؒ ونحوہما من اصحاب الامام فلیس حکما بخلاف رایہ یعنی اگر حنفی امام ابو یوسفؒ یا محمدؒ وغیرہ اصحاب امام کے کسی قول کے موافق فتوے دیدے تو وہ حکم مخالف رائے امام کے نہیں ہوتا۔ اور میزان شعرانی وغیرہ کی روایتوں کا بلکہ جتنی اس قسم کی روایتیں ہیں اُن سب کا حال ہم جواب سابق میں روایت امام بخاری رحمہ اللہ اور شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ اور روایت میزان وغیرہ کے ساتھ مفصل پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ یہ سب روایتیں مجتہد فی المذہب کی شان میں ہیں نہ ہر خاص و عام کی شان میں۔ اب بھی اگر کوئی شک رہا ہو تو کہدو۔ اور یاد رکھو کہ اس قسم کے شبہ میں ڈالنے والے اقوال بہت ہیں اور غالبًا حتی الوسع اس قسم کے سارے ہی قولوں کو مولوی نذیر حسین صاحب نے معہ اپنی تحقیقات کے معیار الحق میں جمع کر دیا ہے مگر انکی تحقیقات کے جوابات دندان شکن نہایت تحقیق کے ساتھ ہمارے مولانا سید العلما

سند الاصفیا سیدی ومولائی اُستاذی مولانا ارشاد حسین صاحب فاروقی مجددی قدس اللہ سرہٗ نے انتصار الحق
میں مع نقل بہت سے اقوال متقدمین فقہائے کے وجوب تقلید میں خوب ہی بسط کے ساتھ بیان کیے ہیں اگر
آپ کو یا آپ کے احباب کو ایسے قولوں کی پورے طور سے تحقیق منظور ہو تو یہ انتصار موجود ہے بنظر
انصاف دیکھو۔ مگر اسکے دیکھنے کے واسطے کچھ علم کی بھی ضرورت ہے لہذا جو شبہ ہو ہم سے رفع کرتے جاؤ۔
اور مجرد کسیکے کہنے کے کہ انتصار کا بھی جواب ہو چکا ہے تقلید نہ کرو بلکہ اُس جواب کو منگوا کر پاس رکھ لو
مولانا ممدوح سے بھی بعض نے آپکے زمانۂ حیات میں ذکر کیا تھا مگر میں نے مولانا امداد حسین صاحب
قدس سرہٗ برادر کلاں حضرت مولانا سے اُسی زمانہ میں سنا تھا کہ مولانا ممدوح قدس سرہٗ نے اُس جواب کو
منگوا کر ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ عقلا کے نزدیک یہ جواب خود مصنف کی لیاقت فہم ظاہر دکھا رہا ہے اسکے
جواب الجواب کی کیا حاجت ہے۔ بہر نہج اُسکو بھی منگوا لو اور دونوں کو دیکھتے جاؤ پھر ہم بھی دیکھیں
کہ بعد سمجھ لینے انتصار کے پھر اس قسم کے قولوں سے بہ نسبت وجوب تقلید کوئی شبہ کسطرح
پیدا ہوتا ہے۔

محمدی ۔ مولانا! جب ایک ہی مذہب کے مقلدوں سے جو مجتہد منتسب یا مجتہد فی المذہب
ہیں مختلف روایتیں مخالف قول امام کے منقول ہیں اور آپ اول فرما چکے ہیں کہ یہ سب اصول میں امام
ہی کے مقلد ہیں اور آپ بحوالہ شامی فرما چکے کہ ان سے کوئی بھی روایت مخالف رائے امام منقول
نہیں۔ اندریں صورت یہ بات لازم آتی ہے کہ امام کے نزدیک جو بعض چیزیں اور بعض امور حرام
ہیں وہی بعض حلال بھی ہیں اور جو بعض چیز ناپاک ہیں وہ پاک بھی ہیں اور جو بعض امور فرض ہیں وہ
جائز بھی ہیں اور یہ بات بالکل خلاف عقل و نقل ہے۔ منار میں ہے والحق فی موضع الخلاف واحد
یعنے جس مسئلے میں اختلاف ہو وہاں حق تو ایک ہی بات ہوتی ہے یہاں کیا کیجیے کہ ایک ہی امام کے
نزدیک جو بعض چیزیں حلال ہیں وہی بعض حرام ہیں۔ اب مقلد ان دونوں باتوں میں سے کسکو
حق سمجھے اور اپنے امام کے ایسے مختلف قولوں میں سے کس پر عمل کرے کس پر فتویٰ دے۔؟

مقلد ۔ اُسی طریق پر عمل کرے اور اُسی طریق پر فتویٰ دے جس طریق کو ہم ابھی بجواب
سوال ششم میں بیان کر چکے ہیں اور ہر ایک قول کی دلیلیں جو کتب فقہ اور حدیث میں موجود ہیں اُن میں سے
ہر ایک دلیل کی قوت اور ضعف پہچاننے کی اگر قوت نہ ہو تو اتنی بات ضرور مد نظر رکھنی چاہیے کہ جبتک

مشہور کتابوں کی روایت ملے غیر مشہور کتابوں کی روایت پر جبتک یہ نہ معلوم ہو جاوے کہ یہ روایت
کس معتبر کتاب سے نقل کی ہے اور بدوں دیکھنے شروح کے مختصر کتابوں پر مثل کنز اور نہر کے بھی
فتویٰ نہ دے۔ چنانچہ شامی میں ہے فلا یجوز الافتاء مما فی الکتب الغریبۃ یعنے غیر مشہور کتابو
پر فتوے دینا جائز نہیں وفیہ انہ لایجوز الافتاء من الکتب المختصرۃ۔ اور پھر اصحاب متون جس
روایت کی تصحیح کریں اُسکو مقدم سمجھے ورنہ پھر متون کی روایتوں میں سے مسائل ذوی الارحام میں
امام محمدؒ کے قولوں کو اور قضا میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قولوں کو مقدم رکھنا چاہیئے اور بصورت
مقابلہ شروح اور متون تو پھر متون ہی مقدم رکھی جاوینگی۔ چنانچہ علامہ شامی بحوالہ شرح بیری تحریر
فرماتے ہیں وھذا عند عدم ذکر اھل المتون للتصحیح والا فالحکم بما فی المتون کما لایخفی
لانھا صادت متواترۃ یعنے یہ قاعدہ کہ مسائل ذوی الارحام میں امام محمدؒ کے قولوں کو اور قضا
میں امام ابو یوسفؒ کے قولوں کو مقدم رکھنا چاہیئے۔ جب ہے کہ اصحاب متون کسی قول کی تصحیح نہ
بیان کریں۔ ورنہ شروح وغیرہ پر متن ہی مقدم رہتا ہے اسواسطے کہ متون کی روایتیں بطریق تواتر
منقول ہوتی چلی آتی ہیں۔ اور یہ جو آپنے فرمایا کہ ایک ہی چیز کا حلال بھی اور حرام بھی ہونا ایک ہی امام
کے نزدیک خلاف نقل وعقل ہے سو بیشک یہ امر باعتبار ایک زمانے اور ایک قسم کے لوگوں کے
ایسا ہی ہے ورنہ باعتبار مختلف زمانوں کے مختلف شہروں کے مختلف مرتبے کے لوگوں کے اور بدلنے
حالات آدمیوں کے شرعی حکموں کا مختلف ہوتے رہنا ظاہر ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ ابتدا زمانہ
سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم میں عورتوں پر پردہ مطلقاً فرض نہ تھا۔ جب منافقوں اور زانیوں کی فتنہ
انگیزی ظاہر ہوئی اور بجہت عادت قدیم ایام جہالت اِدھر عورتیں بے حجاب نکلتی رہیں اُدھر یہ شریر
لوگ اپنی عادت بد سے باز نہ آئے۔ اللہ جلشانہ نے بمقتضائے حکمت کاملہ آہستہ آہستہ حکم حجاب
نافذ فرمانا شروع کر دیا اسواسطے کہ یکدم پرانی عادت کا چھوٹنا بموجب قانون قدرت بہت نادر ہے
اور اول عورتوں کی نسبت تو یہ حکم نافذ فرمایا یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ
وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ قال القاضی عبد اللہ بن عمر فی تفسیر
البیضاوی یغطین وجوھن وابدانھن بملاحفھن اذا برزن لحاجۃ یعنے اے
ہمارے رسول اپنی بیبیوں اور بیٹیوں اور نیز مومنوں کی بیبیوں سے کہدو کہ اپنی چادروں میں

لپٹی رہا کرو۔ قاضی بیضا فرماتے ہیں کہ معنے آیت کے یہ ہیں کہ ان سے کہدو جب کسی ضرورت کیواسطے
باہر نکلو تو اپنے منہ کو اور تمام بدن کو چادروں سے ڈھانک لیا کرو۔ چنانچہ شاہ عبدالقادر علیہ الرحمۃ بھی
بموجب تفسیر بیضاوی ترجمہ آیت اسطرح تحریر فرماتے ہیں۔ کہو اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیوں کو
اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو کہ جب گھر سے باہر نکلیں تو نیچا چھوڑیں سر سے اپنی
چادروں کو جو موہنہ اور بدن ڈھکے اور بدکاروں اور منافقوں کی نسبت آیۂ مذکورہ کے ساتھ ہی یہ حکم
نازل ہوا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ
بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا۔ یعنے
باوجود عورتوں کے چھپ کر نکلنے کے اب بھی اگر منافق اور دلوں کے بیمار اور بدخبری اُڑانیوالے
مدینہ میں باز نہ آوینگے تو پھر ہم تمکو ایسا انکے پیچھے ڈالیں گے کہ پھر وہ تھوڑے دن بھی مدینے میں دُر
پھٹ پھٹ ہی میں رہیں اور جہاں ملیں پکڑے جاویں اور مارے جاویں۔ پھر جب بعض عورتوں کیطرف سے
قصور ظاہر ہوا اور بعض مومنوں کو بھی دیکھا گیا کہ عورتوں کیطرف بلاضرورت بھی دیکھنے لگتے ہیں۔
اور ظاہر ہے کہ جتنے فساد زنا وغیرہ کے دنیا میں برپا ہوتے ہیں انکی بنا مرد عورت کا آپسمیں ایکدوسرے
کو دیکھنا ہی ہے۔ لہذا فرمایا قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ
اَزْكٰى لَهُمْ وَاَطْهَرُ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ۔ یعنے اے محبوب ہمارے مومنوں کو کہدو کہ
اپنی نگاہوں کو غیر عورتوں سے بند رکھیں اور شرمگاہوں کی زنا سے حفاظت کریں یہ بات انکی لئے
بہت ہی خوبی اور پاکی کی ہے۔ بیشک اللہ آگاہ ہے اُنکے تمام کرتبوں سے خواہ آنکھ سے کسیکو دیکھیں
یا کسیکی آواز پر کان لگاویں یا بُرا قصد کریں۔ چنانچہ قاضی بیضا اسکی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں
لا يخفى عليه اجالة ابصارهم واستعمال سائر حواسهم وتحريك جوارحهم وما يقصدون
بها فليكونوا على حذر منه في كل حركة وسكون۔ یعنے اللہ پر انکی آنکھوں کی گردش اور انکے
تمام حواس کے عمل اور اعضا کی حرکتیں اور ارادے پوشیدہ نہیں ہیں لہذا انکو چاہیئے کہ ہر حرکت و سکون میں اس سے
ڈرتے رہیں اور پھر رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس امر کو اور تاکید کر دیا۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں شعب
الایمان بیہقی سے مروی ہے ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لعن الله الناظر
والمنظور اليه یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ کی لعنت ہو جو اُسپر جو کسیکی

عورت کو دیکھے یعنی کسیکے اُنتنے جسم کو دیکھے جسکا ڈھانکنا فرض ہے اور اُسپر جسکا اُتنا بدن دیکھا جاوے یعنی بلا عذر اور اضطرار البیبی طرح ہو جاوے کہ اسکو کوئی دیکھ ہی لے اور ظاہر ہے کہ مرد کی عورت یعنی وہ بدن کہ جسکا ڈھانکنا فرض ہے امام کے نزدیک زیر ناف سے گھٹنے تک اور مالک رحمہ اللہ کے نزدیک فقط شرمگاہ اور سرین ہی ہیں مگر عورت کا بدن تو اتفاقاً سارا ہی عورت ہے۔ چنانچہ ترمذی شریف میں ہے عن ابن مسعودؓ عن النبی صلے اللہ علیہ والہ وسلم انہ قال المرأۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفہا الشیطان یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ عورت تو ساری ہی عورت ہے یعنی اسکا سارا ہی بدن سر سے پاؤں تک واجب الستر ہے جب وہ نکلتی ہے شیطان اسکی تاک جھانک میں رہتا ہے۔ صاحب لمعات اسکی شرح میں فرماتے ہیں لیغویہا ویغوی بہا یعنی اس غرض سے کہ اسکو بھی بہکاوے اور اُسکے ساتھ کسی اور کو بھی گمراہ کرے۔ اور نیز مشکوٰۃ شریف اور طحاوی شریف اور مسند امام احمد رضی اللہ عنہ اور ترمذی شریف اور ابوداؤد اور دارمی میں حضرت بریدہ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم النظرۃ الاولی لک والاخرۃ علیک یعنی حضرت علی فرماتے تھے کہ مجھسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی پہلی نظر تو واسطے تیرے ہے یعنی جو اچانک پڑ گئی وہ تو معاف ہے اور دوسری نظر اوپر تیرے ہے یعنی موجب وبال و نکال ہے مقصود اس حدیث میں حضرت علی کے مخاطب بنانے سے یہ ہے کہ سب مسلمان سمجھ لیں کہ جب حضرت علیؓ جیسے عارف باللہ شیر خدا کو ایسا حکم ہوتا ہے تو پھر دوسرے کس گنتی شمار میں ہیں اور پھر مومن عورتوں کے واسطے آیۂ مذکورہ سے آگے اسطرح ارشاد فرمایا وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ - قال القاضی فی تفسیر البیضاوی فی تفسیرہا کالحلی والثیاب والاصباغ فضلا عن مواضعہا لمن لا یحل ان تبدی لہ الا ما ظہر منہا عند مزاولۃ الاشیاء کالثیاب والخاتم فان فی سترہا حرجا والمستثنی ہو الوجہ والکفان لانہا لیست بعورۃ والاظہر ان ہذا فی الصلوٰۃ لا فی النظر فان کل بدن الحرۃ عورۃ لا یحل لغیر الزوج والمحرم النظر الی شیء منہا الا لضرورۃ[1] کالمعالجۃ وتحمل الشہادۃ یعنی اے ہمارے محبوبؐ کہدو تم مومن عورتوں سے

---

[1] چنانچہ در مختار میں بھی ایسا ہی لکھا ہے حیث قال۔ وینظر من الاجنبیۃ ولو کافرۃ الی وجہہا وکفیہا فقط للضرورۃ۔ یعنی کسی ضرورت سے اجنبی عورت کا مُنہ اور دونوں ہتھیلیوں کا دیکھنا جائز ہے۔ اور نیز ایسا ہی ہدایہ میں ہے (باقی حاشیہ صفحہ ۵۷ پر دیکھو)

کہ اپنی آنکھوں کو غیر مردوں سے بند رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کسیکو نہ دکھاویں۔ صاحب تفسیر بیضاوی فرماتے ہیں کہ مراد زینت سے زیور اور کپڑے رنگین اور مہندی کا رنگ ہے اور ظاہر ہے کہ جب ایسی ممانعت ہے تو عورتوں کو کسی عضو کا دکھانا کب درست ہو سکتا ہے اور مونھ اور دونوں ہتیلیوں کو جو لکھا ہے کہ اس حکم سے مستثنے ہیں یہ عورت نہیں۔ اسکے یہ معنے ہیں کہ نماز میں انکا کھلا رہنا جائز ہے نہ کہ کسیکے دیکھنے میں اسواسطے کہ آزاد عورت کا تو سارا ہی بدن واجب الستر ہے بلا ضرورت علاج یا کسی عورت کے گواہ بننے کے کسیکو عورت کا کوئی عضو بجز خاوند اور محرم کے دیکھنا جائز نہ عورت کو دکھانا جائز چنانچہ آخر آیت میں تو فرمادیا وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ یعنے عورت کو پاؤں مار کر بھی نہ چلنا چاہیے کہ کبھی زیور کی آواز سنکر کوئی کچھ نہیں مگر یہ بھی نہ جانے کہ یہ عورت زیور پہنے ہوئے ہے۔ اسیواسطے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہانتک فرمادیا کہ لاتباشر المرأة المرأة فتنعتها لزوجها كانه ينظر اليها۔ رواه البخاری ومسلم عن عبد الله ابن مسعود یعنے بخاری اور مسلم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ ننگے بدن عورت عورت سے بھی میل جول نہ رکھے اسواسطے کہ پھر وہ اپنے شوہر سے اسکا ذکر کریگی اور ایسا ہو جاویگا کہ گویا اسکا شوہر اسکو دیکھ ہی رہا ہے۔ اور مسلم شریف میں ہے عن عقبة بن عامر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اياكم والدخول على النساء فقال رجل يا رسول الله أرأيت الحمو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶) ولا يجوز ان ينظر الرجل الى الاجنبية الا الى وجهها وكفيها۔ یعنی اجنبی عورتوں کا سوا منہ اور دونوں ہتیلیوں کے دیکھنا قطعاً جائز نہیں۔ پھر اس سے آگے تحریر فرماتے ہیں۔ فَإِنْ كَانَ لَا يَأْمَن الشهوة لا ينظر الى وجهها الا لحاجة۔ لقوله عليه السلام من نظر الى محاسن امرأة اجنبية عن شهوة صب فى عينيه الآنك يوم القيامة فان خاف الشهوة لم ينظر من غير حاجة تحرزا عن المحرم۔ وقوله لا يأمن يدل على انه لا يباح اذا شك فى الاشتهاء۔ یعنے اگر یہ جانے کہ دیکھنے سے مجھکو شہوت پیدا ہو گی تو بلا ضرورت منہ کو بھی نہ دیکھے بسبب فرمانے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ جو شخص کسی اجنبی عورت کے حسن کو شہوت سے دیکھیگا تو سیسہ اسکی آنکھوں میں قیامت کے روز ڈالا جاویگا اسیواسطے خوف شہوت سے تو بلا حاجت نہ دیکھے حرام سے بچنے کی غرض سے۔ اور قول صاحب ہدایہ کا لا یأمن دلیل ہے اس امر کی کہ اگر شہوت کا شک بھی ہو تو اسکے منہ کو نہ دیکھے۔ وفى غاية البيان من انه روى اصحاب السنن عن ابن عباس ان الله كتب على ابن آدم حظه من الزنا ادرك ذالك لامحالة فزنا العينين النظر واللسان المنطق والنفس تمنى وتشتهى والفرج يصدق ذالك او يكذبه۔ یعنی غاية البیان میں ہے کہ منہ کو بھی نہ دیکھے اسواسطے کہ اصحاب سنن ترمذی نسائی وغیرہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک اللہ نے جو حصہ آدمی کا زنا سے لکھدیا ہے وہ ضرور اسکو پالیگا۔ پھر آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے اور زبان کا زنا اجنبی عورت سے بات کرنا اور نفس خواہش کرتا ہے اور شرمگاہ سب کو سچا کر دیتی ہے یا جھوٹا۔ ۱۲ منہ عفا اللہ عنہ ولوالدیہ۔

قال الحمو الموت یعنے حضرت عقبہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ خبردار کبھی غیر عورتوں میں نہ جایا کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ جیٹھ دیور بھی۔ یعنے جہاں اُسکی بھابھی ہو کیا نہ جاوے۔ فرمایا وہ تو موت ہیں یعنے اُن سے تو ایسا ڈرنا چاہیئے جیسے موت سے ڈرتے ہیں لہذا جب تک مرد و عورت اِن تاکیدوں کے پابند رہے بغرض امور ضروری اور پنجگانہ نماز کے عورتوں کو گھر سے نکلنے کی اجازت رہی۔ پھر جسقدر ان تاکیدوں کے پابند نہ رہنے میں نقصان ہونے لگا عورتوں پر تشدّد پردہ کا بڑھتا گیا۔ چنانچہ اول تو یہ حکم تھا کہ اذا استاذنت احدکم امرأتہ الی المسجد فلا یمنعہا رواہ البخاری ومسلم عن ابن عمر مرفوعاً یعنے بخاری اور مسلم میں ہے حضرت ابن عمرؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسیکی بیوی مسجد جانے کی اجازت طلب کرے تو اسکو مسجد سے منع نہ کرنا چاہیئے۔ اور جب عورتیں نماز کو آتی تھیں تو یہ دستور تھا کہ عورتیں سلام پھیرتے ہی چلدیتی تھیں اور حضورؐ تھوڑی دیر معہ نمازیوں کے ٹھیرے رہتے تاکہ مردوں سے پہلے بغیر مردوں کے میل جول کے عورتیں اپنے گھروں میں پہنچ جاویں چنانچہ بعینہ یہی مضمون اس روایت بخاری شریف سے ثابت ہے عن ام سلمۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم قام النساء حین یقضی تسلیمہ ویمکث ہو فی مقامہ یسیرا قبل ان یقوم قال الذی واللہ اعلم ان ذالک کان لکی تنصرف النساء قبل ان یدرکھن من الرجال۔ اور اسی غرض سے کہ عورتوں کو کوئی نہ دیکھے صبح کی نماز تو ایسے وقت پڑھتے تھے کہ تاریکی سے[1] ایک عورت دوسری عورت کو لوٹتے وقت بھی نہ پہچانے کما فی البخاری عن عائشۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی الصبح فینصرفن نساء المؤمنین لا یعرفن من الغلس ولا یعرف بعضھن بعضاً پھر بعض عورتوں کی حالت کے اعتبار سے یہ حکم رات کی نماز ہی کے ساتھ مخصوص رہگیا کما روی البخاری فی صحیحہ عن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا استاذنکم نساءکم باللیل الی المسجد فاذنوھن یعنی صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ سے

[1] حالانکہ اصل میں اگر عورتوں کے حجاب وغیرہ کی ضرورت نہ ہو روشنی میں صبح کی نماز پڑھنا مستحب ہے چنانچہ عقود الجواہر المنیفہ میں ہے اخرج اصحاب السنن الاربعۃ وابن حبان من حدیث رافع بن خدیج من روایۃ محمود بن لبید رضی اللہ عنہ اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر۔ وقال الترمذی حسن صحیح وعند النسائی بسند صحیح کلما اسفرتم بالفجر فانہ اعظم للاجر۔ وفی الطحاوی باسناد متعددۃ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسفروا بالفجر فکلما اسفرتم بالفجر فہو اعظم للاجر۔ یعنے ترمذی ابوداؤد نسائی ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان اور طحاوی شریف میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نماز صبح کو روشنی میں پڑھا کرو۔ اسواسطے کہ جسقدر روشنی میں پڑھوگے اتنا ہی ثواب زیادہ ہوگا۔ ۱۲ اللہ عفراللہ لہ ولوالدیہ و کاتبہ۔

مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رات کے وقت جب تمہاری بیویاں مسجد کا اذن طلب کریں تو انکو اجازت دیدیا کرو۔ پھر تھوڑے دن بعد خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو ایسی طرز خاص کے ساتھ منع فرمادیا کہ جو بغرض ثواب مسجد میں آیا کرتی تھیں وہ خود نہ آویں۔ چنانچہ شعب الایمان بیہقی ومسند امام احمدؒ اور طبرانی ومنتخب میں حضرت ابو حمید سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اسطرح ارشاد فرمایا کہ صلوتکن فی بیوتکن افضل من صلوتکن فی حجرکن وصلوتکن فی حجرکن افضل من صلوتکن فی دورکن وصلوتکن فی دورکن افضل من صلوتکن فی مسجد الجماعۃ۔ یعنی نماز تمہاری کوٹھوں تمہاروں میں مکان میں ایک طرف پڑھنے سے افضل ہے۔ اور مکان میں ایکطرف پڑھنا انگنائی یعنے گھر کے احاطے میں پڑھنے سے افضل ہے اور انگنائی میں مسجد جماعت سے افضل ہے۔ تاکہ ہر عورت سمجھ لے کہ جب گھر میں مسجد سے زیادہ ثواب حاصل ہے تو اب جو کوئی بحیلۂ ثواب مسجد میں جاوے گی ہر شخص جان لیگا کہ یہ طالب ثواب نہیں بلکہ محض حیلہ جو ہے۔ اسپر بھی جب بعض عورتیں آتی رہیں تو غالبًا وہ وہی تھیں جو زیب وزینت سے مسجد میں آتی تھیں یا بغیر اختلاط مردوں کے آنا ممکن نہ تھا۔ اور پھر آتی رہیں۔ لہذا اول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایسی طرز سے منع فرمایا کہ گراں بھی نہ گذرے اور سمجھدار عورتیں آپ ہی نکلنا چھوڑ دیں چنانچہ فرمادیا لوادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعہن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل۔ رواہ البخاری والمسلم والامام مالک فی موطاہ۔ یعنی جو کیفیت عورتوں نے پیدا کی ہے اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کیفیت کو ملاحظہ فرماتے تو جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد کی آمد ورفت سے ممانعت کردیگئی تھی انکو بھی مسجد کے آنے سے ضرور منع فرمادیتے لہذا پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں جوان عورتوں کو تو بالکل ہی منع فرمادیا۔ چنانچہ احیاء العلوم میں ہے وقال عمر رضی اللہ عنہ اعروا[ل] النساء یلزمن الحجال یعنے عورتوں کو اچھے کپڑے نہ پہناؤ تاکہ وہ گھروں کو لازم پکڑیں۔ اور اسی احیاء میں ہے کہ

ل۔ اس حدیث کو طبرانی نے جامع صغیر میں بھی نقل کیا ہے۔ اور اُعروا اگر بروزن اُدعوا پڑھا جاوے تو یہ معنے ہونگے کہ قصد کرو عورتوں کی طرف کہ وہ اپنے گھروں کو لازم پکڑیں۔ اور اگر اعروا بروزن ارضوا پڑھا جاوے تو یہ معنے ہونگے ننگا رکھو عورتوں کو۔ کما فی المجمع۔ عراہ یعروہ اذا قصدہ ومن عری یعری غلط لغۃ او معنی میں معنے بموجب کیمیاء سعادت کے لکھی گئی ہیں ۱۲ منہ غفر اللہ لوالدیہ ولکاتبہ۔

کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسدون الکوی والنقب لئلا تطلع النسوان الی الرجال یعنے اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم روشندان اور سوراخوں اور دیواروں کو بند کردیا کرتے تھے کہ کبھی عورتیں مردوں کیطرف نہ جھانکیں ورأی معاذ امرأتہ تطلع الکوۃ فضربھا ورأی امرأتہ قد دفعت الی غلام تفاحۃ قد اکلت منہا فضربھا یعنی حضرت معاذ نے اپنی بیوی کو روشندان سے جھانکتے دیکھکر مارا اور انکی بیوی نے سیب اپنا جھوٹا اپنے غلام کو دیدیا تھا جب بھی مارا۔ اور ہدایہ کی اس عبارت کی شرح میں ویکرہ لھن حضور الجماعات یعنی الشواب منھن لمافیہ من خوف الفتنۃ۔ صاحب نہایہ تحریر فرماتے ہیں واحتج اصحابنا بنھی عمر عن الخروج لما رای من الفتنۃ یعنے یہ جو ہدایہ میں ہے کہ بخوفِ فتنہ جوان عورتوں کو نمازوں کی جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے دلیل اس کراہیت کی ہمارے اصحاب کے نزدیک منع کرنا حضرت عمر[له] کا ہے عورتونکو باہر نکلنے سے۔ جب صورت فتنہ ملاحظہ فرمائی اور اس سے بھی تصریح کے ساتھ یہی مضمون امام نووی شافعی نے شرح[۲ له] مسلم شریف میں تحریر فرمایا ہے اور پھر متاخرین فقہانے زیادہ صورت فساد اہل زمانہ دیکھکر بموجب منشار قرآن و حدیث جو منع کرنا مرد و عورتوں کا ہے باہم ایک دوسرے کے دیکھنے سے بغیر منع کرنے عورتوں کے باہر نکلنے سے دشوار دیکھکر نکلنے سے بالکل ہی یعنی مطلقاً ممانعت فرمادی چنانچہ درمختار میں ہے ویکرہ حضورھن الجماعۃ والجمعۃ والعید والوعظ مطلقا ولو عجوزا ولو لیلا

له۔ احیاء العلوم میں ہے کہ وہ جو بعض احادیث میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ لاتمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ۔ یعنے اللہ کی لونڈیوں کو مسجدوں سے مت منع کرو۔ اور اسکے جواب میں حضرت عمر رض کی بیٹے نے کہا کہ ہم منع کرینگی تو حضرت عمر رض نے انکو مارا اور غصے ہوئے اسکی وجہ یہ تھی کہ انکے منہ سے حدیث کے مقابلہ میں مخالف بات نکل گئی تہی۔ اور اسبات کے نکلنے کی وجہ یہ تہی کہ وہ زمانہ کی حالت بدلنے سے واقف ہوگئی تھی۔ چنانچہ آخر کار زمانہ کی حالت دیکھکر حضرت عمر رض نے بھی منع فرماہی دیا ۱۲ منہ عفر اللہ لہ ولوالدیہ

۲له نووی شرح مسلم شریف میں ہے۔ قولہ صلے اللہ علیہ وسلم لاتمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ۔ ہذا وشبہہ من احادیث الباب ظاہر فی انہا لاتمنع المسجد لکن بشروط ذکرہا العلماء ماخوذۃ من الاحادیث وہو ان لاتکون متطیبۃ ولا متزینۃ ولا ذات خلاخل یسمع صوتہا ولا ثیاب فاخرۃ ولا مختلطۃ بالرجال ولا شابۃ ونحوہا مما یفتتن بہا۔ یعنے یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ عورتوں کو مسجد جانے سے نہ منع کرو۔ علمانے اس حکم کو چند شرطوں کے ساتھ جو دوسری حدیثوں سے ماخوذ ہیں مقید کیا ہے اور وہ شرطیں یہ ہیں کہ خوشبو لگاکر بناو سنگار کرکر۔ آواز دار زیور پہنکر اچھے کپڑے پہن کر۔ مردوں میں مل جل کر نہ نکلیں۔ اور جوان بھی نہ ہوں اور علاوہ اسکے کوئی ایسی بات نہ ہو کہ جس سے خوف فتنہ ہو۔ اور جب یہ شرطیں نہ پائی جائیں بموجب اذا فات الشرط فات المشروط پھر انکو اجازت دینا جائز نہیں اور منع کرنا ضروری ہے ۱۲ منہ اللہم اغفر لہ ولوالدیہ ولکاتبہ۔

علی المذہب المفتی بہ لفساد الزمان ۔۱۲۔ یعنی جمعہ ۔جماعت ۔عید ۔بقر عید وعظ وغیرہ کے مجمعوں میں اگرچہ بوڑھی ہوں اور وقت بھی رات کا کیوں نہ ہو ۔عورتوں کو بموجب اُس روایت کے جسپر فتوے ہے حاضر ہونا مکروہ ہے ۔علی ہذا بخاری ۔مسلم ۔منتخب کنز العمال وغیرہا کی روایتوں سے ظاہر ہے کہ اگرچہ حافظ قرآن زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بہت تھے ۔مگر قرآنمجید اس ہیئت کذائی کے ساتھ ایک جگہ نہیں لکھا گیا تھا ۔یوں مختلف بکری کے شانوں کھجور کے پتوں وغیرہ پر لکھا ہوا بہتوں کے پاس تھا لہذا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسطور پر ایک جگہ جمع کر دینے کی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو رائے دی تو انہوں نے بھی اول اس رائے سے سخت انکار کیا ۔آخر جب اس امر کو سوچ سمجھکر حضرت عمرؓ کے ساتھ متفق الراے ہو گئے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید سے جمع کرنے قرآن کی نسبت ارشاد فرمایا تو اُنہوں نے اتنا سخت انکار کیا کہ فرمانے لگے ۔قسم ہے اللہ کی اگر اوہر سے اُوہر پہاڑ کو اُٹھا کر رکھدینے کا مجکو حکم فرماتے تو مجکو بھاری نہ معلوم ہوتا جتنا یہ حکم مجکو بھاری معلوم ہوا ۔اسواسطے کہ بظاہر یہ حکم زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف معلوم ہوتا تھا مگر اللہ نے مثل سینۂ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے جب میرے سینے کو بھی کھول دیا اور مصلحت اسکی سمجھ میں آگئی ۔اگرچہ بعض صحابہ کو ناسخ منسوخ آیتیں سب یاد تھیں مگر میں نے منسوخ آیتوں کو علیحدہ اور غیر منسوخ آیتوں کو سوا اختلاف ساتوں قرأت متواترہ ترتیب وار جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا ایک جگہ جمع کرنا شروع کر دیا ۔اور چونکہ حضرت زید حافظ قرآن بھی تھے اور کاتب وحی بھی ۔بخاری شریف کی روایت سے ثابت ہے کہ فرماتے ہیں کہ سورہ توبہ کی اخیر آیت کو میں نے ہر چند اَور لوگوں سے تلاش کیا مگر بجز حضرت ابو خزیمہ کے اَور کسیکے یاد نہ نکلی ۔اور ایک روایت معتبر میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت عمرؓ ہر آیت پر باوجود شاہد عدل ہونے فصاحت وبلاغت قرآن کے بغرض مزید احتیاط دو دو صحابہ سے ہر آیت پر شہادت بھی لے لیتے تھے ۔چنانچہ آخر آیت سورۂ توبہ کی جب تک تنہا حضرت زید ہی شاہد رہے نہ لکھی گئی جب حضرت ابو خزیمہ بھی شاہد گذر گئے تب درج فرما دیگئی ۔اور اللہ نے جو قرآن میں فرمایا ہے نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اسکا پورا ظہور ہو گیا ۔پھر حضرت عثمان کے زمانے تک

جسکی جسطرح مقدم مؤخر یاد تھا یا جسکے پاس جسطرح لکھا ہوا تھا ویسا ہی رہنے دیا اس مرتب
قرآن کو بوجہ حصول مقصود شہرت نہ دیگئی مگر جب وہ زمانہ آیا کہ باعتبار اختلاف قرأت اور
تقدم تاخر آیت لوگ جھگڑنے لگے بعض ناواقفی سے بعض دعاؤں کو بھی قرآن سمجھنے لگے۔
بعض بعض سورتوں قرآن پر دعا ماثورہ ہونے کا دہوکا کھانے لگے۔ بخاری شریف میں ہے
کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمان بن حارث۔ زید بن ثابت۔ عبداللہ بن زبیر
سعید بن عاص رضی اللہ عنہم سے اُس قرآن مرتب کی نقلیں کرا کے تمام اطراف میں بھیجدیں اور بموجب
صلاح حضرت حذیفہ بن یمانؓ جو شیعوں کے نزدیک بھی امین است ہیں دوسری مختلف ترتیبوں کو جلوا دیا۔
یہاں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بعض شاذ روایتوں میں جو بعض سورتوں کو دعا اور بعض دعاؤں
کو قرآن کہدیا ہے وہ ایسی ہی غیر معتبر روایتیں ہیں۔ چنانچہ مولوی انبار علی خاتم المجتہدین شیعہ
بھی تفسیر عمدۃ البیان میں آخر کار یہی لکھہ گئے کہ صحیح یہی ہے کہ یہ قرآن پورا قرآن ہے نہ کچھ کم
ہوا نہ زیادہ ہوا اور نہ ہو سکے[۱]۔ اسیطرح ابتدائی زمانۂ اسلام میں قرآن مجید کو بغیر زیر زبر
علامت آیت۔ رکوع وغیرہ لکھنا امر ضروری سمجھا جاتا تھا۔ مگر جب اسلام نے عالم میں شہرت پائی
برعایت اہل عجم ان تمام امور کے ساتھ قرآن کا لکھا جانا ضروری ہوگیا۔ چنانچہ زیلعی۔ شامی۔
درمختار۔ مستخلص وغیرہ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے
کہ جردوا القرآن یعنے قرآن کو زیر و زبر۔ علامت رکوع وغیرہ سے خالی رکھو۔ یہ حکم انکے
زمانہ کے ساتھ مخصوص تھا۔ اب ان سب باتوں کا قرآن کے ساتھ ہونا ضروری ہے لہذا یہ
سب پھر باتفاق یہ کلیہ لکھتے ہیں وکم من شئ تختلف باختلاف الزمان والمکان
یعنے بہت باتیں ہیں جو اختلاف زمان و مکان سے بدل جاتی ہیں اور مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ
تفسیر آیۂ کریمہ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ میں تحریر فرماتے ہیں کہ بموجب
اسی آیت کے ابتداء زمانۂ صحابۂ کرام میں قرآن کے فروخت کرنے کو اور اسکی لکھائی لینے کو بہت بڑا گناہ
سمجھتے تھے۔ مگر زمانہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں پھر سب جواز کے قائل ہوگئے۔ چنانچہ حضرت محمد بن
حنفیہ اور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ فرماتے تھے

---

[۱] اور تفصیل وارد عبارات حدیث وغیرہ اس مضمون کو ہم نے اپنی کتاب مختصر المیزان میں لکھا ہے ۱۲ منہ غفر اللہ لہ ولکاتبہ ولوالدیہم

لا بأس بشراء المصاحف وان یعطی الاجر علی کتابتها ولا بأس به انما یأخذون اجور ایدیهم وانما بیع الورق وعمل یدیه یعنے قرآن کے خریدنے اور قرآن کی لکھائی دینے لینے میں کچھ ڈر نہیں اسواسطے کہ اصل میں وہ قیمت ورقوں کی اور ہاتھوں کی محنت کی ہے۔ پھر نہج جب یہ امر خوب ثابت ہوگیا کہ باعتبار اختلاف زمانے کے اختلاف حالات لوگوں کے حکموں کا بدلنا ائمۂ اہلبیت اور صحابۂ کرام سے ثابت ہے۔ تو اب ہم اصل مدعا کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ ان چاروں مجتہدونکو اللہ نے وہ قوتِ جامع عطا فرمائی تھی کہ گنجینۂ قرآن وحدیث سے جس میں ہر ایک قسم کے مختلف حکم باعتبار مختلف زمانوں کے مختلف حالات لوگوں کے مختلف ولایتوں کے قیام قیامت تک کے لیۓ موجود تھے اور ہر ایک کی سمجھ انکے موقع محل اور انکی کُنہ کے سمجھنے سے عاجز تھے باعتبار اپنے زمانے اور دوسرے زمانوں کے اور مختلف قسم کے لوگوں کے اور مختلف عرفوں کے اعتبار سے بھی مختلف حکم قرآن اور حدیث اور قول وفعل صحابۂ کرام سے استنباط کرکے بیان فرماگئے اور جو حکم اپنے زمانے کے موافق پایا اُسکو خود اختیار فرمایا اور دوسرے مختلف قولوں میں سے بحسب اختلاف زمانے اور اختلاف حالات اور عرف لوگوں کے اپنے شاگردوں کو اختیار کرنے کی اجازت دیگئی۔ بلکہ عام مقلد مفتیوں کو بھی تا قیام قیامت اِن قولوں میں سے اختیار فرمانے کی اجازت آجتک درج کتب فقہ چلی آئی ہے جسکو ہم ابھی صفحۂ سابقہ میں بیان کرچکے ہیں لہٰذا اس پانچ نظیریں بھی اس قسم کے مختلف حکموں کی باعتبار مختلف زمانوں مختلف حالات لوگوں کے بموجب مذہب حنفیہ ہم بیان کیۓ دیتے ہیں۔ ہدایہ میں ہے کہ تثویب یعنے فجر کی اذان کے تکبیر سے پہلے دو دو دفعہ حیّ علی الصلوٰۃ حیّ علی الفلاح پکار دینا اچھی بات ہے اسواسطے کہ یہ وقت نیند اور غفلت کا ہے۔ اور علاوہ فجر کے اور نمازوں کی اذان کے بعد یہ امر مکروہ ہے اور یہ صبح کی نماز کے بعد پکار دینے کا رواج بھی بعد زمانہ صحابۂ کرام کے بسبب بدل جانے لوگوں کی حالتوں کے علماءِ کوفہ سے شروع ہوا ہے اور غالباً فجر میں مستحسن اور دوسرے وقتوں میں مکروہ ہونے کی وجہ علماء کوفہ امام اعظم رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک اس قسم کی حدیثیں صحیح ہونگی جنسے ثابت ہے کہ بعد اذان فجر کے حضرت بلال[1] رضی اللہ عنہ دروازہ حجرہ

---

[1] کما روی النسائی فی باب ایذان المؤذنین الائمۃ بالصلوٰۃ عن کریب قال سألت ابن عباس رض کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باللیل فوصف انہ صلی احدیٰ عشرۃ رکعۃ بالوتر ثم نام حتی استثقل فرأیتہ ینفخ فجاء بلال رض فقال الصلوٰۃ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقام فصلے رکعتین وصلے بالناس۔ یعنے نسائی باب ذکر میں (باقی حاشیہ بر صفحہ ۶۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر حضور کو تیاری جماعت کی خبر دیجایا کرتے تھے اور علاوہ فجر کے ظہر اور عشا کے بعد تثویب پر یعنے اذان کے بعد پھر دوبارہ لوگوں کو حیّ علی الصلوٰۃ وغیرہ بعض الفاظ معینہ کے ساتھ اطلاع تیاری جماعت کی دینے پر حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت علیؓ سے انکار سخت منقول ہے مگر جب امراء اور قاضی اور مفتیوں کو دیکھا گیا کہ بغیر اطلاع کے دوبارہ بعد اذان کے بوجہ زیادتی کاموں قضا اور فتویٰ نویسی کے جماعت سے رہجاتے ہیں۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اپنے زمانے میں سب نمازوں کے واسطے بعد اذان کے ان الفاظ کے ساتھ قاضی۔ مفتی۔ امرا کو بوجہ مشغول رہنے انکے مسلمانوں کے کاموں میں اجازت دے دی کہ السّلام علیک ایہا الامیر ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حیّ علی الصّلوٰۃ حیّ علی الفلاح الصّلوٰۃ یرحمک اللہ (بعد اذان اسطرح پکار دیا کریں) اور وہ امر مکروہ اس صورت سے جائز ہوگیا۔ اور پھر متاخرین فقہائے دین کے کاموں میں لوگوں کی سستی دیکھکر عموماً سب مسلمانوں کے واسطے تیاری جماعت سے اطلاع دینے کے لئے حیّ ایہا المؤمنین وغیرہ الفاظ کے پکار دینے کا بعد اذان کے فتویٰ دیدیا اور اس اطلاع کے مستحسن ہونے کی ایسے ضعف کے زمانے میں سب قائل ہوگئے تاکہ کبھی بعد اذان جماعت کے دیر سے کھڑے ہونیکے خیال میں بوجہ اپنی سستی کے جماعت سے لوگ نہ رہجاویں اور سنت موکّدہ کے تارک نہ بنجاویں اور چونکہ تینوں فتوے امام ہی کے اصول کے موافق تھے لہذا امام ہی کے قول سمجھے گئے اور تینوں فتوں کے عامل امام اعظم رحمہ اللہ کے مقلد رہے۔ اسیطرح ہدایہ میں ہے کہ امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک وضو کا گرا ہوا پانی نجس ہے مگر آپ کے شاگرد حسن فرماتے ہیں کہ مثل پیشاب کی نجاست غلیظ ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک نجاست خفیفہ ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اور ایک روایت میں امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک پاک ہے مگر دوسری ناپاک چیز اس سے پاک نہیں ہوسکتی۔ امام زفر رحمہ اللہ کا یہ قول ہے کہ اگر وہ پانی مستعمل ایسا ہے کہ باوجود وضو کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۳) نماز کی اطلاع کر دینے موذنوں کے اماموں کو حضرت کریب سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کا حال جو حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا گیارہ رکعت مع وتر کے آپ پڑھ کر سو گئے یہانتک کہ آپ کے سانس مبارک کی آواز آنے لگی۔ اور بلال رضی اللہ عنہ نے آکر آواز دی کہ نماز یارسول اللہ۔ پس آپ نے کھڑے ہو کر دو رکعت پڑہیں یعنے دو سنت پڑہیں اور پھر لوگوں کے ساتھ نماز پڑہی۔ اور یہی مضمون بخاری اور مسلم کی روایت میں آیا ہے ۱۲ منہ عفر اللہ لہ ولکاتبہ ولوالدیہم۔

پھر تازہ وضو کا گرا ہوا ہے جب تو پاک ہی ہے اور دوسری چیز کو بھی پاک کر سکتا ہے اور اگر بے وضو
کے وضو کرنے سے گرا ہوا ہے تو پاک ہے مگر دوسری چیز کو پاک نہیں کر سکتا۔ اور بموجب روایت مذکورہ
شامی یہ ہم کہہ چکے ہیں کہ کسی شاگرد کا قول مخالف رائے امام کے نہیں تو اب صورت توافق بیان
یہ ہے کہ چونکہ امام اعظم رحمہ اللہ کا یہ مرتبہ تھا کہ بموجب صحیح حدیث کے جو ثابت ہے کہ ہر قطرۂ وضو کے
ساتھ تمام گناہ ہاتھ پاؤں منہ کے دُھل جاتے ہیں۔ آپ وضو کے گرے پانی میں ہر قسم کے گناہ کی نجاست
کو جدا جدا پہچانتے تھے۔ آپ نے اپنے واسطے اور اپنے ہم مرتبہ لوگوں کے واسطے بوجہ دیکھ لینے
نجاست گناہوں کے اس پانی میں حکم نجاست کو اختیار فرمایا۔ اور بوجہ غایت احتیاط صغیرہ کبیرہ
گناہوں کی نجاست کے اعتبار سے چونکہ اسکو اپنے حق میں نجاست غلیظہ سمجھا تھا۔ امام حسن شاگرد
حضرت امام نے بھی بہ نیت احتیاط اسکو اختیار کیا اور اسی قول کو امام سے روایت کرتے رہے اور
امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے بوجہ مبتلا ہونیکے قضا میں اور قرب زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس امر پر
نظر ڈالکر کہ غالب حال مسلمان سے یہ امر بہت بعید ہے کہ کبیرہ گناہ سے نہ بچے اور اگر مبتلا گناہِ کبیرہ زنا
شراب خواری وغیرہ ہو بھی جاوے تو یہ امر بہت ہی نادر ہے کہ مسجد میں آوے اور توبہ کر کے اُس
گناہ سے پاک ہو کر نہ آوے۔ البتہ صغیرہ گناہوں سے بچنے والے بہت کم ہیں لہذا باعتبار گناہوں
صغیرہ کے جنکی نجاست نجاستِ خفیفہ کے مشابہ ہے امام نے جو قول باعتبار صغیرہ گناہوں کے پانی
مستعمل وضو کی نسبت حکم نجاست خفیفہ کا کیا تھا اُسی قول کو امام سے روایت فرماتے رہے تاکہ محتاط
لوگ اس سے بچتے رہیں اور عوام وقت میں نہ پڑیں اور چونکہ باعتبار مکروہ اور خلاف اولی امور کے

ف۱ چنانچہ میزان شعرانی میں ہے۔ وکان الامام ابو حنیفۃ رحمہ اللہ اذا رای ماء المیضاۃ یعرف سائر الذنوب التی خرجت
فیہ من الکبائر والصغائر فلہذا جعل لماء الطہارۃ اذا تطہر بہ المکلف ثلثۃ احوال۔ یعنے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ چونکہ وضو
کے پانی میں تمام گناہوں کو گرا ہوا دیکھتے تھے اور پہچانتے تھے کہ یہ صغیرہ گناہ ہے یہ کبیرہ ہے یہ مکروہ اور خلاف
اولی ہے۔ آپ نے وضو کے پانی کی نسبت تین حکم فرمائے۔ اور یہ تو صحیح حدیثوں میں آیا ہی ہے کہ وضو کے آخر
قطرے یا اول قطرے کے ساتھ سارے ہی گناہ جھڑ جاتے ہیں اسواسطے کہ وضو حکماً توبہ ہے۔ چنانچہ حضرت
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب آپ وضو کرتے آپ کی حالت نہایت خوفناک
ہو جاتی۔ جب وجہ پوچھی فرمایا کہ میاں وضو دربار خدا کا تہیہ ہے۔ مجکو خوف ہوتا ہے کہ کبھی ایسا نہ ہو کہ دربار
میں جب حاضر ہوں کوئی امر ناپسندیدہ مجھ میں باقی رہ جائے۔ اور دربار سے نکال دیا جاؤں۔ پھر
مومن سے بہت بعید ہے کہ وضو کرے اور سب گناہوں سے تائب نہ ہو ۱۲ منہ غفر اللہ لہ ولکاتبہ
ولوالدیہما

پانی مستعمل وضو کا امام کے نزدیک پاک تھا وہ دوسری چیز کے پاک کرنیکے قابل نہیں رہتا تھا اور باعتبار دلیل ظاہر کے عوام الناس ظاہر بینوں کے قابل یہی قول تھا۔ امام محمد رحمہ اللہ نے اپنے زمانے کے سب لوگوں کی حالت دیکھکر اسی قول پر فتوے دینا مناسب سمجھا اور جب دیکھا کہ جنکو گناہوں کی نجاست حکمی نظر نہیں آتی اور بوجہ سستی کے امور دین میں انکے غالب حال سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی تنگی سے نماز ہی چھوڑ بیٹھیں گے فرمادیا کہ جو لوگ فقط نجاست ظاہری کو دیکھتے ہیں اور اُسی سے بچ سکتے ہیں اُنکے ظاہری پاک بدن پر استعمال کرنے سے ظاہر میں پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ مگر چونکہ اسکے ساتھ گناہوں سے پاک ہونے اور قابلِ دربارِ خداوندی بننے کا ارادہ کیا گیا ہے لہذا وہ اس قابل نہیں رہا کہ اس سے پھر دوبارہ حضوری دربار خدا کی قابلیت حاصل کیجاوے اور کپڑے ناپاک وغیرہ کو اس سے پاک کرکے دربارِ خدا میں ساتھ لیجانے کے قابل بنالیا جاوے۔ اور یہ قول ظاہر حدیث[1] کے بھی موافق تھا لہذا یہی قول مفتی بہ رہا اور ان تینوں حکموں پر باعتبار اپنے اپنے مرتبے کے عمل کرنیوالے امام ہی کے مقلد رہے اور وہ جو ہدایہ اور کبیری وغیرہ کتب فقہ میں ہے والمرفقان والکعبان یدخلان فی الغسل عندنا خلافاً لزفر رح یعنے کہنی اور ٹخنے ہمارے نزدیک مثل ہاتھ پاؤں کے حکم دھونے میں درمیان وضو کے برابر ہیں مگر امام زفر رح کہنی کے دھونے کو فرض نہیں جانتے اس اختلاف کی وجہ اختلاف عرف معلوم ہوتا ہے۔ غالباً امام زفر رحمہ اللہ کے اہل زمانہ یا اہل شہر کے نزدیک ہاتھ کہنی سے ورے تک بولا جاتا ہوگا چنانچہ ہمارے زمانے میں بھی بزاز ناپنے میں ہاتھ کہنی سے ورے تک کو کہتے ہیں اور امام کے اور دوسرے اماموں کے شاگردوں کے عرف میں مثل عرف زمانہ صحابہ کرام ہاتھ کا لفظ انگلیوں سے بغل تک پر مثل عرف عام ہمارے زمانہ کے بولتے تھے لہذا امام نے بموجب قاعدۂ عربیت فرمادیا کہ کہنی چونکہ جنس ہاتھ سے ہے لہذا کہنیوں کا بھی

---

[1] نہایہ میں ہے۔ قولہ ظاہر لما روی من سعد بن ابی وقاص انہ مرض فتوضا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وصب الغسالۃ علیہ فافاق وکذا فی مظاہر حق جابر و لو کان نجسا لما صبہ صلے اللہ علیہ وسلم ۱۲ منہ عفی اللہ لہ ولکاتبہ ولوالدیہما۔

ہاتھوں کے ساتھ دہونا فرض ہے۔

چنانچہ جب یوں کہتے ہیں کہ میں نے قرآن شریف کو اول سے آخر تک پڑھ لیا۔ تو چونکہ اول اور آخر قرآن ایک جنس ہیں لہذا سب یہی سمجھتے ہیں کہ سارا ہی قرآن مع اول اور آخر کے پڑھ لیا۔ البتہ جب یوں بولتے ہیں کہ میں صبح سے رات تک سویا۔ چونکہ رات جنس صبح سے نہیں ہے۔ سب یہی سمجھتے ہیں کہ دن بھر سویا اور رات آتے ہی جاگ اُٹھا۔ لہذا بموجب اسی عرف کے ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ کے یہی معنے سمجھے گئے کہ دن بھر روزہ رکھو اور رات آتے ہی افطار کرلو اسواسطے اپنے زمانہ یا اپنے شہر کے عرف کے موافق چونکہ کہنی جنس ہاتھ سے نہ تھی۔ امام زفر رحمہ اللہ نے ایسا فرمایا ورنہ باعتبار قاعدہ[1] پیروی عرف کے جسکے امام قائل ہیں اسیکے امام زفرؒ مقلد ہیں۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ عرف صحابہ کے مقابل میں چونکہ دوسرے عرف کا اعتبار کم ہے اور پھر عرف عام کے مقابلہ میں امام زفر کا قول سب کے نزدیک غیر مفتی بہ رہا۔ اسیطرح بعض موقع پر اختلاف باعتبار زمانہ اور مکان تجربہ کے ہے یا اختلاف لوگوں کی حالتوں کے۔ چنانچہ یہ جو تنویر الابصار میں ہے والحلال منہا نبیذ التمر والزبیب ان طبخ ادنی طبخة وان اشتد اذا شرب بلا لھو وطرب والخلیطان ونبیذ العسل والتین والبر والشعیر والذرة طبخ اولا والمثلث وحرمھا محمد مطلقا وبه یفتی۔ یعنی چھواروں کا اسیطرح کشمشوں کا اور اسیطرح ملی ہوئی کشمش چھواروں کا پانی میں بھگو کر نکالا ہوا عرق اگر کچھ پکا لیا جاوے تو پھر گو تیزی لے آوے اور علی ہذا شہد انجیر گیہوں جو جوار کو اگر پانی میں ڈالکر چھوڑ دیا جاوے اور پھر انکا عرق لے لیا جاوے پھر خواہ پکاؤ یا نہ پکاؤ۔ اسیطرح انگور کا عرق جب اتنا پکا لیا جاوے کہ دو تہائی جلجاوے گو پھر تیزی بھی لے آوے ان سب کا بغرض قوت اور دوا اور ہضم طعام بغیر ارادہ کھیل کود کے پینا امام ابو یوسف اور امام اعظم رحمہما اللہ کے نزدیک حلال ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مطلقاً ان سب کا پینا حرام ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔ وجہ اسکی یہی معلوم ہوتی ہے کہ امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ نے

[1] چنانچہ اشباہ میں ہے قالوا فی الاصول فی باب ماترک به الحقیقة تترک الحقیقة بدلالة الاستعمال والعادة ہکذا ذکر فخر الاسلام فلختلف فی عطف العادة علی الاستعمال فقیل ہما مترادفان وقیل المراد من الاستعمال نقل اللفظ عن موضعه الاصلی الی معناہ المجازی شرعا وغلبته استعمالا فیه ومن العادة نقله الی معناہ المجازی عرفا ۱۲ منه غفر اللہ له ولکاتبه ولوالدیہما۔

غالباً انکو سردی کے زمانہ میں یا سرد ملک میں تجربہ کرکے دیکھا ہوگا۔ کہ بوجہ سردی کے تیزی لانیکے بعد بھی یہ نشہ نہیں کرتی۔ یا انکے زمانہ کے لوگ محتاط ہوں گے۔ لہذا فرمادیا کہ یہ حلال ہیں اور امام محمد رحمہ اللہ نے غالباً گرم ملک یا گرمی کے زمانہ میں تجربہ کیا ہوگا۔ یا پچھلے زمانے کے لوگوں کو بے احتیاط دیکھا۔ اور آپ کو یہ تو معلوم ہی تھا کہ ان میں کسی وقت نشہ ضرور پیدا ہو جاتا ہے اور اسیوجہ سے انکو شراب کی قسموں میں شمار بھی کرتے ہیں۔ لہذا مطلقاً اپنی حرمت کا فتوی دیدیا۔ اور بموجب حالت پچھلے زمانہ کے لوگوں کے اور مختلف ملکوں کی گرمی سردی کے اعتبار سے اسی قول پر فتوی رہا۔ ورنہ وقت نشہ پیدا کرنیکے یہ سب چیزیں بلکہ بغرض لہو ولعب کے بھی باتفاق سب کے نزدیک حرام ہیں۔ چنانچہ صاحب درمختار اسی عبارت کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں فلو شرب مایغلب علی ظنہ انہ مسکر فیحرم لان السکر حرام فی کل شراب یعنے اگر گمان غالب اس امر کا ہو کہ نشہ آگیا ہے تو شیخین کے نزدیک بھی انکا پینا حرام ہے اسواسطے کہ تمام پینے کی چیزوں میں اگر نشہ ہے تو حرام ہے۔ اور بعض مقام پر بوجہ اختلاف حالات شہر کے اعتبار سے بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے چنانچہ ہدایہ میں اول یہ تحریر فرماکر کہ چھوٹا بڑا جانور اگر کنوئیں میں پھٹ جائے یا پھول جاوے تو سارا پانی نکالا جاویگا۔ لیکن اگر کنواں چشمہ دار ہے تو جتنا اس میں پانی موجود ہے اُس تمام پانی کے سما جانیکے لائق گڑھا کھود کر یا اندازے کی لکڑی ڈالکر اندازہ کرکے سب پانی نکلوا ڈالیں۔ مگر امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دوسو سے تین سو ڈول تک نکلوا دینا ہی کافی ہے۔ اسکے بعد علامہ برہان الدین رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ امام محمد رہ کا یہ قول بموجب مشاہدہ اپنے شہر کے کنوؤں کے ہے اور نہایہ میں ہے کہ صاحب مبسوط بھی ایسا ہی تحریر فرماتے ہیں۔ اور امام محمد اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ سے باعتبار کوفے کے کنوؤں کے سو ڈول کی روایت بھی منقول ہے۔ بہر نہج مقصود یہ ہے کہ کوفہ کے کنوئیں چشمہ دار تھے اور بوجہ ہونے پانی کے بہتا ہوا سو ہی ڈول پانی موجود رہتا تھا اور بغداد کے کنوؤں میں باوجود چشمہ دار ہونیکے دو سو تین سو ڈول ہے۔ چنانچہ ایسے کنوئیں علاقہ الور میں بھی ہیں۔ موضع جہیانہ تحصیل الور میں ایک کنواں ہے جسمیں بوجہ چشمہ دار ہونیکے بہاؤ کی وجہ سے دو تین ہاتھ ہی پانی رہتا ہے مگر اتنا کثرت سے پانی ہے کہ آٹھ لاؤوں سے بھی نہیں ٹوٹتا ایسا ہی دوسرا کنواں قصبہ اکبر پور میں متصل چاند پہاڑی کے ہے اسیواسطے صاحب کبیری ان

روایتوں کے بعد فرماتے ہیں فعلی ھذا لاینبغی الفتوی بمائتین ونحوھا مطلقاً بل ینظر الی غالب آبار البلد وھو الایسر علی الناس والاول وھو اعتبار مقدار الماء فی کل بیر علیحدۃ احوط یعنے جب پانی کم وبیش بہی چشمہ دار کنوؤں میں ہوتا ہے تو اس صورت میں دوسو ڈول وغیرہ کی روایت پر عموماً فتوے نہ دینا چاہیئے بلکہ اکثر شہر کے کنوؤں کو دیکھکر اگر وہاں کے کنوؤں میں دوسو ہی ڈول پانی ہو تو دوسو کا فتویٰ دے اور زیادہ ہو تو زیادہ کا۔ کہ یہ امر آسانی کا ہے ورنہ احتیاط پہلے ہی قول میں ہے کہ ہر کنوئیں کا جدا جدا اندازہ کیا جاوے اور بعض موقعوں پر اختلاف کی بنا محض رعایت تقویٰ اور احتیاط معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ جو ہدایہ میں ہے وان اختلط اللبن بالطعام لم یتعلق بہ التحریم وان کان غالبا عند ابیحنیفۃ رحمہ اللہ وقالا اذا کان اللبن غالبا یتعلق بہ التحریم یعنے کسی عورت کا دودھ اگر کھانیکی چیز میں ملگیا اور اُس چیز کو کسی دو ڈھائی برس کی لڑکی یا لڑکے نے کھالیا گو دودھ بہ نسبت کھانے کی چیز کے زیادہ ملگیا ہو مگر اُس دودھ کی وجہ سے وہ لڑکی اُس عورت کے بچے بیٹے پر اوسپر جسکا وہ دودھ تھا امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بوجہ ثابت نہ ہونے حرمت رضاعت کے حرام نہ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک بوجہ ثبوت حرمت رضاعت حرام ہو جاوے گی۔ ہاں اگر کھانے کی چیز سے دودھ کم تھا تو آپکے نزدیک بہی حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔ وجہ اسکی یہی معلوم ہوتی ہے کہ صاحبین نے باعتبار مقولہ مشہور للاکثر حکم الکل غلبہ کا لحاظ کرکے اُس سب کو دودھ کا حکم دیدیا اور احتیاطاً حرمت رضاعت کا قول کیا ورنہ حق یہ ہے کہ عرف میں کھانے کی چیز کے اندر گو کتنا ہی دودھ ملجاوے اوسکو کوئی دودھ نہیں کہتا۔ اور رضاعت لغت میں دودھ پلانے کو کہتے ہیں نہ دودھ کا کھانا کھلانے کو۔ لہذا بوجہ قوت دلیل قول امام ہی مفتیٰ بہ رہا۔ اور بعض مسائل اس قسم کے بھی ہیں کہ فی الواقع امام اعظم رحمہ اللہ اور اُنکے شاگردوں کے درمیان بالکل اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ پچھلے بعض مشائخوں نے امام کے اور امام کے بعض شاگردوں میں باعتبار چند مسائل کے ظاہری اختلاف دیکھکر اُس اختلاف کی جو علت سمجھ میں آئی اسکو امام کیطرف نسبت کر دیا ہے۔ چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں قیل کہکر یہ جو ضعیف طریق سے نقل کر دیا ہے کہ امام کے نزدیک نمازی کا بعد التحیات وغیرہ کے اپنے اختیار کے ساتھ نماز سے نکلنا فرض ہے اور صاحبین کے نزدیک فرض نہیں ہے۔

صاحب درمختار تحریر فرماتے ہیں والصحیح انہ لیس بفرض اتفاقاً قالہ الزیلعی وغیرہ واقرہ المصنف وفی المجتبی وعلیہ المحققون یعنے صحیح روایت یہی ہے کہ امام اور صاحبین وغیرہ کسیکے نزدیک بھی نمازی کا فعل منافی نماز کے ساتھ نماز سے نکلنا فرض نہیں ہے۔ یہ قول زیلعی کا ہے اور مصنف نے بھی اسی بات کو مقرر رکھا ہے۔ اور مجتبیٰ میں ہے کہ اکثر محققوں کا یہی قول ہے۔ اور شامی میں ہے اعلم ان کون الخروج بصنعہ فرضاً غیر منصوص عن الامام وانما استنبطہ البردعی من المسائل الاثنی عشریۃ الآتیۃ یعنے خروج بصنعہ کے فرض ہونے پر امام سے کہیں تصریح نہیں پائی جاتی بلکہ وہ جو بارہ مسئلوں میں امام اور صاحبین کا اختلاف ہے اُنسے بردعی یہ سمجھہ گئے ہیں۔ اور یہی مضمون بعینہ کبیری میں ہے۔ اور اُن بارہ مسئلوں کو معہ وجہ اختلاف اور صورت توفیق کے مفصلاً ہم نے جواہر السنیہ میں بیان کیا ہے اسواسطے کہ تمام اس قسم کے مسائل مختلف کی توجیہات بیان کرنیکا یہ موقع نہیں۔ اگر اس امر کی تحقیق مد نظر ہے تو ہماری کتاب جواہر السنیہ کو ملاحظہ کیجئے۔ اور اب یہ فرمایئے کہ اندریں صورت اگر کسی فقیہ حنفی نے ایک شخص کو حلت کا فتوےٰ دیا اور دوسرے فقیہ حنفی نے اُسیکو یا دوسرے شخص کو بنظر احتیاط حرمت کا فتوٰی دیدیا۔ ایک شخص کی آجکی حالت کے اعتبار سے وضو کے گرے ہوئے پانی کو طاہر بتادیا اور چند روز کے بعد اس شخص کو اہل کشف سمجھکر اور اس سے یہ سنکر کہ میں وضو کے گرے ہوئے پانی میں گناہوں کی نجاست کو دیکھتا ہوں نجس فرمادیا۔ اور اُس نے دونوں قولوں پر بموجب اختلاف اوقات عمل کرلیا۔ کیا خرابی لازم آئی۔ اور یہ مفتی اور مستفتی تقلید اپنے امام سے نکلکر مخالف سواد اعظم مومنین کسطرح بنے۔ ہاں جو اختلافات اس قسم کے ہیں کہ وہ فی الواقع اختلافات ہیں۔ جیسے ان چاروں اماموں کے مسائل اجتہادی میں باہمی اختلافات۔ چونکہ یہ چاروں مجتہد مستقل ہیں۔ کوئی بھی انمیں سے کسیکا باعتبار اصول اور قواعد کے مقلد ہے نہ باعتبار فروع کے۔ لہذا بلاضرورت معتبرہ فقہا مخالف طریق مفتیٰ بہ محققین کے بلا حصول کشف صحیح کے چشمۂ شریعت پر مثل غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ وغیرہ اولیاء اللہ کی ان میں سے کسی ایک کے مقلد کو نہ دوسرے امام کے مقلد مفتی سے فتوٰی لینا جائز۔ نہ دوسرے امام کی تحقیق کے موافق عمل کرنا درست نہ ایک امام کی تقلید چھوڑ کر دوسرے امام کی تقلید اختیار کرنا روا

چنانچہ عارف باللہ حضرت عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ میزان مطبوعہ اکمل المطابع کے صفحہ ۲۵ میں تحریر فرماتے ہیں فان قلت فاذا انفك قلب الولی عن التقلید ورای المذاهب کلها متساویة فی الصحة لاعترافها کلها من بحر الشریعة کشفا ویقینا فکیف یأمر المرید بالتزام مذهب معین لایمس خلافه۔ فالجواب انما یفعل ذالك مع الطالب رحمة به وتقریبا للطریق علیه لیجمع شتات قلبه ویدوم علیه السیر فی مذهب واحد فیصل الی عین الشریعة التی وقف علیها امامه واخذ منها مذهبه فی اقرب زمان لان من شان المجتهد ان لایبنی قوله علی قول مجتهد آخر ولو سلم له صحة مذهبه حفظا القلوب اتباعه عن التشتت وقد قالوا احکم من یتقید بمذهب مدة ثم بمذهب آخر مدة وهکذا احکم من سافر بقصد موضع معین بعید ثم کلما بلغ ثلث الطریق اداه اجتهاده انه لو سلك الی مقصده من طریق کذا لکان اقرب من هذا الطریق فیرجع عن سیره ویعود قاصدا ابتداء السیر من اول تلك الاخری فاذا بلغ ثلثا مثلا اداه اجتهاده الی ان سلوك غیرها ایضا اقرب بمقصده ففعل کما تقدم له وهکذا فمثل هذا ربما افنی عمره کله فی السیر ولم یصل الی مقصده الذی هو مثال عین الشریعة التی وصل الیها امامه او غیره من اصحاب تلك المذاهب علی ان انتقال الطالب من مذهب الی مذهب فیه قدح فی حق ذالك الامام الذی انتقل عن مذهبه علی تفصیل سیأتی انشاء اللہ ولو صدق هذا الطالب فی صحة هذه الاعتقاد فی ان سائر الائمة المسلمین علی هدی من ربهم لما طلب الانتقال من مذهب الی غیره بل کان یشهد ان کل مذهب عمل به وتقید علیه اوصله الی باب الجنة الخ۔ خلاصہ اس تمام عبارت کا یہ ہوا کہ جب ولی کامل چشمۂ شریعت تک پہنچکر ہر حکم کی اصل کو کشفی طور سے دیکھنے لگتا ہے وہ تقلید کی حاجت نہیں رکھتا خود مجتہد ہوتا ہے اور یقیناً جان لیتا ہے کہ سب مجتہد اسی چشمہ سے لینے والے ہیں اسیواسطے اپنے مریدوں کو جس مذہب کی پابندی سے وہ چشمۂ شریعت یعنے اطاعت واقعی خدا اور رسول کیطرف جارہے تھے اُسی مذہب کی پابندی کا حکم کرتا ہے تاکہ وہ مصداق اس مثال کے نہ بنجاویں جو ایک مذہب چھوڑکر دوسرے مجتہد کا مذہب اختیار کرنیوالوں کی شان میں فقہاء اہل کشف بیان فرماتے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ جسطرح کسی مقام خاص کا ارادہ کرنیوالا اُس مقام کے ایک راستہ کو تہائی دو تہائی
طے کر کے لوٹ آنیوالا اور دوسرا راستہ اچھا سمجھکر اس پر چلنے والا۔ اور پھر اسیطرح اس دوسرے
راستے کو کچھ طے کر کے پھر لوٹ کر تیسرے راستے سے چلنے والا اُس مقام خاص تک کبھی نہیں
پہونچ سکتا۔ اسیطرح ایک مجتہد کی پیروی چھوڑ کر بغیر حاصل ہونے مرتبہ کشف صحیح اور اجتہاد کے دوسرے
مجتہد کی پیروی کرنیوالا چشمۂ شریعت تک نہیں پہونچ سکتا۔ علاوہ بریں ایک مجتہد کی پیروی چھوڑنا
دلیل ہے اُس مجتہد کے ناقص سمجھنے کی۔ کیونکہ اگر تمام مجتہدوں کے مذہبوں کو حق اور چشمۂ شریعت
تک پہونچانے والا جانتا تو پھر بلا سود اُس مذہب سے کیوں لوٹتا۔ پھر اسکے بعد صفحہ ۷۰ میں تحریر فرماتے
ہیں کہ اب جو بعض اولیاء کاملؒ باوصف حصول کمال کے مقلد رہے ہیں جیسے حضرت عبدالقادر گیلانی
رحمہ اللہ حنبلی تھے اور حضرت محمد شاذلی رحمہ اللہ حنفی۔ تو اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ اس مرتبہ کمال سے
پہلے حنبلی یا شافعی تھے اور بعد حاصل ہونے اس مرتبہ کمال کے انکا اجتہاد بھی بعینہ اپنے
امام کے مطابق رہا۔ اور اگر کل امور میں یا بعض امور میں ایسے اولیاء اللہ کا اُس امام کے جسکے پہلے
مقلد تھے بعد حاصل ہونے مرتبہ کمال اور اجتہاد کے مخالف اجتہاد واقع بھی ہوا تو بوجہ ادب
اُس امام کے کسی پر اپنے اجتہاد کو ظاہر نہ فرمایا کہ کبھی لوگ خصوصاً مرید جس امام کی تقلید کر رہے تھے
اُسکو چھوڑ کر مصداق مثال مذکور کے نہ بنجاویں[۱]۔ لہذا یہ اولیاء اللہ اُسی امام کے مقلد مشہور رہے
ورنہ واقع میں اس مرتبہ کے لوگ خود مجتہد ہوتے ہیں۔ پھر اس فصل کے بعد دوسری فصل میں
تحریر فرماتے ہیں کہ جتنے مجتہد گذرے ہیں وہ سب ولی اللہ اور اصحاب کشف صحیح تھے۔ اس تقریر سے
الصوفی لامذہب لہ جو بعض کتب میں لکھا ہے اسکی حقیقت بھی آپ پر کھل گئی ہوگی وہ ایسے
ہی صوفیوں کی شان میں ہے جنکا ذکر آپ سُن چکے۔ اور مثل اُنکی ہندوستان میں خواجہ صاحب
حضرت نظام الدین اولیا۔ حضرت مرزا مظہر جانجانان قدس سرہم گذرے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض
ان میں بموجب اپنے اجتہاد کے فاتحہ خلف امام پڑھتے تھے۔ نہ کہ آجکل کی نری صوفیت کے مدعیونکی شان میں

۱؎ اور ان چاروں اماموں سے پہلے کوئی ایسا مجتہد نہ تھا کہ جس نے تمام مسائل باب باب اور فصل فصل
کر کے جمع کر دیئے ہوں۔ اور تمام لوگ اُسکے مقلد ہو گئے ہوں۔ لہذا یہ اپنے اجتہادات کو ظاہر فرماتے رہے
اور جنکا اعتقاد جس مجتہد کی قوت دلائل پر ہوا اُسی کی وہ تقلید اختیار کرتے رہے۔ اور چونکہ وہ لوگ پہلے کسیکی تقلید
معین نہیں کرتے تھے۔ لہذا اس مثال کے مصداق نہ ہوئے ۱۲ منہ غفرلہ ولکاتبہ ولوالدیہم۔

اور وہ جو منار میں ہے کہ اختلافی مسائل میں حق تو ایک ہی امر ہوتا ہے اُسکے یہ معنے ہیں کہ اللہ کے
نزدیک تو فی الواقع حق ایک ہی امر ہوتا ہے مگر جب اللہ نے بمقتضائے فضل و کرم فرما دیا کہ لَا یُکَلِّفُ
اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا یعنے اللہ طاقت سے زیادہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا۔ لہذا جب ولی کامل
اور مجتہد نے بموجب اپنے کشف اور اجتہاد کے جس امر میں حکم صریح قرآن اور حدیث سے نہ پایا
اُسکے دریافت کرنے میں اپنی کوشش پوری کر لی اور بعد کوشش جو حکم اسپر ظاہر ہوا وہ بموجب
آیہ کریمہ مذکورہ اُسی پر عمل کرنیکا اور فتوے دینے کا مکلّف ہے اور اُسکے اور اسکے مقلدوں کے
حق میں وہی امر حق ہے جسطرح دوسرے مجتہد اور ولی کے حق میں بعد اجتہاد جو حکم اس حکم
کے مخالف ظاہر ہوا ہے وہی حق ہے۔ اپنی دلیل اور اجتہاد اور کشف کے موافق جیسے اس
امر کے اعتبار سے جسکی اُسکو تکلیف دیگئی تھی یہ مصیب ہے وہ دوسرا مجتہد بھی مصیب ہے گو باعتبار
اس حکم کے جو اللہ کے نزدیک ایک ہے ان دونوں کے حکم میں احتمال خطا رہے۔ چنانچہ
توضیح میں ہے قال ابو حنیفۃ رحمہ اللّٰہ کل مجتہد مصیب والحق عند اللّٰہ تعالیٰ واحد
لقولہ تعالیٰ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ الآیۃ سمی عمل کلیہما حکما و علما لکن خص سلیمان باصابۃ
المطلوب وتضعیف الاجر یدل علی ھذا ایضاً یعنی امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حق تو اللہ کے
نزدیک ایک ہی حکم ہوتا ہے مگر مجتہد کو مصیب کہا جاتا ہے اسواسطے کہ آیہ کریمہ وَدَاوُدَ وَ
سُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ
فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا[1] میں داؤد اور سلیمان دونوں کے عمل اور
اجتہاد کا نام اللہ نے علم اور حکمت ہی رکھا۔ باآنکہ فرما دیا کہ حق وہی حکم تھا جو سلیمان علیہ السلام نے
اپنے اجتہاد سے فرمایا تھا اور باوجود خطا جو احادیث سے ثابت ہے کہ مجتہد کو ایک حصہ ثواب تو

---

[1] مختصر قصہ یہ ہے کہ ایک قوم کی بکریوں نے دوسری قوم کی کھیتی خراب کر دی تھی۔ داؤد علیہ السلام نے اپنے اجتہاد
سے یہ فیصلہ کیا کہ کھیتی کی عوض میں وہ سب بکریاں مدعی کو دلوادی جائیں۔ اور جب سلیمان علیہ السلام سے
پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ بکری والے اُس کھیت کو جبتک پانی دیکر دیوار وغیرہ درست کرکے ویسا ہی نہ
بنادیں تب تک کھیتی والے انکی بکریوں کے دودھ اور پشم وغیرہ سے نفع اُٹھاویں۔ اللہ فرماتا ہے جس وقت اُن
دونوں نے اپنے اجتہاد سے حکم دیا تو ہم حاضر تھے اور وہ دونوں صاحب علم و حکمت تھے مگر ہمارے نزدیک جو امر حق
تھا سلیمان کو وہ ہم نے سمجھا دیا۔ یعنے داؤد علیہ السلام اُسکو نہ پہنچے ۱۲ منہ عفر اللہ لہ ولکاتبہ ولوالدیہما۔

ملتا ہی ہے اور اگر حق کو پہنچگیا تو دو حصہ ثواب۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اپنی کوشش اور دلیل اور اپنے کشف کے اعتبار سے تو ہر مجتہد مصیب ہی ہوتا ہے۔ پھر نیح اللہ رسول کا بعض احکامات کو محتاج اجتہاد رکھنا اور صراحتًہ نہ بیان فرمانا یہ بھی اس امت کے واسطے موجب رحمت ہے اور یہی معنے ہیں حدیث اختلاف امتی رحمۃ[1] کے جو مشہور چلی آتی ہے جسکو جامع صغیر میں سیوطی نے اور نصر مقدسی نے کتاب الحجہ میں اور بیہقی نے رسالہ اشعریہ میں اور حلیمی اور قاضی حسین اور امام الحرمین وغیرہم رحمہم اللہ نے بھی نقل کیا ہے جیسے اس امت مرحومہ پر یہ بھی مقتضائے رحمت ہی ہے کہ بہت سے حکموں کو بیان ہی نفرمایا۔ بلکہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زیادہ پوچھ گچھ کرنے لگے تو یہ ارشاد ہوا۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝ یعنے "اے لوگو ایمان والو بہت باتوں کی پوچھ گچھ نہ کرو اگر وہ ظاہر کر دیئے جاوینگے تو تمکو برا معلوم ہوگا۔ اور قرآن کے اترنے کے زمانے میں اگر پوچھو گے تو ظاہر ہی کر دئے جاوینگے اللہ نے ان باتوں کو تمکو معاف کیا وہ بردبار بخشنے والا ہے"۔ چنانچہ بموجب اسی آیت کے اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ جن امور میں شارع علیہ السلام سے امر و نہی کچھ بھی منقول نہیں وہ مباح اور جائز ہیں۔ اور یہ امر تمام کتب اصول سے ظاہر ہے تاکہ بوجہ پوچھنے کے اگر وہ امر مباح نہ رکھا جاوے تو امت مرحومہ کے لوگ تنگی میں نہ پڑجائیں۔ اور اگر تمام احکام صریح غیر محتاج اجتہاد بیان کر دیئے جاویں تو کبھی بوجہ مخالفت بہت لوگ خرابی میں نہ گرفتار ہو جاویں اور بوجہ انکار کفر تک نوبت نہ پہنچے۔ اور بصورت اجتہاد گو ہر مجتہد اور اسکے مقلدین کے حق میں بموجب تقریر مذکور الصدر وہی ایک امر حق ہے جو اسکے اجتہاد سے ثابت ہو۔ چونکہ احتمال اس امر کا باقی رہتا ہے کہ واقع میں بھی حق ہے یا نہیں لہذا جس امر کا فرض یا حرام ہونا اجتہاد سے ثابت ہو اسکا منکر باتفاق کافر نہیں ہوتا۔ چنانچہ تمام کتب اصول و فقہ توضیح تلویح۔ بحر الرائق شامی در مختار وغیرہ سے ثابت ہے کہ حرام اور فرض قطعی تو وہ ہے جو نص صریح محکم مفسر قرآن یا حدیث متواتر قطعی الثبوت سے ثابت ہو ایسے فرض اور حرام کا منکر باتفاق جمہور کافر ہو جاتا ہے

[1] یعنے میری امت کا اختلاف موجب رحمت ہے ۱۲ منہ غفرلہ ولکاتبہ ولوالدیہما۔

اور حرام اور فرض علمی کا منکر کسیکے بھی نزدیک کافر نہیں ہوتا اسواسطے کہ حرام اور فرض علمی اُنکو کہتے
ہیں کہ جنکا ثبوت دلیل قطعی الثبوت سے نہ ہو بلکہ آیت یا حدیث قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ یا ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ
سے ہو جیسے واجب اور مکروہ تحریمہ ثابت ہوتا ہے۔ مگر فرض اور حرام ہونے ان امور کی وجہ کسی مجتہد
کے نزدیک یہ ہوتی ہے کہ اس مجتہد کے نزدیک یہ دلیل ظنی کسی وجہ سے مرتبہ قطعیت کو پہونچ
جاتی ہے۔ جیسے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مسح سر میں چوتھائی سر کی مقدار اگرچہ ثابت
تو خبر احاد ظنی الثبوت سے ہے مگر یہ خبر امام صاحب کو ایسے طریق سے پہونچی ہے کہ مرتبہ دلیل
قطعی کو پہونچگئی لہذا امام کے نزدیک اگر چوتھائی سر سے کم مسح کیا جاویگا وضو صحیح نہو گا بخلاف
امام شافعی رحمہ اللہ کے کہ انکے نزدیک بموجب آیہ کریمہ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ مطلق سر کا مسح خواہ
ایک بال ہی کی مقدار کیوں نہ ہو فرض ہے نہ کہ چوتھائی سر کا یا کل سر کا۔ اور جس عورت کا شوہر
پردیس جاکر ایسا بے پتہ ہو جاوے کہ اُسکے مرنے جینے تک کی خبر نہ ملے۔ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک
ایسی خبر احاد سے جو اُنکے نزدیک دلیل قطعی کے مرتبہ کو بذریعہ قیاس وغیرہ پہونچ گئی ہے ثابت ہے
کہ جب تک اُسکے مرنے کا یقین کامل بسبب اُسکے ہم عمروں کے مرجانے یا اسکی عمر نوّے یا سو سے
زیادہ ہو جانے کی نہ ہو جاوے اُس عورت کو کسی سے نکاح جائز نہیں نہ قاضی کو اگر وہ چاہے
اجازت دینا درست۔ مگر امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک بعد چار برس کے قاضی کو شوہر مذکور کے
نکاح سے جدائگی کا حکم دینا جائز ہے تاکہ وہ بعدہٗ بعد گذرنے چار مہینے دس روز عدت موت
شوہر کے کسی سے نکاح کرلے۔ علی ہذا جس طرح بعض احکام کو محتاج اجتہاد باقی رکھنے میں مقصود
خداوند کریم یہ ہے کہ حکم صریح کی مخالفت سے امت مرحومہ کے لوگ کافر نہ ہو جاویں ایسا ہی مقصود
ہے کہ امت مرحومہ تنگی میں نہ پڑ جائے اور وقت ضرورت معتبرہ دوسرے مذہب کے قاضی سے
فتوےٰ لیکر خلاصی کے حاصل کرلینے کی گنجائش رہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ جلشانہ فرماتا ہے
يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ یعنے اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے
نہ کہ سختی کا۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ یعنے
معاملہ دین میں اللہ نے تمپر کوئی تنگی اور حرج کی بات نہیں مقرر کی۔ اور جناب سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہیں احب الدین الی اللہ الحنیفۃ السمحۃ اور صاحب اشباہ والنظائر

المشقة تجلب التیسیر یعنے جہاں مشقت واقع ہو شریعت سے وہاں آسانی حاصل ہوجاتی ہے قاعدہ مسلمہ حنفیہ لکھکر انہیں آیت حدیثوں کو اس قاعدے کے اصل بیان فرماکر فرماتے ہیں کہ تمام تخفیف اور رخصت کی باتیں شریعت کی اسی قاعدہ پر مبنی ہیں۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ جو حکم نص صریح سے ثابت ہو اُسکو اگر کوئی موجب مشقت اور حرج سمجھ لے۔ چونکہ شریعت میں پہلے ہی شارع علیہ السلام کو آسانی مدنظر ہے اسکا اعتبار نہ ہوگا۔ چنانچہ اسی قاعدہ مذکورہ کی بحث میں صاحب اشباہ تحریر فرماتے ہیں المشقة والحرج انما یعتبر فی موضع لانص فیه اما مع النص بخلافه فلا۔ یعنے مشقت اور حرج کا وہاں اعتبار کیا جاویگا جہاں نص کی مخالفت لازم نہ آوے اور نص کے مخالف مشقت اور حرج قابل اعتبار نہیں ہوتا۔ لہذا اسی قاعدے کے ذیل میں علامہ زین العابدین رحمہ اللہ اول یہ تحریر فرماکر کہ علما فرماتے ہیں کہ تمام رخصت اور تخفیف اور آسانی کے حکم اسی قاعدے سے نکلتے ہیں بہت مسائل آسانی کے جو کتب فقہ میں درج ہیں اور جن میں مخالفت نص نہیں لازم آتی تحریر فرماتے ہیں۔ اور درمختار کی اس عبارت کی شرح میں ولا یفرق بینه و بینها ولو بعد مضی اربع سنین خلافا لمالك شامی علیه الرحمة فرماتے ہیں وقلت نظیر هذه المسئلة عدة ممتدة الطهر التی بلغت برؤیة الدم ثلثة ایام ثم امتد طهرها فانها تبقی فی العدة الی ان تحیض ثلث حیض وعند مالك تنقضی عدتها بتسعة اشهر وقد قال فی البزازیة الفتوی فی زماننا علی قول مالك وقال الزاهدی کان بعض اصحابنا یفتون به للضرورة واعترضه فی النهر وغیره بانه لاداعی الی الافتاء بمذهب الغیر لامکان الترافع الی مالکی یحکم بمذهبه وعلی ذلك مشی ابن وهبان فی منظومته هناك لکن قدمنا ان الکلام عند تحقق الضرورة حیث لم یوجد مالکی یحکم به یعنے یہ جو درمختار میں ہے کہ جس عورت کا شوہر مفقود الخبر ہو جاوے بعد چار برس کے بھی اُسکے اور اُسکے شوہر کے درمیان نکاح سے جدائی کا امام اعظمؒ کے نزدیک قاضی کو فتوے نہ دینا چاہیئے بخلاف امام مالک رحمہ اللہ کے کہ انکے نزدیک قاضی کو یہ فتوے دینا جائز ہے تاکہ بعد عدت وفات بعد حاصل کرلینے حکم جدائی نکاح کے شوہر مفقود سے

وہ عورت کسی سے نکاح کرلے) میں کہتا ہوں مثل اسی مسئلے کے مسئلہ عدت اُس عورت کا ہے
جسکو ابتداءً تین دن خون حیض آکر برسوں بند رہے اور مدت طہر مدت دراز میں ختم ہو تو امام اعظم
رحمہ اللہ کے نزدیک بعد طلاق کے جبتک تین حیض نہ آلیں اُسکو کسی سے نکاح جائز نہیں۔ اور
امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسی عورت کی عدّت نو مہینے ہیں طلاق سے نو ماہ بعد اُسکو
نکاح کرلینا جائز ہے۔ مگر صاحب فتاوے بزازیہ جو حنفی المذہب ہیں فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے
میں امام مالک رحمہ اللہ کے قول پر فتوے ہے۔ اور علامہ زاہدی حنفی فرماتے ہیں کہ بوجہ ضرورت کے
ہمارے بعض اصحاب بھی امام مالک رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔ مگر صاحب نہر نے اسپر
اعتراض کیا ہے کہ جب بوجہ ضرورت کے قاضی مالکی سے بموجب مذہب امام مالک رحمہ اللہ فیصلہ
کرالینا ممکن ہے تو پھر قاضی حنفی کو اپنے مذہب کے مخالف فتوے دینے کی کیا حاجت ہے مگر ہم
پہلے لکھہ چکے ہیں کہ جس جگہ قاضی مالکی نہو وہاں تو قاضی حنفی کو بموجب مذہب امام مالک رحمہ اللہ
فتوے دینے کی عند الضرورت ضرورت ہوگی چنانچہ شامی اس سے پہلے یہ لکھہ چکے ہیں قال
القهستانی لو افتی فی موضع الضرورة (بمذهب مالك) لاباْس به علی ما اظن یعنے
قہستانی فرماتے ہیں کہ ضرورت کی جگہ قاضی حنفی بموجب مذہب امام مالک رحمہ اللہ اگر فتوے دیدے
میرے گمان میں کچھ ڈر نہیں ہے۔ اور قول علامہ زاہدی سے معلوم ہوتا ہے کہ عند الضرورت
امام اعظم امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ بھی امام مالک رحمہ اللہ کے قول پر فتوی دیدیا
کرتے تھے۔ اسواسطے کہ اصطلاح فقہا میں جب یہ کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب ایسا فرماتے ہیں
تو اُس سے مراد بھی تینوں امام ہوتے ہیں۔ چنانچہ شامی میں ہے المشهور اطلاق اصحابنا
علی ائمتنا الثلاثة ابی حنیفة وصاحبیه کما ذکره فی شرح الوهبانیة۔ اور اس صورت
میں تو فتوی دینا قاضی حنفی کا عند الضرورت بعینہ تقلید امام ہی ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ ان دونوں
مسئلوں مذکورہ میں مخالفت نص بھی نہیں ہے اسواسطے کہ نص[1] اُس لفظ کی قسموں سے ہے جسکی

---

[1] چنانچہ نور الانوار وغیرہ کتب اصول سے ثابت ہے کہ لفظ اگر ایک معنے پر دلالت کرے بغیر دلالت کرنے کے
افراد پر تو خاص اسکو کہتے ہیں جیسے لفظ زید کا ہے اور اگر ایک معنے پر دلالت کرے معہ دلالت کے اوپر افراد کے
تو اسکو عام کہتے ہیں جیسے لفظ انسان کا ہندی کا کہ معنے تو اسکے اتنے ہی ہیں کہ ہند کا رہنے والا مگر ساتھ ہی اسپر بھی
دلالت کررہا ہے کہ ہندی کے ہزاروں فرد ہیں پھر یہ لفظ جو ایک معنے بتلاوے خواہ وہ معنے خاص ہوں یا عام (باقی بر صفحہ ۷۸)

ایک معنے ہوں اور لفظ قروء آیہ کریمہ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ اور لفظ والمحصنات آیہ کریمہ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ میں دونوں ماؤل ہیں جو اس لفظ کی قسم سے ہیں جسکے معنے متعدد ہوں اسواسطے کہ قروء کے معنے لغت میں حیض اور طہر دونوں کے ہیں۔ مگر امام کے نزدیک بتاویل حیض[ل] کے معنے لئے گئے ہیں۔ اور محصنات کا لفظ قرآن مجید میں چار[ل] معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ مگر اس جگہ بذریعہ تاویل وہ عورتیں مراد ہیں جنکے شوہر موجود ہوں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ضرورت سے مراد ان فقہاء کی اس موقعہ پر ضرورت معتبرہ ہی ہے نہ مطلقا محض حیلہ جوئی۔ چنانچہ قاعدہ مذکور المشقۃ تجلب التیسیر کے تحت میں علامہ زین العابدین رحمہ اللہ نے منجملہ قسموں مشقت کے عسر اور مرض یعنے تنگی اور بیماری کو لکھکر اسکی مثالیں اس قسم کی بیان کی ہیں جنسے بضرورت حرام کا حلال اور ناپاک کا پاک ہوجانا شریعت سے ثابت ہے مثل جواز دیکھنے طبیب کے پیشاب پاخانہ کی جگہ تک کو عند الضرورت علاج کی غرض سے اور مثل معاف ہونے معذور کے ایسے کپڑوں کی نجاست کے کہ جو بوجہ بار بار بہنے نجاست کے جب وہ دھوکر پہنے جاویں۔ پھر ناپاک ہوجاویں اور پاک نہ رہ سکیں۔ اور دوسرے قاعدے اذا ابتلی ببلیتین فاختار اھونھما اور الضرورات تبیح المحذورات جو بموجب حدیث صحیح لاضرر ولا ضرار مرویہ موطا امام مالک اور مستدرک حاکم اور بیہقی اور دارقطنی اور ابن ماجہ لکھی ہیں انکے ذیل میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۷) اگر اس معنے کا ظہور متکلم کے انداز بیان سے نہ ہو بلکہ خود اس لفظ سے وہ معنے ظاہر ہوں اور احتمال تاویل باقی رہے تو اسکو ظاہر کہتے ہیں اور اگر متکلم کے انداز بیان سے بھی وہ معنے اور زیادہ ظاہر ہوں تو اسکو نص کہتے ہیں اور اگر لفظ کے کئی معنے ہوں۔ خواہ کئی معنے لغوی ہوں یا منقول شرعی یا عرفی تو اگر وہ سب معنی برابر مراد ہوں جب تو اسکو مشترک کہتے ہیں اور سب معنوں میں سے تاویل سے کسے ایک معنی کو ترجیح ہو تو اسکو ماؤل کہتے ہیں مثل لفظ قروء اور محصنات کے ۱۲۔

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا) [ل] چنانچہ تفسیر کبیر میں ہے۔ فمذہب الشافعی رحمہ اللہ انہا الاطہار روی ذالک عن ابن عمر و زید و عائشۃ والفقہاء السبعۃ و مالک و ربیعۃ و احمد رضی اللہ عنہم فی روایۃ و قال علی و عمر و ابن مسعود ہی الحیض وہو قول ابی حنیفۃ والثوری والاوزاعی و ابن ابی لیلی و ابن شبرمۃ و اسحاق رضی اللہ عنہم ۱۲۔

[ل] کما فی التفسیر الکبیر اعلم ان لفظ الاحصان جار فی القرآن علی وجوہ۔ احدہا الحریۃ وثانیہا العفاف وثالثہا الاسلام ورابعہا کون المرءۃ ذات زوج یقال امرءۃ محصنۃ اذا کانت ذات زوج وقولہ تعالی والمحصنات من النساء یعنے ذوات الازواج۔ والدلیل ان المراد ذالک انہ تعالی عطف المحصنات علی المحرمات فلا بد ان یکون الاحصان سببا للحرمۃ ومعلوم ان الحریۃ والعفاف والاسلام لا تاثیر لہ فی ذالک فوجب ان یکون المراد منہ المزوجۃ ۔ ۱۲ منہ عفر اللہ لہ ولکاتبہ ولوالدیہا

اسی قسم کی مثالیں لکھی ہیں۔ مثل جواز کھا لینے مردار کے وقت خوف جان جانیکے اور جواز کہہ لینے کلمہ کفر کے وقت خوف جان کے۔ اور مثل جواز لے لینے کے قرضخواہ کو قرضدار کے مال سے بلا اجازت جب وہ قرض ادا کرنے سے انکاری ہو جاوے اور مثل جواز بیٹھکر نماز پڑھ لینے کے اشاروں سے ایسے زخمی کے لئے جسکا زخم سجدہ و رکوع کرنے سے بہ نکلے۔ لہذا امام مالک رح کے قول پر بعد چار سال مفقود الخبر کی

محمدی۔ مولانا۔ میری پوری تشفی ہو گئی تھی۔ مگر آپ کی اس تقریر نے مجکو اور خرابی میں ڈالدیا۔ کہیں گناہوں کی نجاست بھی جو ایک امر غیبی ہے کسیکو نظر آسکتی ہے۔ پھر وہ بھی اس تفصیل کے ساتھ کہ ایک وضو کا گراپائی اور پھر اس میں کبیرہ گناہوں کی نجاست الگ صغیرہ کی الگ خلاف اولی کی الگ اور بجز اس قرآن اور حدیث کے وہ اور چشمہ شریعت کا کیا چیز ہے جسپر ولی کامل پہنچکر تقلید کا محتاج نہیں رہتا۔ کیا ولایت بجز اتباع قرآن اور حدیث کسی اور چیز کا نام ہے تفسیر مسمی بحدیث التفسیر مطبوعہ مطبع فاروقی کے صفحہ ۴۱ میں آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ کے تحت میں مولوی حمید اللہ صاحب تو جو بڑے محدث ہیں بہت حدیثیں لکھکر ایسا تحریر فرماتے ہیں کہ "بزرگوں کی تعریف میں ایسی باتیں ہرگز نہ کہنی چاہئیں" کہ جو وہ کہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے۔ اور جو کوئی انکے پاس کسی مطلب کے واسطے جاتا ہے انکو اسکے دل کا حال معلوم ہو جاتا ہے اور سیکڑوں ہزاروں کوس کا حال یا بارش کا حال معلوم کر لیتے ہیں۔ اپنے مریدوں کو توجہ پہونچا دیتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے فلاں بزرگ کی قبر پر جا کر فلاں بزرگ سبق پڑھ آیا کرتے تھے۔ کچھ دریافت کرنا ہو تو مراقبہ کرکے دریافت کر لیا کرتے تھے۔ فلاں بزرگ روزمرہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہو کر جو دریافت کرنا ہوتا دریافت کر آتے تھے۔ اس قسم کی سب باتیں قرآن و حدیث کے خلاف ہیں۔ مولانا خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں تو اللہ یہ فرماتا ہے قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ یعنے کہدو اے ہمارے محبوب پیغمبروں میں سے میں ہی نیا پیغمبر نہیں ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا کیا جاویگا۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسا ارشاد ہوتا ہے تو پھر کس گنتی و شمار میں ہیں۔

مقلد۔ مولوی صاحب۔ ان حضرات کی تصنیفات و تالیفات دیکھتے رہو گے تو یہ کیا ایسے سیکڑوں شبہوں میں جو مخالف جمہور محققین ہیں گرفتار ہو گے۔ کیا آپ کو نہیں معلوم مولوی حمید صاحب

مؤلف اس تفسیر کے اول درجہ کے محمدی ہیں اور یہ آیت پڑھ کر جو آپ نے اعتراض کیا ہے یہ بھی مخالف
جمہور راہی لوگوں کی تحقیق کے موافق ہے۔ کیوں حضرت! جس پیغمبر کو اپنے ہی مآل کار
کی خبر نہیں پھر اسکی پیروی سے کیا فائدہ۔ آپ صاحبوں ہی کے اس قسم کی تحقیقات کی ہی
بدولت تو مخالفین اسلام اسلام پر سیکڑوں اعتراضات ناشائستہ کر رہے ہیں۔

محمدی۔ یہ صاحب کچھ بھی ہیں مگر اس تفسیر میں انہوں نے فقط حدیثیں ہی حدیثیں
لکھی ہیں۔ چنانچہ نام اسکا حدیث التفاسیر ہے کیا انکے لکھنے سے حدیثیں بھی قابل اعتبار نہیں رہیں۔
اور جو آیت میں نے پڑھی ہے اس میں تو انکی تحقیقات کا بجز ترجمہ آیت کے ایک حرف بھی نہیں
بیان کیا۔ پھر اگر نفس ترجمہ پر مخالفین اعتراض کریں تو کرو۔ قرآن تو نہیں بدلا جاتا۔

مقلد۔ مولوی صاحب۔ ماشاء اللہ آپ بڑے سیدھے آدمی ہیں۔ کیا حدیث التفاسیر
نام رکھنے سے جو کچھ اپنی طرف سے انہوں نے لکھا ہے وہ بھی حدیث ہی ہو جائیگا۔ ذرا انصاف سے
آپ ہی فرما دیں کہ یہ مضمون صفحہ ۱۴۸ کا جو آپ نے اس تفسیر سے لکھوایا کونسی آیت و حدیث کا مضمون
ہے۔ حضرت سنو! حافظ اسمعیل صاحب محمدی غیر مقلد بن مولوی عبد الغفار صاحب ولایتی نام
نہاد کے یہاں سے جو ہمارے محلہ ہی میں رہتے ہیں اور باہر مولوی مشہور ہیں میں نے بھی اس
تفسیر کو منگوا کر دیکھا تھا اس میں وہ آیت جسکی تفسیر میں مولوی حمید اللہ صاحب نے یہ مضمون
لکھا ہے وہ تو یہ ہے اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ
وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ جسکا ترجمہ اُسی
قرآن میں جسکے حاشیہ پر یہ تفسیر ہے یہ لکھا ہے کہ اللہ جو ہے اُس پاس ہے قیامت کی خبر اور
اُتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو ماں کے پیٹ میں اور کوئی جی نہیں جانتا کہ کیا کریگا کل اور کوئی
جی نہیں جانتا کس زمین میں مریگا۔ اور فقط اسکی تفسیر میں یہ ایک حدیث مشکوٰۃ کا ترجمہ لکھا ہے
کہ حضرت عائشہ صدیقہ رض نے فرمایا ہے کہ جو کوئی یہ دعوے کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان
پانچ چیزوں کی خبر رکھتے ہیں اُس شخص نے بڑا افترا یعنے بہتان باندھا۔ اب آپ ہی غور فرمالیں کہ بموجب
ظاہر معنے اس آیت اور حدیث کے جتنی غیب کی خبریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثل نکلنے
دجال اور دابۃ الارض اور آفتاب کی جانب مغرب سے اور علاوہ اسکے سیکڑوں خبریں بیان

فرمائی ہیں سب ہی غلط ہوئی جاتی ہیں اور آپ کو یہ بھی کہنا درست نہیں کہ اس کام کو ہم کل کرینگے اور کل فلاں شخص دہلی یا فلاں جگہ سے آئینگے انکا خط آگیا ہے اور مجھکو وہاں جا کر فلاں کام کرنا ہے لہذا تمام مفسروں محدثوں نے اس قسم کی آیت حدیثوں کے یہی معنے کئے ہیں کہ بغیر کسی سبب الہام اور وحی وغیرہ کے بغیر اللہ کے معلوم کرائے بذاتہ جو کوئی کہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ان پانچ باتوں کی خبر رکھتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس نے بڑا بہتان باندھا ورنہ بہت آیت حدیثوں سے ثابت ہے کہ اللہ نے اپنے حبیب کو جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ ہوگا اور ہو چکا سبھی کا علم عطا فرما دیا تھا۔ چنانچہ اللہ جلشانہ اپنے حبیب کو ارشاد فرماتا ہے وَاَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ یعنے اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت کو نازل فرمایا اور جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے وہ آپکو سکھا دیا۔ اور ظاہر ہے کہ ازل سے ابد تک جو کچھ ہوا اور ہوگا بغیر اللہ کے سکھائے آپ کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور جب عموماً فرما دیا کہ جو کچھ تم نہیں جانتے تھے وہ سب ہم نے تمکو سکھا دیا۔ تو معلوم ہوا کہ سب ہی باتوں کا علم ازل سے ابد تک اللہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو سکھا دیا۔ چنانچہ بوجہ عام ہونے لفظ مَا کے صاحب تفسیر بحر الحقائق وغیرہ معتبرین تحریر فرماتے ہیں وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ آں علم مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ است کہ حق سبحانہ در شب اسریٰ بداں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمود چنانچہ در حدیث معراجیہ آمدہ است فعلمت ماکان وما سیکون۔ یعنے سکھایا گیا میں جو کچھ ہوا اور ہوگا۔ اور اس مضمون کی صحیح حدیثیں بہت مروی ہیں۔ بخاری شریف میں ہے عن عمر رضی اللہ عنہ قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاماً فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اہل الجنۃ منازلھم واہل النار منازلھم حفظ ذالك من حفظہ ونسی من نسیہ۔ یعنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ایک جگہ ہمارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر شروع پیدائش سے جنت اور دوزخ میں داخل ہونے تک کے تمام واقعات کی خبر بیان فرما دی وہ خبریں جسکے یاد رہیں رہگئیں جو بھولگیا بھول گیا۔ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ مرقات میں اس حدیث کی شرح میں علامہ طیبی اور علامہ عسقلانی

۱؎ اور اس مضمون کو بہت تفصیل کے ساتھ معہ کیفیت اس قسم کی آیت حدیثوں کی اور بہت سی ان آیت حدیثوں کی جو آپکے جاننے ماکان وما یکون ہونے پر دال ہیں ہمنے اپنے رسالہ علم الہدیٰ فی علم خاتم الانبیا میں بیان کیا ہے۔ ۲؎ یعنی جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا تا زمانہ غیر الیہ

سے نقل فرماتے ہیں کہ ماحصل اس حدیث کا یہ ہوا کہ شروع پیدائش سے آخرت تک کے واقعات
تمام مخلوق کے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیئے اور سب باتوں کا ایک جگہ بیان کر دینا
یہ بہت بڑا معجزہ ہے اور اسی مضمون کی حدیثیں مشکوٰۃ اور مسلم شریف میں بہت ہیں اور مسند
امام احمد میں دو سندوں معتبر سے اور شفا قاضی عیاض رحمۃ میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
انہ قال لقد ترکنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وما یحرک طائر جناحیہ فی السماء الا ذکرنا
منہ علما یعنے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں
ہم کو چھوڑ کر تشریف لیگئے کہ آپکا یہ حال تھا کہ اگر آسمان میں کوئی پرندہ پر مارتا تو اسکا بھی علم
ہم سے بیان فرما دیتے تھے۔ لہذا امام بغوی امام رازی صاحب تفسیر روح البیان وغیرہ محققین
مفسرین رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی تفسیروں میں تحریر فرماتے ہیں کہ آیہ کریمہ مَاۤ اَدْرِیْ مَا
یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ اور اس قسم کی تمام آیت حدیثیں اُس زمانے کے ساتھ مخصوص ہیں کہ جبتک
حضور کو علم تمام ماکان ومایکون کا عطا نہیں کیا گیا تھا۔ ورنہ پھر جب تمام ماکان ومایکون کا علم عطا
فرما دیا آپکا تو ذکر ہی کیا کرنا ہے آپ کے تمام غلاموں کے مآل کار کی نسبت بھی یہ ارشاد فرما دیا
کہ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا کَبِیْرًا۔ ”یعنے بشارت پہونچا دو تم اے ہمارے حبیبؐ
اسبات کی کہ مومنوں کے واسطے اللہ کیطرف سے بہت بڑا افضل ہے“۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے
لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَیُکَفِّرَ عَنْهُمْ
سَیِّاٰتِهِمْ وَکَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِیْمًا۔ ”یعنے تو کہ داخل کرے اللہ مومن مرد اور عورتوں کو
جنتوں میں جنکے نیچے نہریں جاری ہیں ہمیشہ رہینگے وہ اُن میں اور کفارہ کردے اُن سے گناہوں
اُن کے کا اور ہے یہ نزدیک اللہ کے بہت بڑی رسائی“۔

چنانچہ حضرت انس اور قتادہ اور حسن اور عکرمہ رضی اللہ عنہم کا تو یہی قول ہے کہ آیہ کریمہ
مَاۤ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ اس آیت کے ساتھ منسوخ ہوگئی۔ اور یہاں سے اُس قول کی گمراہی
بھی معلوم ہوگئی جو بعض کہدیا کرتے ہیں کہ ہمیں کیا معلوم کہ خواجہ صاحب۔ بڑے پیر صاحب
ایمان پر ہی مرے بلکہ ہم جو اُنکو بزرگ جانتے ہیں تو یہ ہمارا حسن ظن ہے اسواسطے کہ جنکا اتفاق
کلمہ پر ہوا اُنکے ایمان پر مرنے میں کیا کلام ہے اور جب مرتے دم ادھر سے بیہوشی ہوجاتے

اُسوقت کے کفر اور ایمان کا اعتبار نہیں اُسوقت تو کافر بھی ایمان لے آتا ہے چنانچہ لَمْ یَکُ یَنْفَعُھُمْ اِیْمَانُھُمْ کی تفسیر میں علامہ رازی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں انہ الوقت الذی یعاین فیہ نزول ملائکۃ الرحمۃ والعذاب لان فی ذالک الوقت یصیر المرء ملجاء الی الایمان فذالک الایمان لا ینفع انما ینفع مع القدرۃ علی خلافہ حتی یکون المرء مختارا اما اذا عاینوا علامات الاٰخرۃ فلا۔" یعنے یہ جو آیت ہے کہ وقت دیکھنے ہمارے خوف کے انکو ایمان کچھ نفع نہ دیگا۔ اس سے مراد وہ وقت ہے جب جان کنی کی حالت میں عذاب کے فرشتوں کو دیکھکر ایمان لے آوے اسواسطے کہ اُسوقت تو ایمان لانے پر آدمی مجبور ہوتا ہے۔ اعتبار اُسوقت کا ہے جس وقت ایمان لانے اور کافر رہنے پر قدرت اور اختیار رکھتا ہو۔ چنانچہ کتب عقائد میں جو لکھا ہے کہ کافر کبھی مومن اور مومن کبھی کافر ہوتا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ اور اعتبار خاتمہ کا ہے۔ اسکے یہی معنے ہیں کہ اختیار اور قدرت کے وقت مرتے دم کبھی مومن کفر کے کلمے کہنے لگتا ہے اور کافر ایمان کی باتیں کرنے لگتا ہے نہ یہ کہ بیہوشی کے بعد بھی مومن کافر اور کافر مومن ہو جاتا ہے اب رہا یہ امر کہ اولیاء اللہ کا قبر سے نکلکر سبق پڑھا دینا بعض اولیاء اللہ کا روزمرہ یا کبھی کبھی مجلس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہونا وغیرہ وغیرہ امور مذکورہ سوال شریعت سے ثابت ہیں یا نہیں سو حضرت جب احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں علمی بعد وفاتی کعلمی فی حیاتی رواہ الحافظ المنذری وابن عدی فی الکامل۔ یعنے میرا علم جیسا زندگی میں تھا ویسا ہی بعد وفات کے رہیگا روایت کیا اسکو حافظ منذری اور ابن عدی نے کامل میں۔ اور ابو یعلی بذریعہ ثقہ راویوں کے حضرت انس رضی سے نقل کرتے ہیں۔ انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ سب نبی زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے رہتے ہیں۔ ذرا جذب القلوب اور مدارج وغیرہ معتبر کتابوں کو ملاحظہ کیجئے اور طبرانی اور سیرت محمدیہ میں ہے کہ طبرانی بروایت راویان ثقہ نقل فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث کان یعنے کوئی بندہ درود نہیں بھیجتا مجھپر مگر پہونچ جاتی ہے

اور اسکی مجھکو جہاں کہیں بھی وہ ہو۔ اور اسی مضمون کے معاون یہ دوسری حدیث دلائل میں ہے قیل الرسول الله صلی الله علیہ وسلم ارأیت صلوٰۃ المصلین علیک ممن غاب عنك ومن یأتی بعدك ماحالھما عندك فقال اسمع صلوٰۃ اھل محبتی واعرفھم وتعرض علی صلوٰۃ غیرھم عرضا یعنے جب آپ سے عرض کیا گیا کہ جو آپ سے غائب ہیں اور آپ سے بعد پیدا ہونگے انکے درود کی کیا حالت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میری محبت والوں کے درود تو میں سنتا ہوں اور انکو پہچانتا ہوں اور دوسروں کے درود میرے سامنے پیش کردیئے جاتے ہیں۔ اور عام اولیاء اللہ کی شان میں یہ حدیث مشکوٰۃ شریف اور صحیح بخاری شریف میں موجود ہے عن ابی ھریرۃ رضہ قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم مایزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا وان سألنی لاعطینہ۔ یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے فرمایا کہ ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے مجھسے میرا بندہ ساتھ نوافل کے یعنے ان عبادتوں کے ساتھ جو فرض عبادت سے زائد ہیں یہانتک کہ میں اس سے محبت رکھنے لگتا ہوں اور جب میں اسکو چاہنے لگتا ہوں تو میں اُسکی وہ قوت سماعت ہو جاتا ہوں کہ جسکے ساتھ سنتا ہے اور وہ قوت بصارت ہو جاتا ہوں کہ جسکے ساتھ دیکھتا ہے اور اُسکے وہ ہاتھ ہو جاتا ہوں جنسے پکڑتا ہے اور وہ پاؤں ہو جاتا ہوں جنسے چلتا ہے اور اگر مجھ سے مانگتا ہے بے شک اُسکو دیتا ہوں۔ پھر تاویلی مطلب تو بہت کچھ شراح نے لکھے ہیں مگر واقعی مطلب اس حدیث کا وہی ہے جو اس مرتبہ کے لوگوں نے لکھا ہے۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

ایں سخن حق است باللہ مے شود	اللہ اللہ گفت اللہ مے شود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود	گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

اور عام مومنوں کی شان میں زمین پر سیر کرنیکی نسبت بعد موت کے احیاء العلوم میں ہے وقال مالك بن انس بلغنی ان ارواح المؤمنین مرسلۃ تذھب حیث شاءت یعنے مومنوں کی روحیں چھوٹی رہتی ہیں جہاں چاہیں وہاں جاسکتی ہیں اور معجم کبیر طبرانی اور جامع صغیر سیوطی میں ہے حضرت عبداللہ

بن عمر رضی اللہ عنہما سے وہ فرماتے ہیں ان للّٰہ تعالیٰ عباد اختصھم بحوائج الناس یفزع
الناس الیھم فی حوائجھم یعنے اللہ کے بہت بندے ہیں جنکو اللہ نے لوگوں کی حاجتوں
کے واسطے خاص کرلیا ہے۔ لہذا گھبراکر لوگ اُنکی طرف اپنی حاجتوں کے واسطے جاتے ہیں۔
اور حصن حصین میں مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند بزار سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ
عنہما فرماتے تھے واذا انفلتت دابۃ فلیناد اعینونی عباد اللہ یعنے جب بھاگ جاتے
جانور کسیکا اسے چاہیئے کہ پکارے مدد کرو میری اے بندو خدا کے۔ اور اس حدیث کے
اگرچہ بعض طریق ضعیف ہیں مگر کثرت طرق سے مرتبہ حدیث حسن کو پہونچی ہوئی ہے۔ اور ترمذی
شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کم من اشعث اغبر لو اقسم
علی اللہ لابرہ یعنے بہت لوگ ایسے ہیں کہ ظاہر میں بال بکھرے ہوئے غبار آلودہ رہتے
ہیں اور مرتبہ یہ رکھتے ہیں کہ اگر اللہ کے بھروسہ پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ اُنکی قسم پوری کر ہی دیتا ہے
اور منتخب کنز العمال میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص سے پوچھا تیرا نام کیا ہے۔ اس نے
کہا جمرہ یعنے چنگاری۔ آپنے پوچھا باپ کا کیا نام ہے۔ کہا شہاب یعنے شعلہ۔ پوچھا کس قبیلے
سے کہا حرقہ سے۔ جسکے معنے جلن کے ہیں۔ فرمایا مکان کہاں ہے۔ کہا حرۃ النار میں۔ جسکے معنے
آگ کی گرمی کے ہیں۔ پوچھا وہ کہاں ہے کہا قریہ ذات لظی میں۔ یعنے اُس گانوں میں جسکا نام
شعلہ والا ہے۔ آپ نے فرمایا اپنے گھر والوں کو جاکر سنبھال وہ سب جل گئے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔
اور اُسی منتخب میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اہل کوفہ سے فرمایا تھا کہ اے اہل کوفہ تم سب میں
جو بہتر ہیں وہ سات آدمی قتل کیئے جاوینگے اور حجر بن الادوی مع اپنے یاروں کے اُن میں سے
ہیں۔ چنانچہ آپکی پیشین گوئی کے موافق انکو معاویہ بن غدر انے شہید کیا۔ خود مولوی حمید اللہ
اس مضمون کے آگے جو آپنے اپنے اعتراض میں حدیث التفاسیر سے لکھوایا ہے لکھتے ہیں کہ
حضرت عمرؓ کی آواز یا ساریۃ الجبل اثنا خطبہ میں مدینہ منورہ سے کوسوں پر آپکے سپہ سالار
کے کان میں پہونچگئی تھی پھر اس مضمون کے لکھنے کی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ کیوں لکھا ہے مولوی
صاحب جب بموجب قرآن مجید اور احادیث صحیحہ ثابت ہے کہ مخالف عادت کے اولیاء اللہ سے بہت باتیں برخلاف
عقل ناقص عوام کے ہوسکتی ہیں اور اولیاء اللہ کی کرامت کا جمہور اہلسنت کے نزدیک حق ہونا ثابت ہے

پھر ایسے مفعولوں سے آپ جیسے منصفوں کا شبہہ میں پڑ جانا بڑے تعجب کی بات ہے۔ کیا آپنے قرآنمجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذکر میں نہیں پڑھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے فرمانے سے حضرت آصف بن برخیا علیہ السلام نے جنکا ولی ہونا متفق علیہ ہے پلک جھپکنے سے پہلے آپکے فرماتے ہی سیکڑوں کوس سے بطریق کرامت حضرت بلقیس کے تخت کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے لاکر حاضر کردیا۔ اور جذب القلوب میں مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔ "وقصۂ سماع سعید بن المسیب در ایام واقعہ حرہ اذان از حجرۂ شریفہ تا سہ روز کہ مردم مفارقت مسجد نبوی کردہ بودند مشہور است"۔ یعنے یہ قصہ تو مشہور ہی ہے کہ ایام حرہ میں جب بوجہ ظلم یزید لوگ مسجد نبوی کو چھوڑ کر چلے گئے تھے حضرت سعید بن المسیب جو مشہور تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ تین روز تک روضہ منورہ سے برابر پانچوں وقت کی اذان کی آواز آتی تھی۔ اور مدارج النبوۃ میں بعد لکھنے بہت سی اس قسم کی روایات معتبر کے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔ "وامام حجۃ الاسلام غزالی رحمہ اللہ درکتاب خود المنقذ من الضلال میگوید کہ ارباب قلوب مشاہدہ میکنند در بیداری ملائکہ را وارواح انبیا را ومیشنوند ازیشان آوازہا واقتباس میکنند ازیشان انوار واستفادہ میکنند فوائد۔ وبدانکہ صاحب مواہب بعد از نقل اقوال مشائخ در رؤیت شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در یقظہ بر قاعدہ علم واقوال علما رفتہ از شیخ بدرالدین حسن بن اہدل نقل کردہ کہ وقوع رؤیت شریف در یقظہ مرادرا صلے اللہ علیہ وسلم متواتر شدہ بداں اخبار وحاصل آں علم قوی است ومنتفی است ازاں شک وشبہہ"۔ یعنے اہل دل جاگنے کی حالت میں فرشتونکو اور انبیا کی روحوں کو دیکھتے ہیں اور انکی آوازیں سنتے ہیں اور ان سے بہت سے انوار اور فائدے حاصل کرتے ہیں۔ اور صاحب مواہب لدنیہ نے بہت سے مشائخ کے قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نسبت حالت بیداری میں نقل کرکے بہت سے عالموں کے قولوں اور علمی قاعدہ کے موافق شیخ بدرالدین حسن ابن اہدل سے نقل کیا ہے کہ بیداری میں آنحضرت کی زیارت کرنیکی نسبت اسقدر خبریں منقول ہیں کہ مرتبہ تواتر کو پہونچ گئیں اور علم یقینی حاصل ہوگیا اور کسیطرح کے شک وشبہہ کی گنجائش نہیں رہی"۔

اجی حضرت جن لوگوں نے ہمارے مولانا فضل الرحمن قدس سرہٗ اور ہمارے حضرت سائیں توکل شاہ قدس سرہٗ

کی کچھ بھی صحبت اُٹھائی ہے انکو یقینی طور سے معلوم ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس
میں حاضر ہونیوالے اب بھی موجود تھے اور موجود ہیں حق یہ ہے **بیت**

محرم دولت بمود ہر سرے ۔۔۔ بارِ مسیحا نکشد ہر خرے

لو حضرت مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ جو مسلم فریقین ہیں درالثمین فی مبشرات سید الامین میں تحریر
فرماتے ہیں کہ میرے والد فرماتے تھے کہ میں نے اپنے اُستاد عبداللہ قاری سے سنا کہ میں اور میرے
اُستاد قاری زاہد ایک روز قرآن کا دور کر رہے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے
اور ہمارے قرآن کو سنکر دعا دی۔ پھر فرماتے تھے کہ میں نے اپنی ان دونوں آنکھوں سے حضور کو
دیکھا اور انوار العارفین میں نوشاہ صاحب ممدوح بعض اولیاء کے حالات میں بھی لکھتے ہیں۔
کہ وہ فرماتے تھے کہ تمام دنیا اسوقت ہمارے سامنے ایسی موجود ہے جیسی ہتھیلی ہاتھ کی۔ اور
دوسرے بہت سے اولیاء اللہ کے حال میں ایسے مضامین بہت سے علماء معتبر نے لکھے ہیں۔ پھر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نسبت یا امام اعظم رحمہ اللہ کے گناہوں کو تفصیل وار
دیکھنے کی نسبت اور اولیاء اللہ کے چشمہ شریعت تک پہونچ جانے اور حقیقت شریعت دیکھنے
کی نسبت اعتراض کرنا ایسے ہی لوگوں کا کام ہے جو ان سب محدّثوں بزرگواروں کو بدعتی اور مخالف
قرآن وحدیث سمجھیں۔ نعوذ باللہ منہا۔ اور کیا حدیث جبرئیل میں مرتبہ احسان کا آپنے نہیں پڑھا اسی
مرتبہ کو تو ولایت اور رسائی چشمۂ شریعت کہتے ہیں۔ چنانچہ اُسی حدیث سے ظاہر ہے کہ ظاہری نماز
روزے کو اسلام کہتے ہیں اور دل سے تصدیق کرنے کو ایمان اور جب تمام اخبار اور احکام شریعت
کو ایسا دیکھنے لگے جیسے آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اس مرتبہ کا نام احسان اور متاخرین کی اصطلاح میں
تصوف ہے۔ اب بھی اگر کوئی شک رہا ہو تو اور کہدو۔

محمدی۔ مولانا مجکو تو اب کوئی شبہ نہیں رہا۔ اللہ آپکو جزائے خیر دے مگر اپنے پرانے یاروں کا آدمی
کو بھر بھی لحاظ ہوتا ہے مصرعہ "جب آنکھیں چار ہوتی ہیں مروت آہی جاتی ہے"۔ لہذا ایک دن کی
اجازت اور طلب کرتا ہوں۔ انسے دیکھوں ہمارے ہم مشرب مولوی کیا کہتے ہیں اور ذرا اپنے مولانا محمد فاضل کو بھی
انکی بابت یہ مناظرہ سنا آؤں تاکہ پھر میری توبہ پر کسیکو دم مارنیکی گنجایش نہ رہے۔ لو جاتا ہوں۔ السلام علیکم۔

مقلد۔ وعلیکم السلام۔ بہتر ہے۔ اللہ کہیں آپ کو توفیق توبہ دے اور ہم مشربوں کے لحاظ سے

رہائی بخشئے۔ دیکھو موت بہت قریب ہے۔ وہاں کوئی ہم مشرب کام نہیں آئیگا۔

محمدی۔ السلام علیکم۔ لو حضرت حاضر ہوں۔

مقلّد۔ وعلیکم السلام۔ فرمایئے اب کیا ارادہ ہے آپکے مولوی محمد فاضل صاحب نے کیا فرمایا

محمدی۔ مولانا۔ فرمانا کیا تھا بہت خفا ہوئے۔ بہت کچھ لن ترانیاں ہانکیں یہ بھی فرمایا کہ تو بھی بدعتی اور مشرکوں سے جاملا۔ مگر یہ سب باتیں انکی بیسود تھیں البتہ ایک دو اعتراض آپکی دلیل اتباع سواد اعظم پر سخت کئے ہیں انکا جواب اور دیدو۔ پھر میں تو غیر مقلدی اور طریق وہابیہ سے توبہ کئے لیتا ہوں انکے معاملہ کو وہ جانیں۔

مقلّد۔ فرمایئے۔ وہ کیا اعتراض ہیں۔ ہم کو آپ جیسے منصفوں کا جو سوچ سمجھکر ان مضامین کو بنظرِ انصاف دیکھیں اطمینان مقصود ہے۔ معاند سے ہمکو بحث نہیں نہ اسکی ردّ و بدل سے غرض۔ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ؕ

محمدی۔ مولانا۔ اول اعتراض تو مولوی محمد فاضل صاحب کا یہ ہے کہ آپنے تقلید اور اتباع سوادِ اعظم پر جو دلیل پیش کی۔ اور پھر سوادِ اعظم کے متفق اور مجتمع ہونے کی وجہ سے تقلید شخصی ایک مجتہد کو ان چاروں مجتہدوں میں سے اس زمانہ والوں پر اور اپنے اوپر وجوب تقلید شخصی کو ثابت کیا۔ ان دلائل کے اور علاوہ اسکے اور جو دوسرے امور پر دلائل بیان کئے ہیں انکے بیان کرنے میں آپ مجتہد ہیں یا مقلّد۔ اگر دعویٰ اجتہاد کا ہے تو اور مسائل میں خود اجتہاد کرکے عمل کرنے سے انکار کی کیا وجہ۔ مجتہد پر تو آپکے نزدیک بھی دوسرے مجتہد کی تقلید حرام ہے اور پھر وہ شرطیں اجتہاد کی کون کونسی ہیں جو آپ میں بہ نسبت ثبوت تقلید شخصی تو پائی جاتی ہیں اور باقی جمیع مسائل کے اعتبار سے نہیں پائی جاتیں۔ اور اگر بیان کرنے دلائل مذکورہ میں آپ مقلد ہیں تو کسکے؟ اگر اُسی سوادِ اعظم کے جسکی تقلید کے دلائل آپ بیان کر رہے ہیں تو آپ پر دَور لازم آتا ہے۔ یعنے جس سوادِ اعظم کی تقلید کا ثبوت آپنے بیان کیا وہ بیان اسبات کو چاہتا ہے کہ ثبوت سے پہلے تم اُسکے مقلد ہو تاکہ اس تقلید کے ذریعہ سے سوادِ اعظم کی تقلید کا ثبوت دو۔ اور یہ امر ہر عاقل کے نزدیک باطل ہے۔ یا یوں کہو کہ اس زمانہ کے سوادِ اعظم کی دلیل تقلید وہی دلیل ہے جو اس زمانہ سے پہلے زمانہ کے سوادِ اعظم کی دلیل تقلید

تھی پھر جب اُس سے پہلی سواد اعظم کی تقلید کی دلیل پوچھی جاوے گی تو کہو گے اس سے پہلے سواد اعظم کی جو دلیل تقلید تھی تو یہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا اور آپ مبتلائے بلائے تسلسل ہو جاوینگے اور پھر یہ بھی آپ کو بتانا ضرور ہوگا کہ یہ دلیل اول سواد اعظم کی آپ تک کس ذریعہ سے پہونچی اور کون کونسی کتابوں میں ابتک منقول ہوتی چلی آئی۔ اور اعتراض دوم یہ ہے کہ وجوب تقلید شخصی جس سوادِ اعظم کے اجماع اور اتفاق کی وجہ سے آپ نے ثابت کیا ہے اس سواد اعظم سے اگر انہیں آجکل کے عوام اور خواص مسلمانوں کی جماعت مراد ہے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک یہ اجماع قابل حجت نہیں اسواسطے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک اہل اجماع مجتہد ہوتے ہیں اور آپ فرما ہی چکے کہ سنہ چارسو کے بعد مجتہد مستقل کا ہونا بالکل موقوف ہوگیا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اکثر کتب فقہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اب وہ مقلد جو مجتہد فی المذہب یا مجتہد منتسب ہو وہ بھی نہیں ہوتے پھر آجکل کے عوام وخواص کے اجماع سے حنفیوں کے نزدیک ثبوت وجوب تقلید کا کسطرح ہوسکتا ہے۔ اور اگر سوادِ اعظم سے مجتہدین فی المذہب کے سواد اعظم مراد ہے تو باعتبار لفظ سوادِ اعظم کے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بڑی جماعت مجتہدوں کی اسپر متفق ہو جائے گو چھوٹی جماعت مجتہدوں کی اسکی مخالفت کرتی رہے۔ حالانکہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اجماع کے واسطے ایک زمانہ کے تمام مجتہدوں کا اتفاق شرط ہے اور تقلید کے معاملہ میں تو اگر آپ کتابوں کو ملاحظہ فرمائینگے تمام مراتب کے مجتہدوں کی بڑی جماعت کے نہ چھوٹی کے مختلف اقوال پائیں گے۔ انتہیٰ۔

مقلد۔ مولویصاحب کیا آپکے مولانا محمد فاضل صاحب معقولی بھی ہیں؟ اگر محمدیوں سے ہم تو یہی سنتے تھے کہ تمام علوم صرف۔ نحو۔ منطق۔ ہیئت۔ فلسفہ وغیرہ بجز علم قرآن وحدیث کے بدعت ہیں۔ مگر خیر الحمد للہ۔ آج معلوم ہوگیا کہ آپکے مولانا محمد فاضل اُستاد کل منطقیوں کے قواعد کے تو مقلد ہیں گو تقلید مجتہدین دین سے انکار رکھتے ہیں۔ چونکہ یہ بات آپکے سوچنے کے قابل تھی اسواسطے منہ سے نکل گئی۔ اب اصل مدعا کیطرف متوجہ ہوجیئے اور سنئے۔ مولویصاحب کیا تمام قرآن وحدیث کی سمجھ آپکے مولانا کے نزدیک اجتہاد اور تقلید شخصی ہی میں منحصر ہے کیا آپ نہیں جانتے کہ بعض آیات کلام اللہ ایسی بھی ہیں جنکے سمجھنے میں نہ کسیکی تقلید کی ضرورت ہے

نہ اجتہاد کی حاجت کیا اَقِیمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ۔ کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ وغیرہ آیات سے جو
نماز پڑھنے زکوٰۃ دینے اور روزہ رکھنے کا حکم ثابت ہوتا ہے ۔ ان حکموں کو قرآن سے ہر ترجمہ خوان یا
زباندان عربی نہیں سمجھ سکتا ۔ علی ہذا لَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَتُہٗ لَاتَّبَعۡتُمُ الشَّیۡطٰنَ
اِلَّا قَلِیۡلًا کے نفس ترجمہ سے کیا یہ بات ہر اک سمجھدار آدمی نہیں سمجھ لیتا کہ اللہ تعالیٰ یوں ارشاد
فرماتا ہے کہ اے امت محمد رسول اللہ اگر اللہ کا فضل اور رحمت تمپر نہ ہوتا تو تم سب شیطان کے
پیرو ہو جاتے مگر تھوڑے سے کہ جو بغیر اس فضل و رحمت کے بھی پہلے ہی سے شیطان کی پیروی
سے بچے ہوئے تھے ۔ مثل ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کے قرآن کے نازل ہونے اور اسلام کے
ظاہر ہونے سے پہلے ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہوئے اور شیطان کی پیروی
سے بچے ہوئے تھے ۔ مگر جب یہ فضل اور رحمت یعنے نزول قرآن اور ظہور اسلام اور ہونا علما اور
مجتہدین کا تم میں سے کہ جو فضل و رحمت سے بموجب سیاق آیت اس مقام پر مراد ہے تمہارا شامل
حال ہو گیا تم سب شیطان کی پیروی سے بچ گئے اور شیطان کے پیرو تم میں تھوڑے رہ گئے ۔
چنانچہ تمام مفسرین معتبرین نے بھی ایسا ہی لکھا ہے اور انہیں معنوں کو بموجب قواعد عربیت
مختار رکھا ہے ۔ اور اکثر احادیث صحیحہ سے بھی کہ جنکو باعتبار معنے کے مشہور یا متواتر کہہ سکتے
ہیں ۔ یہی مضمون ثابت ہوتا ہے کہ اطاعت اللہ اور رسول اللہ کی اہل اسلام کی بڑی جماعت
ہی کی پیروی میں منحصر ہے اور تھوڑے سے گروہ کی پیروی میں بمقابلہ سواد اعظم استحقاق
دوزخ میں پھینکے جانیکا ہو جاتا ہے ۔ اسیواسطے جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری
امت کے تہتر فرقوں میں سے بجز ایک فرقہ کے سب جہنمی ہوں گے ۔ اور صحابہ نے عرض کیا کہ وہ
فرقہ کونسا ہوگا جیسے بعض روایات میں آیا ہے کہ بجواب اسکے آپ نے فرمایا کہ وہ فرقہ میری اور میرے
اصحاب کی پیروی کرنے والا ہوگا ۔ اکثر روایتوں میں کہ جنکو باعتبار کثرت طرق کے متواتر المعنے
کہہ سکتے ہیں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا وہ فرقہ بڑی جماعت اہل اسلام کا پیرو ہوگا
چنانچہ تقریباً چالیس طریقوں سے تو اس مضمون کی حدیثو کو ہم نے اپنے رسالہ مختصر المیزان
ہی میں نقل کیا ہے ۔ اب جب آپ پر یہ بات خوب ثابت ہو گئی کہ قرآن اور حدیث کے تمام مضامین
کی سمجھ اور پیروی اجتہاد یا تقلید شخصی ان دو ہی صورتوں میں منحصر نہیں تو فرمائیے کہ آپکے مولانا کا

سوال لغو رہا یا نہیں اور جب ہم نے یہ بات نفس ترجمہ اور محاورہ سے ظاہر دکھا دی کہ جو دلیل اتباع
سواد اعظم کی ہم نے بیان کی ہے وہ بھی ایسی ہی ہے۔ پھر انصاف سے کہئے کہ آپ کے مولانا کا اعتراض
بیخ و بن سے کٹ گیا یا نہیں۔ اور جب آپ بلکہ ہر کس و ناکس اسبات کو جانتے ہیں کہ یہ آیت قرآنمجید
میں موجود ہے اور اس مضمون کی حدیثیں تمام حدیث کی کتابوں میں موجود۔ پھر مولانا محمد فاضل کا
پوچھنا کہ یہ دلیل آپ تک کن کن کتابوں کے ذریعہ سے پہونچی۔ تمہیں خدا کی قسم ذرا سچ تو کہو کہ مولانا
پر یہی مثل صادق کرتا ہے یا نہیں کہ "پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل"۔ اور جب اتنے بڑے مولانا کا
یہ حال ہے تو اور نائی۔ دھوبی۔ رنگریز۔ کنگر۔ دُھنئے۔ جولاہے جو دوکانوں پر غیر مقلدوں کے مولوی
بنے بیٹھے ہیں انکا کیا حال ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس مولویصاحب آپ کے مولانا کا اعتراض دویم بھی
یہ بیان واقعہ ہے ورنہ بلحاظ پیشہ کوئی عیب نہیں ۱۲ ابو البرکات سید احمد عفی عنہ
ایسا ہی ہے۔ کیوں حضرت! جب آپ اور ہم بقول مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ وغیرہ علماء معتبر
کے یہ مان چکے کہ سن ۲۰۰ھ کے بعد تمام امت تقلید شخصی پر مجتمع ہوگئی اور اجماع کے اہل بھی اُسیوقت
کے مجتہدین فی المذہب تھے اور یہ بھی مان چکے کہ ان چاروں اماموں ہی کے چار مذہب اور
اُنہیں میں سے کسی ایک کی تقلید پر مجتمع ہونے کی خبر بطریق شہرت یا متواتر ہم تک پہنچتی
چلی آتی ہیں۔ اور جو مختلف روایتیں حرمت اور حلت اور وجوب اور استحباب تقلید کے ائمہ
مجتہدین سے منقول ہیں وہ باعتبار مختلف قسم کے لوگوں کے ہیں۔ مثلاً باعتبار مجتہدین مطلق
کے حرمت کی روایتیں ہیں۔ اور بہ نسبت مجتہدین فی المذہب کے استحباب کی روایتیں ہیں۔ اور
غیر مجتہدوں کی نسبت بوجہ اجماع سواد اعظم وجوب کی روایتیں تو اب آپ ہی فرما دیں کہ ان سارے
مضامین کو سنکر تسلیم کرنیکے بعد مولانا محمد فاضل کا یہ اعتراض کہ سواد اعظم سے آپ کی کیا مراد ہے
محض سمع خراشی اور مغالطہ دہی ہے یا کچھ اور۔ ہاں یہ بات اُنکی قابل سماعت ہے کہ امام کے
نزدیک ایک زمانہ کے تمام مجتہدوں کا اجماع قابل حجت ہے اور تمہاری دلیل سے ایک زمانہ کے
مجتہدوں کی بڑی جماعت کے اجماع کا حجت ہونا مفہوم ہوتا ہے سو اگر کتب اصول کو آپ ملاحظ
فرمالیتے تو ایسے اس اعتراض کیطرف آپ ہی توجہ نہ فرماتے۔ کیوں حضرت جب سوادِ اعظم کی مخالفت
موجب دخولِ دوزخ ہے تو کیا وہ مجتہد جو مجتہدوں کی بڑی جماعت کی مخالفت کریں قابل اعتبار
ہو سکتے ہیں؟ اسیواسطے کتب اصول میں لکھا ہے کہ مراد تمام مجتہدوں سے مجتہدین صالح ہیں۔

دیکھو منارمیں ہے واھل الاجماع من کان مجتھدا صالحا اور دوائر الوصول میں ہے واھل
الاجماع من کان مجتھدا لیس فیہ ھوًا ای بدعۃ ولا فسق ظاھر انتہیٰ - اور یہی مضمون
دوسری تمام کتب اصول کا ہے - علاوہ بریں اگر ہم مان بھی لیں کہ کل قرآن مجید اور تمام احادیث
کی سمجھ فقط انہی دو طریق اجتہاد اور تقلید ہی میں منحصر ہے جب بھی اُن خرابیوں کی لوث سے
جو آپ کے مولانا نے اپنے زعم میں ہم پر وارد کی ہیں ہمارا دامن تقریر بالکل پاک ہے - کیا آپکے
مولانا کے نزدیک یہ بات محال ہے کہ ایک شخص کل مسائل کے اعتبار سے نہیں تو بعض مسائل
کے اعتبار سے ہی اُن اجتہاد کی شرطوں کو جو اس زمانہ کے لائق صاحب تلویح تحریر فرماتے ہیں -
حاصل نہ کرسکے اور اس زمانہ کے عام عالموں کے اعتبار سے مجتہد کہلایا جاوے اور بوجہ پابندی
کسی مجتہد کے مجتہدین سلف سے تمام اصول اور فروع میں مقلد ہی رہے - حضرت من اس زمانہ
میں سب سے زیادہ منزل دشوار گذار معاملہ اجتہاد میں حدیث کے راویوں کے حالات کی تحقیقات ہے
کہ جو بوجہ دور دراز گذر جانے زمانہ کے بغیر تقلید کرنے اُن کتابوں کے جن میں راویوں کے
حالات درج ہیں غیر ممکن ہے - سو اسکی نسبت باب الاجتہاد تلویح میں علامہ تفتازانی رحمہ اللہ
اسطرح تحریر فرماتے ہیں الثانی السنۃ قدر ما یتعلق بالاحکام بان یعرفھا بمتنھا وھو
نفس الحدیث وسندھا وھو طریق وصولھا الینا من تواتر او شھرۃ او احاد ومن ذالک
معرفۃ حال الرواۃ والجرح والتعدیل الا ان البحث عن حال الرواۃ فی زماننا ھذا کا
المتعذر لطول المدۃ وکثرۃ الوسائط فالاولی الاکتفاء بتعدیل الائمۃ الموثوق
بھم فی علم الحدیث کالبخاری والمسلم والبغوی والصغانی وغیرہم من ائمۃ
الحدیث الخ - یعنی دوسری شرط اجتہاد کی یہ ہے کہ مجتہد اسقدر حدیثوں کو ضرور حاصل کرلے جو
حکموں کے متعلق ہیں مع اُنکے متن اور سند کے اسطرح پر کہ یہ متواتر ہے یہ مشہور ہے یہ احاد
ہے - اور سند کے جاننے میں سند کے سب راویوں کے حالات کا پہچاننا بھی ضروری ہے
تاکہ جسکو معتبر سمجھے اُسکی حدیث پر اعتماد کرے جس میں کلام ہو اسکو غیر معتبر سمجھے مگر ہمارے
اس زمانہ میں راویوں کے حالات سے بحث کرنا تو مثل امر متعذر اور غیر ممکن کے ہوگیا بسبب
درازی زمانہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کثرت سے ہو جانے اُن واسطوں کے

جنکے واسطے سے حدیثیں ہم تک پہونچ سکتی ہیں اسواسطے اولی یہ ہے کہ اس زمانہ کے اعتبار سے اجتہاد
کی شرطوں میں جو حدیث دانی کی شرط ہے اس میں اتنی ہی بات پر کفایت کیجاوے کہ جسقدر حدیثیں
احکام کے متعلق ہیں ان کو ان اماموں کی تقلید سے جانتا ہو جو کہ علم حدیث میں معتبر سمجھے گئے ہیں
جیسے امام بخاری امام مسلم امام صنعانی امام بغوی وغیرہم رحمہ اللہ جسکو یہ صحیح او معتبر کہیں انکو صحیح سمجھ
لے اور جن میں وہ کلام کر گئے ہیں انکو اسی مقدار پر ضعیف مان لے۔ جن راویوں کو وہ جیسا کچھ لکھ گئے
ہیں انکو انکی تقلید سے ویسا ہی سمجھ لے چنانچہ اس مرتبہ کے مجتہد عالم اب بھی بہت نہیں تو کچھ نہ کچھ
تو موجود ہیں۔ گو تمام احکام کے اعتبار سے یہ قوت بھی پوری نہ رکھیں مگر بعض احکام کے اعتبار
سے اسقدر قوت والوں کا ابتک موجود ہونا ظاہر ہے۔ اور کیا عجب ہے کہ ایسے لوگ قرب قیامت
تک باقی رہیں۔ مگر یہ لوگ چونکہ اصول اور فروع میں اپنے مذہب کے مجتہد مستقل اور
مجتہدین منتسب کی مخالفت نہیں کر سکتے بسبب جاننے اس امر کے یقینی طور سے کہ جو مرتبہ
تحقیق حدیث کا ان مجتہدوں کو حاصل تھا یہ ائمہ حدیث اُس مرتبہ کو نہیں پہونچے علاوہ بریں
وہ مجتہد اور فقیہ بھی تھے اور یہ فقط محدث ہیں بلکہ حدیث میں بھی انہیں اماموں میں سے
کسیکے شاگرد یا انکے شاگردوں کے شاگرد اور انہیں چاروں اماموں میں سے کسی ایک
امام کے مقلد۔ چنانچہ یہ امر جواب نمبر۲ سے ظاہر ہے۔ اور شجرہ امام کے اُستاد اور شاگردوں کا جو
اس رسالہ میں آگے آئیگا۔ دیکھو۔ اُس سے خوب ظاہر ہو جائیگا۔ غالباً اسی وجہ سے مولانا
شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ نے انکو بھی مجتہدین منتسبین میں شمار کر لیا ہے۔ اور رسالہ انصاف میں تحریر
فرماتے ہیں الاجتهاد نوعان مستقل وقد فقد من راس اربع مائة فلم يكن وجوده
ومنتسب وهو باق الى ان تاتى اشراط الساعة الكبرى ولا يجوز انقطاعه لانه
فرض كفاية ومتى قصر اهل عصر حتى تركوه اثموا كلهم كما صرح به الاصحاب
منهم الماوردى فى الحاوى والرويانى فى البحر والبغوى فى التهذيب
یعنے امام ماوردی حاوی میں اور امام رویانی بحر میں اور امام بغوی تہذیب میں تصریح فرماتے
ہیں کہ اجتہاد کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اجتہاد مستقل جو شروع صدی چہارم سے بالکل نیست و نابود
ہو گیا۔ اور دوسرا اجتہاد منتسب جو قیامت کی بڑی نشانیاں ظاہر ہونے تک باقی رہے گا۔

اور چونکہ وہ فرض کفایہ ہے اسکا نابود ہونا ناجائز ہے۔ اور اگر کسی زمانہ والے اسکو بالکل چھوڑ دیں تو سب گنہگار رہینگے۔ ورنہ جمہور محققین متقدمین کی تحقیق سے ظاہر ہے کہ اب وہ مجتہد منتسب تو نہیں رہے جو خود راویوں کے حالات سے بحث کرتے تھے اور جس کسی واقعہ میں اپنے مجتہد مستقل یا مجتہد فی المذہب سے تصریح نہیں پاتے اسکو قرآن اور حدیث سے تحقیق کر کے بلا تقلید خود ہی استنباط کر لیتے تھے۔ چنانچہ یہ امر بوجہ متعذر ہو جانے تحقیق اسمار رجال اور جرح اور قدح رجال میں بلا تقلید کتب اسمار رجال وغیرہ خود ہر سمجھدار پر ظاہر ہے اسیواسطے محقق ابن کمال باشا کی تحقیق کے حوالہ سے صاحب شامی درِ مختار کی اس عبارت کی شرح میں ذکر کیا ان المجتہد المطلق قد فقد واما المقید فعلی سبع مراتب ” یعنی فقہائے لکھا ہے کہ مجتہد مطلق تو اس زمانے ہیں مفقود ہو گئے اور مجتہد مقید جو پائے جاتے ہیں وہ مختلف سات مرتبوں مشہور ہیں سے ہوتے ہیں“ تو صاف صاف بیان فرماتے ہیں کہ سات مرتبے جب پورے ہوتے ہیں تب مجتہد مستقل اور جو مقلد محض ہیں انکو ہی مجتہد مقید یعنے منتسب مان لیا جائے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔ قولہ۔ واما المقید فیہ امران الاول ان المجتہد المطلق احد السبعۃ والثانی ان بعض السبعۃ لیسوا مجتہدین۔ ” یعنے یہ جو در مختار میں ہے کہ مقید سات مرتبوں پر منقسم ہیں۔ اسمیں دو باتیں ہیں۔ اول یہ کہ مجتہد مطلق کو بھی سات قسموں میں گن لیا جائے۔ دوم یہ کہ بعض مرتبوں کے مجتہد ان میں سے واقع میں مجتہد نہ مانے جائیں“۔ اور اگر فرض کیا جاوے کہ اب زمانہ محض مقلدوں کا ہے۔ اور صاحب تلویح کی تحریر کے موافق بھی اب کوئی صاحب اجتہاد باقی نہیں رہا تو کیا ہم نہیں کہہ سکتے کہ جیسے اور احکام کے ماننے میں بموجب تحقیق کسی ایک امام کے ان چاروں اماموں میں سے ہم اپنے زمانے کے سواد اعظم کے مقلد ہیں۔ اسیطرح دلیل اتباع سوادِ اعظم کے بیان کرنے میں بھی اسی سواد اعظم کے مقلد ہیں۔ اور یہ سواد اعظم اپنے سے پہلی سواد اعظم کی مقلد ہے۔ علیٰ ہذا۔ یہانتک کہ یہ تسلسل ان سنہ کے بعد والے مجتہدین فی المذہب پر جا کر ختم ہو جاوے جنہوں نے تقلید شخصی پر اتفاق کیا تھا۔ اور پھر اتباع سوادِ اعظم کی دلیل سے ہر غیر مجتہد پر حکم وجوب تقلید ثابت کیا تھا۔ جب یہ تسلسل منقطع ہو گیا فرمایئے کونسی خرابی باقی رہی۔ محال تو وہ تسلسل ہے

جو امور واقفیہ میں کسی درجہ تک کبھی ختم ہی نہ ہو۔ علیٰ ہذا کیا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ جس سواد اعظم کی تقلید سے ہم یہ دلائل بیان کر رہے ہیں وہ سواد اعظم اور ہے اور جس سواد اعظم کی تقلید کا ثبوت بیان کیا گیا ہے وہ سواد اعظم اور ہے۔ اب فرمائیے دَور کہاں لازم آیا۔ دَور تو جب لازم آتا کہ دونوں سواد اعظم ایک ہی مان لی جائیں۔ حضرت وہ سواد اعظم جسکی تقلید سے اس آیت مذکورہ کو فرمان خدا اور احادیث مذکورہ احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمنے مانا ہے وہ عام مسلمانوں کی سواد اعظم ہے یا تمام محدثوں کی سواد اعظم۔ اور جس سواد اعظم کی تقلید کا ثبوت دیا گیا ہے وہ سواد اعظم مقلدین کی ہے یا اُن منتسب مجتہدوں کی اور اُنکے زمانہ والے مسلمانوں کی جنہوں نے بعد سنہ ۲۰۰ھ کے تقلید شخصی پر اجماع کیا تھا۔

محمدی۔ مولانا۔ اب مجکو تو خوب معلوم ہو گیا کہ جیسے اُنکے سب معاملات ظاہر میں اچھے معلوم ہوتے ہیں اور باطن میں دیکھو تو اللہ ہی اللہ یاد آتا ہے۔ علیٰ ہذا انکی دلیلوں اور اعتراضوں کی بھی یہی کیفیت ہے کہ ظاہر میں ہر دلیل بہت مضبوط اور گہری معلوم ہوتی ہے اور جب تحقیق کیا جاتا ہے تو محض ملمع ہی ہوتا ہے اور بجز زبانی قال اللہ قال الرسول انکے باطن میں قال اللہ کا کچھ بھی پتہ نہیں لگتا۔

مقلد۔ بے شک اس میں ذرا شک نہیں۔ کیا آپنے بخاری کی اس حدیث صحیح کو نہیں دیکھا عن ابی سلمۃ وعطاء بن یسار انھما اتیا ابا سعید الخدری فسالاہ عن الحرورية اسمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ادری ما الحرورية سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول یخرج فی ھذہ الامۃ ولم یقل منھا قوم تحقرون صلوتکم مع صلوتھم یقرؤن القران لا یجاوز حلوقھم وحناجرھم یمرقون من الدین کمروق السھم من الرمیۃ فینظر الرامی الی نصلہ الی رصافہ فیتمارى فی الفوقۃ ھل علق بھا من الدم شئ۔ یعنے حضرت ابو سلمہ اور عطا رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان دونوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آکر پوچھا کہ آپ نے حروریہ یعنے خارجیوں کے معاملہ میں بھی کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ حروریہ کون ہیں میں نے تو نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اتنا سنا ہے کہ فرماتے تھے

کہ اس امت میں ایک قوم ایسی ظاہر ہوگی۔ یوں نہیں فرمایا اس امت سے ایک قوم نکلجاویگی
کہ انکی نمازوں کے سامنے تم اپنی نمازوں کو حقیر سمجھو گے۔ قرآن بہت پڑھیں گے مگر اُن کے
گلوں سے نیچے نہیں اُترے گا دین سے ایسے نکلجاوینگے جیسے تیر شکار سے پار نکلجاتا ہے
پھر دیکھنے والا کبھی اسکی بھال کو کبھی بندش کو دیکھتا ہے پھر سوفار پر آکر شبہہ کرتا ہے کہ
شاید یہاں کچھ خون لگا ہے۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ
نے فرمایا کہ کچھ خارجیوں پر موقوف نہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تو مطلقاً فرمایا ہے
جس میں یہ نشانی پائی جاوے وہی بے دین ہے۔

محمدی۔ مولانا۔ خیر۔ میری تو توبہ ہے۔ انشاء اللہ اب کبھی انکے دم میں
نہیں آنیکا۔ میں آج سے ہی حنفی ہوں۔ اور اللہ سے دعا ہے کہ مرتے دم تک حنفی ہی رکھے۔
مگر یہ لوگ اکثر ہماری مسجد میں آجاتے ہیں۔ اور آنے سے یکدم منع کرنا بھی خلاف مروت ہے
اگر وہ ہماری برابر ہماری جماعت میں شریک ہوجاویں تو کچھ ہماری نماز میں تو انکی شرکت سے
نقصان پیدا نہ ہوگا۔ بہر نہج آمین بالجہر اور فاتحہ خلف الامام میں وہ ہم سے مخالف
ہیں مگر یہ امور شافعی بھی کرتے ہیں اور آپ فرما ہی چکے کہ ہم چاروں مذہب کے مقلد باہم شیر و
شکر ہیں۔ اور اگر وہ کبھی پہلے سے آکر جماعت شروع کردیں تو اُنکے پیچھے نماز پڑھ لوں یا نہیں
شافعی۔ مالکی امام کے پیچھے تو حنفی کو نماز پڑھنا کتب فقہ میں جائز لکھا ہے۔

مقلد۔ مولویصاحب باوجود اتنی مفصل بحث کے اب بھی آپ یہی پوچھتے ہیں
کیا سوال وجواب نمبر دس سے آپ پر یہ ظاہر نہیں ہوا کہ بعض غیر مقلد ایسے بھی ہیں جنکی نماز
چاروں اماموں کے نزدیک نہیں ہوتی بوجہ نہ باقی رہنے اُنکے وضو کے کسی امام کے نزدیک
اور پھر یہ نظیر خاص بعض غیر مقلدین کے اعتبار سے آپ کے فرمانیکے موافق بیان کی گئی تھی
ورنہ آپ ہی انصاف سے فرماویں کہ جب تمام غیر مقلد و نکا ہر بات میں الدین یسر
یعنے "دین اختیار کرنا آسانی کا ہے" پر عمل ہو۔ تقلید ائمہ کو حرام سمجھیں اور وہ سب وضو میں
ان تمام حرکات مذکورہ کے مرتکب ہوں۔ علاوہ بریں انکے محققوں کے نزدیک بالاتفاق
بموجب نئے معنوں حدیث الماء طھور لا ینجسہ شئی (پانی پاک ہے اُسکو کوئی شئے ناپاک نہیں کرتی)

جبتک رنگ و بو و مزہ نہ بدلے کوئی بھی نجاست پانی میں گر جاوے اور پانی کتنا بھی کم ہو ناپاک نہیں ہوتا
خواہ چلو بھر ہو یا کچھ کم زیادہ جو باتفاق چاروں مذہبوں میں ناپاک ہے پھر فرمایئے وہ اس قسم کے پانی سے
وضو کر کے یا کپڑا دھو کے گیلے کپڑوں سے یا خشک سے تمہارے برابر آکھڑے ہوئے یا نماز پڑھانے لگے
تو اب تمہاری نماز اُنکے پیچھے کیونکر ہوگی اور اُنکے برابر کھڑے ہونے سے تمہاری نماز میں کسطرح نقصان
نہ واقع ہوگا۔ دیکھو ورتبھیہ کا ترجمہ طریقہ محمدیہ جو نواب صدیق حسن خانصاحب نے لکھا ہے اور مولوی نذیر حسین
صاحب اور مولوی حفیظ اللہ خانصاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب کی تقریظ اور اصلی مہروں سے
مزین ہے اور جسکی تعریف میں ان لوگوں نے حد سے زیادہ مبالغہ کیا ہے اُسکے اول باب کی بجنسہٖ یہ
عبارت ہے ؎ "پانی پاک ہے اور پاک کرنیوالا نہیں نکالتی اُسکو ان دونوں وصف سے مگر
نجاست کہ بدل دے اُسکی بو اور رنگ اور مزے کو۔ اور دوسری وصف سے جو نکالدے اُس کو
نام آب مطلق سے کوئی پاک چیز بدل دینے والی اور نہیں فرق درمیان تھوڑے اور بہت اور زیادہ
دو قلی او کم دو قلی اور بہتے اور ٹھیرے اور مستعمل اور غیر مستعمل کے"۔ اور پھر اسکے بعد کے فصل کی یہ
عبارت ہے "نجاست گو اور موت ہے بڑے آدمی کا مطلق مگر لڑکے شیر خوار کا اور لعاب ہے
کتے کا اور لیدڑ ہے اور خون ہے حیض و نفاس کا اور گوشت ہے سور کا اور جو اسکے سوا ہے اس میں
اختلاف ہے اور اصل پاکی ہے اور نہیں جاتی پاکی مگر نقل صحیح سے جسکی معارض نہ ہو کوئی نقل
دوسری برابر اسکے یا مقدم اُسپر۔
اب فرمایئے بموجب اس کتاب کے اگر شیر خوار لڑکا گھڑے بھر پانی میں پیشاب کردے۔ یا
سور پانی پی لے یا چلو بھر پانی میں قطرے دو قطرے حیض کا خون یا بڑے آدمی کا پیشاب یا سور کا
گوشت یا خون اتنا جس سے رنگ بو مزہ کچھ نہ بدلے گر جاوے تو کسی غیر مقلد کے نزدیک وہ
گھڑا بھر پانی یا وہ چلو بھر پانی ناپاک ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ پھر کہیئے اُنکو اپنی مسجد میں گنجائش دینا۔

؎ حالانکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهٖ فَلَا يَغْمِسْ يَدَهٗ
فِي الْاِنَاءِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا ثَلٰثًا فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ اَيْنَ بَاتَتْ يَدُهٗ۔ یعنی جب کوئی تم میں سے سوتا اُٹھے تو جب تک ہاتھوں کو تین بار نہ دھولے
برتن میں ہاتھ نہ ڈبوئے۔ اسلیئے کہ اُسے کیا خبر ہے کہ رات کو وہ ہاتھ کہاں رہا ہو"۔ اور دوسری حدیث میں ہے لَا يَبُوْلَنَّ
اَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيْهِ۔ یعنے ٹھہرے ہوئے پانی میں ہرگز کوئی پیشاب نہ کرے۔ ایسا نہ ہو کہ پھر اُسی میں
غسل کرے۔ ۱۲ منہ غفرلہ ولکاتبہ ولوالدیہما۔

یا اُنکے کھانے پانی پر اعتبار پاکی اور طہارت کا رکھنا اُنکے کپڑوں کو پاک سمجھنا آپکے محمدی حنفی سے کیونکر ممکن سمجھا جاوے۔ پھر جواز نماز کا فتوےٰ تو انکے پیچھے مقلدین مذہب اربعہ کے علما تو درکنار کسی ادنیٰ سمجھدار سے بھی محال معلوم ہوتا ہے۔ قطع نظر ان ساری باتوں کے جو لوگ مصداق وَمَنْ یَتَوَلَّ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنے "مومنوں کی راہ کے سوا کسی دوسری راہ کے دوستدار ہیں" اور بوجہ مخالفت سوادِ اعظم مستحق جہنم کے کیا آپ انکو ابتک فاسق ہی نہیں جانتے۔ اجی حضرت وہ تو تمام مقلدوں کو خواہ حنفی ہوں یا شافعی و مالکی ہوں یا حنبلی۔ اور تمام درویشوں کو خواہ نقشبندی ہوں یا قادری سہروردی ہوں یا چشتی مشرک اور بدعتی عموماً کہہ رہے ہیں اور اپنی کتابوں میں لکھ رہے ہیں۔ پھر کیا وہ بموجب حدیث بخاری شریف کے من قال لاخیہ المسلم یا کافر فقد باء بھا احدھما ان کان کما قال والا رجعت علیہ یعنے "جس کسی نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو اگر دونوں میں سے کوئی اسکے کہنے کے موافق ہے تب تو وہ کافر ہوگا ورنہ کہنے والے پر ہی کفر لوٹیگا" نعوذ باللہ۔ آپکے نزدیک خود مشرک بدعتی نہیں ہوں گے گو حنفی انکے کفر میں احتیاطاً تامل کریں۔ پھر فرمایئے کیا آپ کے نزدیک کافر کی اقتدا درست ہے اور کیا فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمہ نہیں ہوتی؟

محمدی نائب۔ مولانا۔ یہ آپکا فرمانا بجا و درست ہے اور بلا شبہہ یہ کتاب طریقہ محمدیہ اور قاتل الفجار وغیرہ جن میں ان چاروں مذہبوں کے مقلدین کو مصداق اَلَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ (وہ لوگ جنہوں نے دین کو متفرق کیا) قرار دیکر یہود و نصاریٰ میں داخل کر دیا ہے انکے نزدیک بڑے معتبر ہیں اور مولوی عبد اللہ جہاؤ وغیرہ سبھی کو اپنا پیشوا سمجھتے ہیں مگر وقت پر سب کی تصنیفات کے منکر ہو جاتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہم کسیکے مقلد نہیں۔ نہ ہم مولوی اسمٰعیل صاحب کے مقلد ہیں نہ مولوی عبد اللہ جہاؤ کے نہ مولوی نذیر حسین کے ہم تو فقط قرآن و حدیث کے پیرو ہیں۔ ہم کسی مقلد کو مشرک یا بدعتی نہیں کہتے اور زیادہ دباؤ آپڑے تو یہ بھی کہنے لگتے ہیں کہ جب چاروں امام برحق ہیں تو پھر ان میں سے ایک کی تقلید کیوں کریں بلکہ چاروں ہی کی تقلید لازم ہے۔ اور ہم چاروں ہی کے مقلد ہیں پھر اسکا جواب انکو کیا دیا جاوے اور کس دلیل سے انکو اگر امام بنجائیں تو ہٹایا جاوے اور لوگوں کو انکی اقتدا سے منع کیا جاوے۔

مقلد۔ بھائی جو شخص کسیکا مقلد نہ ہو اس سے پوچھنا چاہیئے کہ تمنے قرآن کو کلامِ خدا اور حدیثوں کو جو کتب حدیث میں ہیں حدیث رسول اللہ کس ذریعہ سے جانا۔ آیا خود جناب سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم تم سے فرما گئے کہ یہ کلامِ خدا ہے اور یہ حدیثیں جو فلاں کتاب میں ہیں میری ہی ہیں یا عام خاص تمام مسلمانوں کی تقلید سے یا باعتبار تمام دنیا کے مسلمانوں کے بڑی بڑی جماعت کی تقلید سے کہ جس جماعت والوں کا نام بلا احتیاج دلیل بالبداہتہ حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی ہے۔ یا مسلمانوں کی چھوٹی جماعت والے فرقوں کی تقلید سے۔ پھر مطلب اور معانی قرآن وحدیث کو کس ذریعہ سے جانا۔ آیا اُن ترجموں اور مفسروں اور شارحوں کے ذریعہ سے جو سوادِ اعظم مسلمانوں کے عالم ہیں یا اُن علماء کی شرح اور ترجموں اور کتابوں کے ذریعے اُنہی سے پڑھ پڑھا کر جو چھوٹی جماعت والے فرقوں تمام اہل اسلام کے جیسے رافضی۔ خارجی۔ وہابی۔ غیر مقلد وغیرہ بدعتی فرقوں کے عالم ہیں۔ صورت اول کا تو بجز معاند کے کوئی مدعی ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اگر بالفرض کوئی مدعی بن بھی جاوے تو اسکا قول کس سمجھدار کے نزدیک قابل سماعت ہو سکتا ہے۔ باقی سب صورتوں میں اُس شخص پر جو کہتا ہے کہ میں کسیکا مقلد نہیں تمام مسلمانوں کا یا بڑی جماعت یا چھوٹی جماعت مسلمانوں کا مقلد ہونا لازم آتا ہے۔ علاوہ بریں اگر وہ کہے کہ تمام مسلمانوں کی تقلید سے تو بہ نسبت قرآن تو یہ قول کچھ بن بھی جاویگا۔ مگر حدیث کی کوئی بھی ایسی کتاب نہیں جو تمام اہل اسلام کے نزدیک مسلم الثبوت ہو۔ لہذا اگر وہ کہے کہ بڑی جماعت کی تقلید سے تو بہ نسبت معانی اور مطلب کے پوچھو کہ وہ بھی بڑی ہی جماعت کے علما کی شروح اور تفاسیر وغیرہ کے ذریعے سے اُنہی علماء سے پڑھ پڑھا کر ــــــــ تو اس سے پوچھو کہ پھر انکی مخالفت کی کیا وجہ؟ اُنکے نزدیک قرآن اور حدیث پر عمل بلا تقلید کسی ایک مجتہد کے اِن چاروں مجتہدوں میں سے ہو ہی نہیں سکتا اور اگر وہ کہے کہ اُس چھوٹی جماعت مسلمانوں کی تقلید سے جو غیر مقلد یا محمدی کہلائے جاتے ہیں اور اُسی جماعت کے علماء کی تقلید سے۔ تو اسی سے پوچھو کہ پھر جو کچھ قرآن اور حدیث سے اُنہوں نے مقلدین حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ قادری۔ نقشبندی۔ چشتی۔ سہروردیوں کی نسبت مشرک۔ بدعتی۔ کافر مصداق اَلَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وغیرہ ہونیکے جو مضامین لکھے ہیں اُنسے

تمہارا انکار سراسر دروغ بے فروغ اور دعوی پیروی قرآن وحدیث باطل ہے یا نہیں۔ پھر بھی اگر گڑبڑ کرے اور اس مضمون کو نہ سمجھے تو اس سے پوچھو کہ تمنے جو تقلید کو چھوڑا یہ تو بتادو کہ برا سمجھکر یا اچھا سمجھکر یا ترک تقلید کو بہ نسبت تقلید اولی سمجھکر۔ بہرنہج یہی کہنا پڑیگا کہ برا سمجھکر یا ترک تقلید کو بہ نسبت تقلید اولی سمجھکر۔ تو اب اس سے پوچھو کہ جو شخص غیر اولی کو واجب سمجھ گیا تمہارے نزدیک بدعتی اور فاسق ہی نہ ہوگا۔ اور جو اس بری بات کو جسکی برائی دلیل قطعی سے ثابت ہو واجب سمجھے بالاتفاق وہ تو کافر ہوتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ تمام مقلد ملتزم تقلید پر اور غیر ملتزم پر باتباع سواد اعظم بلا ضرورت شاقہ تمام اجتہادی مسائل میں کہ جو قریب تین چار سو مسئلوں کے ہیں تقلید امام معین واجب ہی سمجھتے ہیں۔ اب اس سے پوچھو کہ تم میں اور تمہارے علماء میں کیا فرق رہا۔ وہ کھلم کھلا ہم کو کافر مشرک بدعتی کہتے ہیں تم در پردہ کہتے ہو۔ پھر ہم تمکو بموجب حدیث صحیح من قال لاخیہ المسلم مذکورہ جواب شنا نزدیہم بدعتی اور فاسق ہی نہ سمجھیں۔ اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھنے اور امام بنانے کی نسبت صاحب کبیری اور نیز تمام فقہاء ایسا تحریر فرماتے ہیں انہم لو قدموا فاسقا یأثمون بناء علی ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم لعدم اعتنائہ بامردینہ وتساہلہ فی الاتیان بلوازمہ فلا یبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلوۃ وفعل ما ینافیہا بل ہو الغالب بالنظر الی فسقہ ولذا لم تجز الصلوۃ خلفہ اصلاً عند مالک رحمہ اللہ وفی روایۃ عند احمد رح یعنے" اگر مسلمانوں نے کسی فاسق کو امام بنا دیا تو وہ سب گنہگار ہونگے اسواسطے کہ فاسق کا امام بنانا مکروہ تحریمہ ہے بوجہ اسکی بے پرواہی کے امور دین میں اور سستی کے لوازمات نماز میں بلکہ اسکے فسق کے اعتبار سے غالب یہ ہے کہ ایسا کام بھی نماز میں کر بیٹھے جس سے نماز باطل ہو جاوے اسواسطے امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اور ایک روایت میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک تو فاسق کے پیچھے بالکل ہی نماز نہیں ہوتی۔ جب فاسق کے پیچھے مجرد احتمال غالب سے باتفاق نماز مکروہ ہوتی ہے اور بعض اماموں کے نزدیک ہوتی ہی نہیں تو فرمایئے ان لوگوں کے پیچھے باتفاق جمہور اہلسنت والجماعۃ نماز کیونکر جائز ہو سکتی ہے جنکے نزدیک باتفاق انکے علماء معتبر کے انکی سمجھ کے موافق بموجب حدیث کے وہ پانی ہی پاک ہے جو باتفاق ائمہ اربعہ

ناپاک ہو جاتا ہے۔ اور یہ تو ہیں نے ایک مثال بیان کی ہے اگر انکے تمام عقائد اور مسائل کو دیکھنا ہے تو جامع الشواہد اور فتح المبین اور کشف الحجاب وغیرہ معتبر کتابوں کو دیکھو۔

محمدی۔ مولانا فتح المبین کو جب آپ معتبر فرماتے ہیں۔ صاحب فتح المبین تو جواب کید یکصد و چہارم میں تحریر فرماتے ہیں "بعض صاحب اسمیں یہ احتیاط کرتے ہیں کہ اگر امام مالکی یا شافعی نے نجس پانی سے جو مقدار قلتین ہو یا قلتین سے کم ہو وضو کیا ہو تو حنفیہ کے نزدیک ایسی صورتوں میں نماز فاسد ہو جاتی ہے مگر یہ محض وہم اور تعصب ہے"۔

مقلد۔ یہ کسی دیوبندی نے تو جنکی عادت اکثر جھوٹے حوالے دینے کی ہوتی ہے یہ سبق نہیں پڑھایا ہے۔ لو دیکھو کشف کید یکصد و چہلم میں تو اس عبارت کا کہیں بھی پتہ نہیں چلتا۔ اور اگر بالفرض کسی دوسری جگہ ایسا صاحب فتح المبین نے لکھ بھی دیا ہے تو کیا کسی کتاب کو باعتبار اکثر مضامین صحیحہ کے اگر معتبر کہہ دیا جاوے تو اسکے یہ معنے ہوتے ہیں کہ اس میں مصنف کا اگر کوئی قول شاذ و نادر بلا دلیل مخالف محققین سلف ہو وہ بھی معتبر مان لیا جاویگا۔ سلف کے مخالف اگر انہوں نے ایسا بالفرض محال لکھ بھی دیا ہو تو انکو اور اُن کے موئیدوں کو مخطی سمجھا جاویگا۔ دیکھو حضرت مخدوم علی مہائمی رحمۃ اللہ علیہ شافعیوں کے پیچھے حنفیوں کی نماز جائز ہونے کی یہ سات شرطیں اور حنفیوں کے پیچھے شافعیوں کی نماز جائز ہونے کی یہ دس شرطیں تحریر فرماتے ہیں جنسے ظاہر ہے کہ بلا لحاظ ان شرطوں کے حنفیوں کی شافعیوں کے پیچھے نماز صحیح نہیں۔ علیٰ ہذا شافعیوں کی حنفیوں کے پیچھے۔ پھر ان غیر مقلدوں کے پیچھے کب جائز ہو سکتی ہے جو مقلدوں کو عموماً کافر اور مشرک لکھتے ہیں اور قصداً اُس پانی سے وضو کرتے ہیں جو صراحۃً حنفیوں کے نزدیک ناپاک ہو۔ ہمارے شہر الہ آباد میں غیر مقلدوں کی مسجد کے کنوئیں میں بلی گل سڑ گئی محلہ حنفیوں کا تھا حنفیوں نے چاہا کہ اپنے خرچ سے کنواں پاک کر لیں اور اسکا کل پانی نکلوا دیں۔ مگر غیر مقلد پانی نکلوانیسے مانع ہوئے اور اُسی ناپاک پانی سے باوجود متعفن ہو جانیکے وضو و غسل کرتے اور کھاتے پیتے رہے۔ علاوہ بریں اور اس قسم کے بہت واقعات ہیں۔ پھر انکو شافعیوں اور مالکیوں پر قیاس کر کے انکے پیچھے نماز کا حکم دینا دیوبندیہ کا ہی کام ہے جو توہین انبیاء میں اور تحریری توہین کرنے اور بوقت گفتگو

صاف انکار کرتے اور تاویل نا مرضی کرتے ہیں اُنکے ہم عقائد ہیں۔ گو بظاہر مقلد ہیں مگر حقیقۃً اُنہی کے بھائی ہیں۔ حضرت مخدوم علی مہائمی رحمۃ اللہ علیہ تو جو فقیہ شافعی شہرۂ آفاق اور ولی مادرزاد ہیں باوجود شافعی ہونے کے تحریر فرماتے ہیں کہ شافعی امام کے پیچھے نماز احناف کی تب جائز ہوگی جب شافعی اپنے ایمان میں (بوجہ جہالت) شک نہ رکھتا ہو۔ اور یہ نہ کہتا ہو کہ میں مومن ہوں انشاء اللہ۔ کہ جسکو امام اعظم رحمۃ اللہ مطلقاً منع فرماتے ہیں۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ تبرکاً جائز رکھتے ہیں نہ کہ بطریق شک کرنیکے ایمان میں۔ دیکھو تحفۂ مخدومی کے صفحہ ۱۶ میں حضرت مخدوم علی فقیہ مہائمی شافعی تحریر فرماتے ہیں۔ فصل فی رعایۃ القوم اذا کان الامام شافعیاً والقوم حنفیا فلابد ان یراعی سبعۃ اشیاء الاول لا یتوضأ بقلتین والثانی لا ینحرف عن القبلۃ والثالث اذا فصد یتوضأ والرابع لا یرفع الیدین فی الصلوۃ والخامس لا ینجس ثوبہ بالمنی ولا یصلی معہ حتی یغسلہ او یفرکہ والسادس یمسح ربع رأسہ والسابع ان لا یشک فی ایمانہ یعنی لا یقول انا مؤمن ان شاء اللہ تعالیٰ۔ فصل واما اذا کان الامام حنفیاً والقوم شافعیاً۔ فلابد ان یراعی عشرۃ اشیاء۔ الاول اذا کان الماء الجاری قلیلا لا یتوضاء منہا والثانی نیۃ الوضوء والثالث الترتیب والرابع عدم الانحراف عن القبلۃ والخامس یقرأ الفاتحۃ مع التسمیۃ والسادس تعدیل الارکان والسابع لا یصلی مع ثوب نجس مقدار درھم والثامن الخروج بلفظ السلام، والتاسع لا یمس ذکرہ والعاشر لا یمس امرأۃ محرمۃ کانت او غیر محرمۃ یعنی شافعی امام کے مقتدی حنفی ہوں تو ان سات امور کا لحاظ رکھے۔ پانی قلتین والے سے وضو نہ کرے۔ قبلہ سے پھرا ہوا نہ ہو۔ خون نکلے تو وضو کرے نماز میں رفع یدین نہ کرے منی سے ناپاک شدہ کپڑے میں نماز نہ پڑھے جبتک اُسکو دھو نہ لے یا منی کو کھرچ کر دور نہ کرلے مسح ربع سر کا کرے اپنے ایمان میں شک نہ کرے یعنی یہ نہ کہے کہ میں انشاء اللہ مومن ہوں۔ اور جب امام حنفی ہو اور مقتدی شافعی تو ان دس امور کو ملحوظ رکھے۔ پانی کم جاری ہو تو اس سے وضو نہ کرے وضو کی نیت کرلے۔ ترتیب ملحوظ رکھے قبلہ سے منحرف نہ ہو فاتحہ بعد بسم اللہ کے پڑھے تعدیل ارکان کو ملحوظ رکھے بقدر درہم نجاست لگی ہو تو نماز نہ پڑھے السلام علیکم کہکر نماز سے فارغ ہو۔ اپنے ذکر کو نہ چھوئے۔ عورت کو نہ چھوئے وہ محرمہ ہو یا غیر محرمہ۔"

محمدی نائب ۔ مولانا تقلید شخصی کی نسبت تو مجھکو اب کوئی شبہ نہیں رہا۔ بلکہ اس ضمن میں اور بہت سے شبہات حل ہوگئے۔ مگر مولوی محمد حسن صاحب ساکن فیروزپور جھرکہ سے جو قصبہ میوات میں ہے میں نے سنا تھا کہ آپ مولود شریف میں قیام بھی کرتے ہیں حالانکہ بڑی جماعت حنفیوں کی اس قیام کو بدعت کہتی ہے۔ اور آپ اور آپکے دوستوں میں سے کوئی مولوی صاحب عرس بھی کرتے ہیں جس میں لوگ تیجہ کی طرح اکٹھے ہوکر چھوارے وغیرہ کی گٹھلیوں پر کلمہ شریف پڑھتے ہیں اور آپ تو سنا جاتا ہے کہ روزمرہ چند احباب کے ساتھ اسیطرح پڑھتے ہیں اور عرس میں بعض لوگ قرآن مجید کے سیپارے پڑھتے ہیں۔ کیوں حضرت جب ایک شخص قرآن پڑھے بموجب آیۂ کریمہ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا حنفیہ کے نزدیک سننا اور چپ رہنا فرض ہو جاتا ہے۔ پھر ایک جگہ اکٹھے ہوکر بیسیوں آدمیوں کا ایک جگہ قرآن پڑھنا کس دلیل سے جائز ہو سکتا ہے۔

مقلد ۔ مولوی صاحب آپ کی اس تحقیق کرنے سے میں بہت خوش ہوا منصف اُسی کو کہتے ہیں جو سلمنے سب شکوک طے کرلے مگر مولوی حسن صاحب پر مجکو افسوس اسبات کا ہے کہ میرے سامنے جب مینے سیپارہ خوانی اور گٹھلیوں پر پڑھنے کی احادیث اور روایتیں بعد نماز عشا موضع بجالہ میں اُنکے سامنے وعظ میں بیان کی اور صبح کو مولوی رکن الدین صاحب نے کتاب میں بھی اُنکو دکھا دیا کچھ دم نہ مارا اور غائبانہ ایسا فرمایا۔ خیر مجکو تو اصل مطلب سے بحث ہے وہ یا اور کوئی غائبانہ کچھ ہی کہو۔ مہربان من! قیام مولود شریف کی نسبت آپکا یہ فرمانا کہ سواد اعظم کے نزدیک بدعت ہے یہ آپ کی ناواقفی کی دلیل ہے ورنہ اب تو دیوبندیوں کو بھی اسکے استحسان میں کلام نہیں رہا چنانچہ مولوی خلیل احمد صاحب نے براہین قاطعہ میں جو رسالہ متفق علیہ دیوبند ہے بجواب انوار ساطعہ اتنا زور مارا کہ مولوی عبد السمیع صاحب مغفور مرحوم کو بے علم بھی کہا نادان بھی بنایا امکان کذب خدا کے بھی قائل ہوگئے۔ مگر مجبور پھر آخر کار قیام مجلس میلاد کو تو مستحسن ہی کہنا پڑا دیکھو براہین قاطعہ صفحہ ۲۷ سطرہ ا کی یہ عبارت ہے، ”ہاں اگر نفس قیام کا استحسان ہو بلا تقید اور بلا فساد عقیدۂ عوام تو خود مانعین بھی نفس قیام کو منع نہیں کرتے۔“ اور یہ جو بلا تقید اور بلا فساد عقیدہ عوام کی اس عبارت میں قید لگائی ہے یہ اُنکا خیال ہے ورنہ حق یہ ہے کہ مثل خدا کی حاضر و ناظر موصوف بصفات قدیمہ کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو نہیں جانتا اور نہ عقیدہ میں کوئی قیام کے فرض اور واجب ہونے کی قید لگاتا ہے منع کرنیکی غرض سے یہ حضرات خود اپنی طرف سے اہلسنت کیطرف ایسے معاملات منسوب کر دیتے ہیں۔ اور چلو بعض دیوبندی نہ سہی مگر تمام ملک عرب مکہ مدینہ روم شام اکثر ہندوستان بمبئی مدراس رامپور حیدرآباد وغیرہ کے ساتھ اہل دہلی نصف ہی سہی۔ علیٰ ہذا پنجاب وغیرہ میں آدھوں سے زیادہ لوگ تو اس قیام کو مستحسن ہی سمجھنے والے ہیں بلکہ فیصلہ ہفت مسئلہ کو دیکھو خود مولوی رشید احمد صاحب اور تمام اہل دیوبند کے پیر جناب عمدۃ الاصفیا آیۃ من آیات اللہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ اور انکے اکثر خلیفہ اس قیام کے قائل ہیں۔ پھر فرمایئے قیام کرنیوالے سواد اعظم کے مخالف کسطرح ہوئے اور جب اس کثرت سے مولانا ارشاد حسین صاحب قدس سرہ مولوی رحمۃ اللہ صاحب مغفور مرحوم۔ حاجی صاحب ممدوح قدس سرہٗ۔ مولوی حمزہ صاحب۔ مولوی کرامت اللہ خانصاحب مد اللہ ظلہما جیسے حنفی پرہیزگار عالم۔ اور تمام عالم مشائخ عرب او رغوب کے اسکے قائل ہیں تو مولوی اسمٰعیل صاحب کے معتقدین کا تو اس قیام سے انکار کرنا مولوی اسمٰعیل صاحب جیسے اپنے پیشواؤں کا بھی در پردہ انکار کرنا ہے۔ دیکھو مولوی اسمٰعیل صاحب تو تذکیر الاخوان بقیہ تقویۃ الایمان کے صفحہ ۱۴۱ سطر ۱ میں ایسا لکھتے ہیں ("پھر اور کوئی مولوی مشائخ جو اپنی عقل کو دخل دیکر کوئی بات نکالے تو اسکا کیا ٹھکانا۔ مگر ہاں اکثر عالم دیندار متقی پرہیزگار اس مسئلے کو قبول کر لیں تو البتہ وہ بھی معتبر ہے") پھر کیا حضرت تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ کے زمانے سے ابتک لاکھوں عالم صوفی کامل جو قیام کے قائل چلے آتے ہیں اور ابتو ہزاروں ہی موجود ہیں ان لوگوں کے نزدیک متقی پرہیزگار نہیں ہیں۔ اور زیادہ تحقیق اس مسئلہ کی مد نظر ہے تو ہمارے رسالہ رسول الکلام فی بیان المولد والقیام۔ اور رسالہ تحقیق المسائل کو دیکھو۔ اور اکھٹے ہو کر گٹھلیوں پر دعا و درود یا استغفار یا کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھنا تو عین سنت ہے دیکھو مشکوۃ شریف میں ہے عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا قالوا وما ریاض الجنۃ قال حلق الذکر رواہ الترمذی یعنی صاحب مشکوٰۃ ترمذی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت انس رضہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں پر گذرو تو ان میں خوب چرو یعنے ان میں خوب سیر ہو کر پھل کھایا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ

جنت کے باغ کیا ہیں آپ نے فرمایا حلقے ذکر کے یعنے جہاں لوگ اکٹھے ہوکر ذکر خدا کرتے ہوں۔ اور مسلم شریف میں ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج علی حلقۃ من اصحابہ فقال ما اجلسکم ھھنا قالوا جلسنا نذکر اللہ ونحمدہ علی ما ھدانا للاسلام ومنّ بہ علینا قال آللہ ما اجلسکم الا ذالک قالوا اللہ ما اجلسنا الا ذالک قال اما انی لم استحلفکم تہمۃ لکم ولکنہ اتانی جبرئیل فاخبرنی ان اللہ عزوجل یباھی بکم الملائکۃ یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ایک حلقہ پر جہاں وہ حلقہ باندھکر بیٹھے تھے تشریف لے آئے اور فرمایا کہ یہاں کس غرض سے اکٹھے بیٹھے ہو۔ انہوں نے عرض کیا ذکر خدا اور اسکا شکر کرنیکے لئے نعمت اسلام پر۔ فرمایا آپنے کہ خدا کی قسم کیا اسیواسطے؟ صحابہ نے عرض کیا خدا کی قسم اسیواسطے۔ آپ نے فرمایا میں نے تمکو قسم جھوٹا سمجھکر بطریق تہمت نہیں دلائی بلکہ مجکو جبرئیل نے آکر خبر دی کہ اللہ تمہارے ساتھ فرشتوں پر فخر کررہا ہے یعنے یہ قسم بمقتضائے خوش ہونے کے تھی تمہارے اس نیک عمل پر۔ اور شامی میں بیان جائز ہونے تسبیح میں لکھا ہے ودلیل الجواز مارواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن حبان وقال صحیح الاسناد عن سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ انہ دخل مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی امرأۃ وبین یدیھا نوی اوحصا تسبح بہ فقال الا اخبرک بما ھو ایسر علیک من ھذا او افضل فقال سبحان اللہ عدد ما خلق فی السماء وسبحان اللہ عدد ما خلق فی الارض وسبحان اللہ عدد ما بین ذالک وسبحان اللہ عدد ما ھو خالق والحمد للہ مثل ذالک واللہ اکبر مثل ذالک ولا الہ الا اللہ مثل ذالک ولاحول ولاقوۃ الا باللہ مثل ذالک فلم ینھھا عن ذالک وانما ارشدھا الی ما ھو ایسر وافضل ولو کان مکروھا لبین ذالک ولا تزید السبحۃ علی مضمون ھذا الحدیث الا بضم النوی فی خیط ومثل ذالک لا یظھر تاثیرہ فی المنع۔ یعنے تسبیح رکھنے کے جواز کی دلیل یہ حدیث ہے جسکو ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن حبان رضی اللہ عنہم نے نقل کیا اور اسکی سند کو صحیح بتایا ہے۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ میں ایک عورت کے یہاں گیا وہ گٹھلیاں یا کنکریاں آگے رکھکر انپر سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھ رہی تھی آپنے اُسکو فرمایا کہ اس سے

آسان یا افضل بات میں تجھکو بتا دوں پھر آپ نے اسکو سبحان اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ مثل ذالک
تک جو کلمات ہیں فرما دیئے۔ شامی علیہ الرحمۃ اس حدیث کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ اگر کنکریوں یا گٹھلیوں
پر پڑھنا مکروہ ہوتا تو ضرور آپ منع فرما دیتے۔ مگر آپ نے منع نہیں فرمایا بلکہ اُس طریق سے آسان بلکہ
افضل طریقہ بتا دیا اسواسطے کہ اسطرح پڑھنے میں ایکبار پڑھنے سے جسقدر مخلوق اللہ نے زمین آسمان
میں اور ان دونوں کے درمیان میں پیدا کی ہے اور پیدا کریگا سب کی گنتی کی مقدار ثواب ملجاتا
ہے اور ویسے سبحان اللہ سبحان اللہ عمر بھر اگر کوئی پڑھے اسقدر گنتی پوری نہیں ہو سکتی اب
فرمایئے کہ اگر کوئی انھی کلمات کو ہزار پانسو بار گٹھلیوں پر یا کنکریوں یا چنوں یا تسبیح کے دانوں
پر پڑھے تو کسقدر ثواب ہوگا) پھر تحریر فرماتے ہیں کہ تسبیح میں تاگہ فقط بغرض جمع رہنے گٹھلیوں وغیرہ
کے زائد ہوتا ہے ورنہ وہی گٹھلیاں ہیں جنپر پڑھنے سے حضورؐ نے منع نہیں فرمایا اور ایسی زیادتی
سے ممانعت نہیں ثابت ہو سکتی۔ تو حضرت تسبیح کے جواز پر تو شامی علیہ الرحمۃ کو اتنی تقریر مزید بیان
کرنی پڑی۔ تیجہ اور عرس اور ختم میں تو فقط گٹھلیوں۔ یا چنوں یا کنکریوں پر جو خاص وہی طریق ہے
جسکو حضورؐ نے دیکھا اور جائز رکھا بموجب دونوں حدیث اول مشکوۃ شریف کی کہ جمع ہو کر کلمہ طیبہ
یا درود شریف وغیرہ پڑھتے ہیں چنانچہ اسی بنا پر فتاوی عالمگیریہ میں لکھا ہے ولو اجتمعوا فی ذکر اللہ تعالی
والتسبیح والتہلیل یخفون والاخفاء افضل یعنے لوگ ذکر اللہ اور سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ پڑھنے
کو اکھٹے ہوں تو آہستہ پڑھنا افضل ہے اور ہم اور ہمارے بعض احباب بیشک بعد نماز صبح یا عشا اکھٹے ہو کر
جبسے اکتوبر میں طاعون آیا تھا برس روز سے اسی طریق پر نہایت استلزام کے ساتھ استغفار اور درود
شریف دو دو ہزار مرتبہ یا جسقدر ہو سکا پڑھتے رہے اور پڑھتے ہیں۔ چنانچہ جن محلوں میں اسکا استلزام رہا ہے اور
بفضلہ تعالی ابتک وہاں طاعون کا دخل نہیں ہوا۔ کیا آپنے قرآن میں نہیں پڑھا کہ استغفار پڑھنے سے اللہ
وعدہ کرتا ہے کہ ہم مینہ بھی برسا وینگے۔ بے اولادوں کو اولاد مفلسوں کو مال اور باغ نہریں بھی دینگے اور
منتخب میں مسند امام احمد اور مستدرک حاکم سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ استغفار
کو ہر رنج و غم کے واسطے موجب کشائش اور ہر تنگی سے رہائی کا سبب بتایا ہے اور استغفار کی برکت سے
جہاں گمان بھی نہ ہو وہاں سے اللہ رزق دیتا ہے اور ترمذی میں ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ آنحضرتؐ سے
راوی ہیں کہ آپ فرماتے تھے میری امت کیواسطے اللہ نے دو امن کی آیت نازل فرمائی ہیں۔ ماکان اللہ

لیعذبھم وانت فیھم وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون یعنے اللہ فرماتا ہے کہ اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ تمہاری موجودگی میں انہیں عذاب دیوے اور نہ اللہ کی یہ شان ہے کہ استغفار پڑہتے ہوؤں کو عذاب دیوے۔ اور درود کی ادنیٰ فضیلت یہ ہے کہ درود پڑہتے ہی فرشتے حضور میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے درود پہنچا دیتے ہیں۔ اور دلائل الخیرات اور طبرانی کی حدیث مذکورہ سے آپکو معلوم ہو ہی چکا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درود خوان کی آواز سنتے ہیں۔ اب فرمائیے جو شخص ایسی سنت سے منع کرے وہ آپکے نزدیک کون ہے۔ اور بیچ میں اکثر چنے جو منگوا لیتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ اُن میں گننے کی دقت نہیں پڑتی۔ اسواسطے کہ بعض روایات میں وارد ہوا ہے جو کوئی اپنے مردہ کو ساڑہے بارہ ہزار یا سوا لاکھ یا چار لاکھ کلموں کا ثواب بخشدے تو اس مردے سے عذاب اُٹھا لیا جاتا ہے۔ اور ساڑہے بارہ سیر چنے ساڑہے بارہ ہزار ہو جاتے ہیں ورنہ چنے پر پڑہنے کو علیٰ ہذا تیسرے ہی دن کو نہ کوئی فرض جانتا ہے نہ واجب بلکہ بہت جگہ دوسرے ہی دن پڑہ لیتے ہیں۔ اور کہیں گٹھلیوں پر ہی قناعت کر لیتے ہیں رہا اکٹھے ہو کر بہت آدمیوں کا ایک جگہ تلاوت قرآن کرنا اور اُسکا ثواب کسی میت کو خواہ وہ عام مومنوں میں سے ہو یا بزرگوں میں سے یہ تمام فقہا کے نزدیک جائز ہے اور مقلد کو فقہ کی روایت کافی ہے بلکہ کتب فقہ میں تو قبر کے پاس ہی اکٹھے ہو کر قرآن مجید پڑہنے کو جائز ہی نہیں بلکہ مستحب لکھا ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے ویستحب اذا دفن المیت ان یجلسوا ساعۃ عند القبر بعد الفراغ بقدر ما ینحر جزور و یقسم لحمہا یتلون القرآن ویدعون للمیت کذا فی الجوھرۃ النیرۃ وقراءۃ القرآن عند القبور عند محمد لا تکرہ ومشائخنا رحمھم اللہ اخذوا بقولہ وھل ینتفع والمختار انہ ینتفع ھکذا فی المضمرات یعنے جوہرہ نیرہ میں ہے کہ جب میت کو دفن کر چکیں جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اسکا گوشت تقسیم کر دیا جائے مستحب ہے کہ لوگ قبر کے پاس بیٹھے قرآن پڑہا کریں اور میت کے واسطے دعا مانگتے رہیں۔ اور مضمرات میں ہے کہ قبر کے پاس قرآن پڑہنا امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور اسی روایت کو مشائخ نے معمول بہ رکھا ہے اور مختار روایت یہی ہے کہ قبر کے پاس پڑہنے سے میت کو نفع پہنچتا ہے۔ اور فصل الجنائز کبیری میں ہے واختلف فی اجلاس القارئین لیقرؤا عند القبر والمختار عدم الکراھۃ یعنے قبر کے پاس قرآن پڑہنے کے واسطے قرآن خوانوں

بٹھانے میں فقہا کا اختلاف ہے مگر مختار روایت یہی ہے کہ مکروہ نہیں اور یہ اختلاف بھی
پڑھنے والے کی نیت کے اعتبار سے معلوم ہوتا ہے چنانچہ فتاویٰ قاضیخان میں ہے وان قرء
القرآن عند القبور ان نوی بذالک ان یؤنسھم صوت القرآن فانہ یقرء فان لم یقصد
ذالک فاللہ تعالیٰ یسمع القرآن حیث کانت یعنے قرآن قبر کے پاس اگر اس نیت سے پڑھے
کہ آواز قرآن سے میت کو آرام پہونچے تو پڑھے ورنہ پھر خدا تو ہر جگہ سنتا ہے یہ مقصود ہے
کہ جہاں پڑھوگے وہاں سے میت کو ثواب پہنچ جاویگا۔ اور اگر اکھٹے ہوکر قرآن پڑھنے کی کسی
روایت میں ممانعت ہی معلوم ہوتی ہے تو فقہا نے اسکی دو علتیں لکھی ہیں۔ ایک یہ کہ
سب آواز سے پڑھیں۔ چنانچہ بحوالہ قنیہ فتاوی عالمگیریہ میں لکھا ہے یکرہ للقوم ان یقرؤا
القرآن جملۃ لتضمنھا ترک الاستماع والانصات المامور بھا یعنے اکھٹے ہوکر قوم کا قرآن پڑھنا
اسوجہ سے مکروہ ہے کہ وقت قرآن پڑھنے کے کان لگانے اور چپ رہنے کا جو حکم ہے وہ فوت
ہوتا ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ کھانیکے عوض قرآن پڑھنے کو اکھٹے ہوکر قرآن پڑھیں اس طریق پر اس دعوت
کو بھی مکروہ لکھا ہے اور قرآن پڑھنے کو بھی۔ چنانچہ کبیری میں ہے و فی فتاوی البزازی یکرہ اتخاذ
الطعام فی الیوم الثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوۃ
لقراءۃ القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم او قراءۃ سورۃ الانعام او الاخلاص والحاصل
ان اتخاذ الطعام عند قراءۃ القرآن لاجل الکل یکرہ یعنے موت کے دن اور تیسرے دن
اور بعد ہفتہ کے ملاتے دن دعوت لینا اہل میت سے مکروہ ہے اور عرس وغیرہ میں قبر کیطرف کھانا
لیجانا اور نیکوں اور قاریوں کا جمع ہونا ختم قرآن کے واسطے یا سورہٗ انعام یا اخلاص پڑھنے کے لئے
اور قرآن پڑھنے کے عوض دعوت لینا یہ بھی مکروہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کھانیکے لئے قرآن پڑھنا
اور دعوت لینا مکروہ ہے۔ یہاں سے ظاہر ہے کہ اگر کوئی اللہ کے واسطے بغرض ثواب پہنچانے
کھانیکے کھانا کھلاوے اور پھر اللہ واسطے بعض کھانیوالے اور بعض نہ کھانیوالے اکھٹے ہوکر قرآن پڑھ کر
ثواب بخشدیں اور اگر کھانے والے نہ آویں تو ان سے کچھ حاضر و غائب مزاحمت ہی نہ ہو تو کھانا
کھانا اہل میت کا مکروہ ہے نہ لوگوں کا اکھٹے ہوکر قرآن پڑھنا چنانچہ کبیری ہی میں عبارت مذکورہ کے آگے
علامہ حلبی تحریر فرماتے ہیں ولا یخلو عن نظر لانہ لا دلیل علی الکراھۃ الا حدیث جریر عبد اللہ

المتقدم وانما یدل علی کراہتہ ذالک عند الموت فقط علی انہ قد عارضہ ما رواہ الامام احمد بسند صحیح وابوداؤد عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ فرأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو علی القبر یوصی الحافر یقول اوسع من قبل رجلیہ اوسع من قبل رأسہ فلما رجع استقبلہ داعی امرأتہ فجاء وجیئی بالطعام فوضع یدہ ووضع القوم فاکلوا ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلوک لقمۃ فی فیہ ثم قال انی اجد لحم شاۃ اخذت بغیر اذن اھلھا فسئلت المرأۃ فقالت یا رسول اللہ انی ارسلت الی البقیع اشتری شاۃ فلم اجد فارسلت الی جاری قد اشتری شاۃ ان یرسل بثمنھا فلم یجد فارسلت الی امرأتہ فارسلت بھا الی فقال صلی اللہ علیہ وسلم اطعمیہ الاساری فھذا یدل علی اباحۃ صنع اھل المیت الطعام والدعوۃ الیہ۔ یعنے یہ جو عبارت مذکورہ سے پہلے ابن ہمام کا قول نقل کیا گیا ہے کہ یکرہ اتخاذ الضیافۃ من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الحزن قالوا وھی بدعۃ مستقبحۃ لما روی عن جریر[1] بن عبد اللہ الخ۔ یہ قول نظر سے خالی نہیں ہے۔ اسواسطے کہ بجز حدیث جریر بن عبد اللہ کے اور کوئی دلیل کراہت کی نہیں اور وہ حدیث فقط موت کے دن کی دعوت کی کراہت پر دلالت کرتی ہے مگر اسکی بھی مخالف دوسری حدیث صحیح سند امام احمد اور ابوداؤد میں مروی ہے ایک انصاری فرماتے ہیں کہ ہم ایک جنازے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے تھے۔ ہمنے آپ کو دیکھا کہ قبر کھودنے والے کو فرماتے تھے کہ پاؤں کی طرف سے فراخ کرو۔ سر کی طرف سے فراخ کرو۔ جب آپ لوٹے تو اُس میت کی بیوی کی طرف سے ایک بلانیوالا آگیا۔ آپ معہ قوم کے تشریف لے گئے تو کھانا سامنے رکھدیا گیا

[1] روی الامام احمد وابن ماجۃ باسناد صحیح عن جریر بن عبد اللہ۔ قال کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ۔ یعنے سند صحیح سے امام احمد رحمہ اللہ اور ابن ماجہ رحمہ اللہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اہل میت کے یہاں جمع ہونے کو اور انکے جمع ہونیوالوں کے لئے کھانا تیار کرنیکو ہم قسم نوحہ سے سمجھتے تھے۔ منہ غفر اللہ لہ ولکاتبہ ولوالدیہما۔

حضور نے جب کھانا شروع کیا تو آپ کے مُنہ میں لقمہ پھرنے لگا اور آپ کے ساتھی کھانے لگے پھر آپ نے فرمایا یہ بغیر اجازت مالک کے لی ہوئی بکری کا گوشت معلوم ہوتا ہے۔ جب اس سے پوچھا گیا۔ اس نے عرض کیا کہ میں نے بقیع سے منگوائی وہاں نہ ملی۔ پھر میرے پڑوسی نے ایک بکری خریدی تھی اُسے خریدنا چاہا تو وہ نہ ملا۔ پھر اسکی بیوی سے میں نے اُس بکری کو طلب کیا۔ اُس نے بھیجدی۔ آپ نے فرمایا کہ اب اس کھانے کو قیدیوں کو کھلا دو۔ یہ حدیث کھلی دلالت کرتی ہے اہل میت کی دعوت قبول کرنے اور کھانے تیار کرنیکے جواز پر۔

اور قبر پر اکھٹے ہو کر قرآن پڑھنے کی روایتیں تو ہم نقل کر ہی چکے ہیں کہ جنسے قبر سے دور لوگوں کا اکھٹا ہو کر قرآن کا پڑھنا بلا اختلاف صراحۃً جائز معلوم ہوتا ہے۔ اور علاوہ اُن کے اور بہت روایتیں ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیریہ ہی میں ہے۔

وفی الخجندی امام یعتاد کل غداۃ معہ جماعۃ قراءۃ آیۃ الکرسی وآخر البقرۃ ونحوھا جھرا لا بأس بہ والافضل الاخفاء کذا فی القنیۃ یعنے خجندی اور قنیہ میں ہے کہ بعد نماز صبح جماعت کے ساتھ آیۃ الکرسی اور آخر سورہ بقرہ وغیرہ آواز سے پڑھنے کی اگر امام کو عادت ہو تو کچھ ڈر نہیں۔ مگر افضل یہ ہے کہ امام وغیرہ سب لوگ آہستہ پڑھیں۔ اور آیہ کریمہ اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَہٗ کی نسبت جمہور صحابہ فرماتے ہیں کہ نماز کی قرأت کے ساتھ مخصوص ہے۔ چنانچہ مفسرین ایسا ہی تحریر فرماتے ہیں۔ اور بعض روایت سے جو ثابت ہے کہ خطبہ کے بارہ میں نازل ہوئی تھی اس میں مفسرین معتبر کلام کرتے ہیں۔ فقط۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ العلی الاعلی والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ جامع فضائل الاسنی وعلی آلہ و
صحبہ البررۃ الانقیاء **اما بعد** آثم وعاصی ابو محمد محمد دیدار علی الرضوی الحنفی المجددی۔ تمام
مسلمانوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ خاکسار تالیف رسالہ ہدایۃ الطریق سے فارغ
ہوا ہی تھا کہ اِدھر ایک رسالہ بظاہر مسلمانوں کو باہم اتفاق پیدا کرنیکا نشان اور حقیقت میں اختلاف
تازہ پیدا کرنیکا سامان مسمی بہ سماکم المسلمین نظر سے گذرا۔ خلاصہ سارے رسالہ کا یہ تھا کہ احمدی
اہل قرآن حنفی۔ شافعی وغیرہ وغیرہ امتیازی نام رکھنے والے سراسر مخالف قرآن ہیں اسواسطے کہ قرآن میں تو اللہ
تعالیٰ نے ہم مسلمانوں کا نام مسلمان ہی رکھا ہے۔ آیہ کریمہ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ اس امر کی ظاہر دلیل ہے کہ ورنہ اس
صورت میں غیر مذہب بلا دقت مسلمان بھی ہو سکتے ہیں ورنہ بیچارے اسی فکر میں رہتے ہیں کہ محمدی مسلمانوں
میں داخل ہوں یا حنفیوں میں شافعیوں یا مالکیوں میں۔ اُدھر یہ آواز حیرت افزا کان میں پہنچی کہ محمدی یہ بھی کہتے ہیں
کہ امام اعظم رحمہ اللہ کو کل سترہ حدیثیں پہونچی تھیں۔ چنانچہ ابن خلدون جیسا مورخ اس امر کو لکھ رہا ہے۔ لہذا مناسب
معلوم ہوا کہ اگرچہ ان سب امور کے مفصل جواب رسالہ ہدایۃ الطریق میں گذر چکے ہیں اور معیار قرآن کے سچے پیرو کی بھی
قرآن ہی سے بلا تاویل و تقلید کسی خاص مفسر کے خالص ترجمہ قرآن ہی سے بتا دیگئی ہے مگر ایسے مفصل نقشے بھی بطور ضمیمہ رسالہ ہذا
کے ساتھ اضافہ کرنے مناسب سمجھے گئے جنسے ہر خاص و عام کو معلوم ہو جائے کہ یہ چاروں امام خصوصًا امام اعظم رحمہ اللہ اتنے بڑے محدث
تھے کہ جملہ محدثین انہی سب سے کسی ایک کے مقلد ہیں اور علم حدیث میں تو یہ سارے محدث انہیں کے شاگرد اور انکے شاگردوں کے
شاگرد ہیں اور یہ چاروں امام وہ ہیں کہ علم دین کے جامع ہونے کی نسبت جو جو پیشینگوئیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی
تھیں انکے مصداق باتفاق علماء دین حق آئین یہی بن سکتے ہیں اور ان سب میں سے امام اعظم رحمہ اللہ تو تابعی ہونیکی بزرگی کے
ساتھ بھی ممتاز ہیں اور حدیث صحیح میں آیا ہے عن عمران بن حصینؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول خیر الناس
قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثلثا ثم یجئی قوم بعدہم یتسمنون ویحبون السمن یعطون الشہادۃ قبل ان یسئلوھا
رواہ الترمذی یعنی ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت عمرانؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ زیادہ بہتر

واے اور غضب یہ ہے کہ خود مصنف رسالہ مذکور کے طرز بیان سے ظاہر ہے کہ فی الواقع وہ بھی نئے امتیازی نام رکھنے والوں میں سے محمدی
فرقے سے ہے اسواسطے وقت بیان کرنے جدید فرقوں کے ساتھ جماعت مقلدین کی کہ جو سب حقیقت میں ایک ہیں اور بظاہر بموجب پیروی
تحقیق ہر ایک امام مجتہد کے حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی کہے جاتے ہیں محمدی فرقہ کا نام نہ لیا اسکا نام احمدی کرکے ذکر کر دیا۔ منہ عفی اللہ لوالدیہ

آدمی میرے زمانے کے ہیں پھر جو اُنسے نزدیک ہوں گے پھر جو اُنکے زمانہ سے نزدیک ہوں گے۔ پھر جو اُن سے نزدیک ہوں گے تین بار۔ پھر موٹا ہونیکو دوست رکھنے لگیں گے یعنے دین سے بفکر ہو جائینگے۔ گواہی طلب کیے جانے سے پہلے گواہی کو موجود ہوں گے۔ اور صاحب رسالہ سماکم المسلمین کی خدمت میں فقط اتنا عرض کر دیا جاوے کہ جمہور مسلمانوں کے جنکا نام حنفی۔ شافعی یا مالکی حنبلی بموجب وجوہ مذکورہ رسالہ ہدایۃ الطریق ہے پیروی چھوڑنا ہی مسلمانوں میں سے اتفاق کھونے اور اختلاف ڈالنے کا پورا ذریعہ ہے[ف] چنانچہ جمہور مسلمانوں کی مخالفت ہی نے آپکو یہ دن دکھایا کہ بے سوچے سمجھے مضمون کلام اللہ اور منشا احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ کہہ بیٹھے کہ سب مسلمانوں کو لازم ہے کہ اپنا نام فقط مسلمان رکھیں اور یہ نہ سمجھا کہ اپنا نام فقط مسلمان رکھنے کا ارشاد انکو ہوتا ہے جنکو ایمان کی ہوا ہی نہ لگی تھی۔ چنانچہ آخر سورہ حجرات میں ہے قَالَتِ الْأَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ یعنے اعراب کہتے ہیں کہ ہم ایماندار بنگئے۔ اے ہمارے حبیب کہدو کہ تم ایمان نہیں لائے۔ ہاں یوں کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے ورنہ تمہارے دل میں ہرگز ایمان داخل نہیں ہوا۔ فقط یہ ارشاد اسواسطے ہوا ہے کہ مسلمان شریعت کی ظاہر طور سے پیروی کرنیوالے کو کہتے ہیں۔ اب اگر وہ دل سے پیرو شریعت کا ہے اور تمام شریعت کو یقیناً حق بھی جانتا ہے مومن مسلمان ہے۔ اور اگر نرا ظاہر داری سے پیروی کرتا ہے اور دل میں یقین نہیں رکھتا وہ فقط مسلمان ہے۔ اور اب اِن آئیندہ نقشوں سے آپ کو خوب معلوم ہو جائیگا کہ مومن مسلمان جتنے گذرے اور ہیں وہ ہمیشہ سے بڑی جماعت اہل اسلام کے پیرو رہے ہیں۔ اور غیر مجتہد کیواسطے خواہ مفسر ہو یا محدث انہی چار اماموں سے کسی ایک امام کی پیروی کو ذریعہ خدا و رسول کی پیروی کا سمجھتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ بڑے بڑے اولیا کبار اور محدثوں کا مقلد ہونا وغیرہ سب امور اِن نقشوں سے ظاہر ہیں۔ نمونہ نام اُن اولیاء اللہ کا جو مقلد حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ گذرے ہیں۔ (ملاحظہ ہوں نقشہ جات صفحہ ۱۱۳ و ۱۱۴ و ۱۱۵ پر)

[ف] چنانچہ دیکھ لو کہ اہل ندوہ نے بھی بغرض ایک کر دکھانے اُن ستر اور چند فرقوں کے کہ جنکا ایک ہونا بموجب پیشنگوئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم محال تھا۔ اس قسم کا خیال محال کیا تھا آخر کار اسکا یہی نتیجہ ہوا کہ ایک گروہ ستر سے اور بنگیا۔ اور سمجھدار عالم مثل مولانا احمد حسن صاحب کانپوری مرحوم وغیرہ اُسکے نتیجے پر نظر ڈالکر اُس سے جدا ہو گئے وجہ یہ ہے کہ بموجب احادیث صحیحہ پہلے تشریف لانے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے جن بہتر فرقوں کا ہونا اور جن واقعات کا وقوع ضروری ہے اُنکے ایک ہو جانیکا خیال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کا مٹانا ہے۔ سعنہ غفرلہ و لکاتبہ و لوالدیہما۔

نسب نامہ امام اعظم حضرت امام ہمام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ

(منقول از جواہر مضیئہ فی طبقات الحنفیہ)

امام اعظم ابو[1] حنیفہ نعمان رحمہ اللہ - بن ثابت[2] بن کاؤس[3] بن ہرمز[4] بن مرزبان[5] بن بہرام[6] بن مہرگرد[7] بن ماجشنر[8] بن حسیسک[9] بن آوربود[10] بن ہرواس[11] بن بہرام[12] بن مہرگرد[13] بن اردیار[14] بن آزرخور[15] بن فیروز[16] بن سپندوش[17] بن رقبان[18] بن المتیسکر[19] بن کروبو[20] بن سپیروار[21] بن داوین[22] بن سپیدوش[23] بن یزو[24] بن بخت خور[25] بن شادان[26] بن ہرمزدیار[27] بن خانستان[28] بن دینار[29] بن کمیار[30] بن دوین[31] بن سپیدوش[32] بن کردو[33] بن ملک ساسان[34] بن ملک نابک[35] بن ملک مہرس[36] بن ملک ساسان[37] بن بہمن[38] بن ملک اسفندیار[39] بن ملک گشتاسپ[40] بن ملک لہراسپ[41] بن ملک کیمنش[42] بن ملک کی پاشنین[43] بن ملک کیاپو[44] بن ملک کیقباد[45] بن ملک دادا[46] بن ملک برہما[47] بن ملک مہربان سوہ[48] بن ملک منوچہر[49] (جنکا لقب فارس تھا) بن یہودا[50] بن یعقوب علیہ السلام[51] بن اسحاق علیہ السلام[52] بن ابراہیم علیہ السلام[53] بن آزر[54] بن یاحور[55] بن سروع[56] بن راغو[57] بن فالخ[58] بن عابر یعنی ہود[59] بن شالخ[60] بن ارفخشد[61] بن سام[62] بن نوح علیہ السلام[63] بن لامک[64] بن متوشلخ[65] بن اخنوخ[66] بن برد[67] بن مہلائیل[68] بن قینان[69] بن شیث[70] علیہ السلام بن آدم[71] علیہ السلام۔ (حضرت امام کی ولادت سنہ ۸۰ھ وفات سنہ ۱۵۰ھ)

تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ آپ کے پوتے اسماعیل فرماتے تھے کہ میں بیٹا حماد کا ہوں جو امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے اور ۸۰ھ میں میرے دادا ابو حنیفہ رح پیدا ہوئے۔ اُنکے والد ماجد ثابت اُن کو حضرت امیر المومنین علیؓ کی خدمت میں لیگئے حضرت امیرؓ نے انکو اور انکی اولاد کو برکت کی دعا دی۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے حق میں اللہ نے حضرت کی دعا قبول کر لی اور ہم اولاد فارس سے ہیں یعنے ملک منوچہر کی نسل سے۔ اسواسطے کہ منوچہر کی نسل کے لوگ اولاد فارس کہلائے جاتے ہیں اسواسطے حافظ حدیث مفتی حجاز علامہ ابن حجر مکی شافعی خیرات الحسان اور علامہ شامی رد المختار میں تحریر فرماتے ہیں کہ مسلم اور بخاری میں جو ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان الدین عند الثریا لذہب بہ رجل من فارس وقال من ابناء فارس حتی یتناولہ و طبرانی اور شیرازی نے قیس بن ساعدہ اور عبد اللہ بن مسعود سے اسطرح نقل فرماتے ہیں لو کان العلم عند الثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دین اور علم ثریا کے ستارے کے بھی پاس ہوگا تو عرب حاصل نہ کرسکیں گے مگر ایک آدمی فارس یا اولاد فارس سے وہاں سے بھی حاصل کریگا اسکے مصداق امام ابو حنیفہ رح ہیں اسواسطے کہ ایسا عالم دین اولاد فارس میں اور کوئی نہیں گذرا۔ اسپر علما متفق ہیں اور اسپر بھی علما کا اتفاق ہے کہ حدیث لا تسبوا قریشا فان عالمہا یملأ الارض علما کے مصداق امام شافعی رح ہیں اور حدیث یوشک ان یضرب الناس اکباد الابل فلا یجدون اعلم من عالم المدینۃ کے مصداق امام مالک رحمۃ اللہ ہیں۔ درمختار میں ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ نے اپنے زمانے میں بعض صحابہ کو پایا

اور سات یا آٹھ صحابہ سے حدیثیں بھی روایت کرتے ہیں۔ یہی مضمون جواہر العقائد اور ضیا اور رنیۃ المفتی میں ہے۔ اور حضرت انسؓ سے بلکہ چار صحابہؓ سے امام کا حدیثیں روایت کرنا ابن خلکان بھی لکھتے ہیں اور حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ ابن صلاح اور امام نووی فرماتے ہیں کہ ظاہر اور قریب قبول یہ بات ہے کہ تابعی وہی ہے جس نے صحابی سے ملاقات کی خواہ صحبت میں رہے یا نہ رہے اور حدیث سنی یا نہ سنی۔

اسماءِ اساتذہ امام اعظم رحؒ جو صحابہ میں سے ہیں۔ انسؓ بن مالکؓ۔ عبدالله بن ابی اوفی کوفیؓ۔ سہل بن سعد مدنیؓ۔ ابو الطفیل عامر مکیؓ۔ عبدالله انیسؓ۔ عبدالله بن حارث زبیدیؓ۔ جابر بن عبدالله۔ عائشہ بنت عجرہؓ۔ اور جلیل القدر تابعی چار ہزار آپکے اُستاد ہیں سب سے بڑے عطاء بن ابی رباح ہیں ولادت ... وفات ...

شجرہ شاگردان حضرت امام اعظم رضؓ در علم حدیث میں آپکے بعض مشہور تلامذہ کے نام
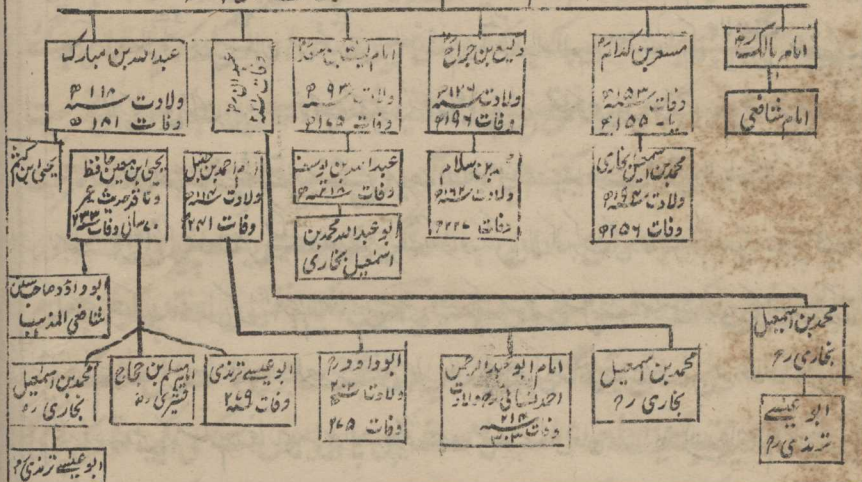
اسماءِ گرامی بعض مفسرین حنفیہ

صاحب تفسیر مدارک رحؒ۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب تفسیر مظہری جو ۷ جلد میں ہے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز رحؒ۔ حضرت یعقوب چرخی رحؒ۔ علامہ ابو سعود جنکی تفسیر حاشیہ تفسیر کبیر پر آٹھ جلد میں ہے۔ ملا حسین کاشفی صاحب تفسیر حسینی و تفسیر جواہر۔ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)۔

اسماء گرامی اُن اولیاء اللہ کے جو حنفی گذرے ہیں

ابراہیم بن ادہم رحؒ۔ شقیق بلخی رحؒ۔ معروف کرخی رحؒ۔ ابو یزید بسطامی رحؒ۔ ابو الحسن خرقانی۔ خواجہ معین الدین چشتی رحؒ۔ داؤد طائی رحؒ۔ فضیل بن عیاض رحؒ۔ ابو بکر وراق رحؒ۔ بہاؤ الدین نقشبند رحؒ۔ مجدد الف ثانی۔ خواجہ محمد معصوم رحؒ۔ میرزا مظہر جانجاناں رحؒ۔ خواجہ نظام الدین۔ خواجہ قطب الدین رحؒ۔ خواجہ جمال الدین ہانسوی۔ خواجہ فرید شکر گنج رحؒ۔ خواجہ عبید اللہ احرار۔ خواجہ علی رامیتنی۔ حضرت یعقوب چرخی وغیرہم رضوان اللہ علیہم

اسماء گرامی بعض مفسرین شافعیہ

امام فخر الدین رازی رحمہ صاحب تفسیر کبیر جو ۸ جلد میں ہے۔ مخدوم علی مہائمی رحمہ صاحب تفسیر رحمانی ۲ جلد ہیں۔ علامہ بغوی صاحب تفسیر معالم علامہ قاضی بیضاوی صاحب تفسیر بیضاوی۔ علامہ جلال الدین سیوطی صاحب تفسیر جلالین ۲ جلد۔ امام غزالی رحمہ صاحب تفسیر یاقوت التاویل رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

اسماء گرامی اولیاء اللہ جو شافعی گذرے ہیں

امام محمد غزالی رحمہ۔ امام احمد غزالی رحمہ۔ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمہ۔ حضرت شیخ عبد القادر محی الدین گیلانی رحمہ۔ حضرت سید احمد رفاعی رحمہ۔ ابو الحسن شاذلی رحمہ۔ محی الدین ابن عربی رحمہ۔ ابراہیم خواص رحمہ۔ حاجی علی رحمہ وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

اشعۃ اللمعات میں مولانا عبد الحق محدث دہلوی رحمہ فرماتے ہیں کہ قرن اول یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا زمانہ سنہ ۱۱۰ھ ہجری تک گنا جاتا ہے۔ اور دوسرا قرن یعنی تابعین کا زمانہ سنہ ۱۷۰ھ تک اور تیسرا قرن یعنے تبع تابعین کا زمانہ سنہ ۲۲۰ھ ہجری تک۔ اب نقشہ مندرجہ ذیل کے سنوں سے ہر ایک محدث و امام کا تابعی یا تبع تابعی ہونا معلوم ہو سکتا ہے۔

نہایہ ابن اثیر اور طیبی میں ہے کہ حدیث خیر القرون قرنی میں قرن زمانے کو کہتے ہیں جسکی مدت باعتبار عمر متوسط کے چالیس برس ہے یا اسی برس یا سو برس۔ اور خیر بمعنے افعل التفضیل ہے۔

عینی میں ہے کہ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو الاصبحی ابو عبد اللہ مدنی رحمہ اللہ شاگرد ہیں امام اعظم رحمہ کے اور استاد ہیں امام محمد رحمہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کے۔
ولادت سنہ ۹۰ یا ۹۵ھ
وفات ۱۷۹

عینی میں ہے کہ کہ امام محمد بن ادریس شافعی قریشی شاگرد ہیں امام مالک رحمہ اللہ کے اور امام مالک شاگرد ہیں امام اعظم رحمہ اللہ تعالے عنہ کے رضوان اللہ علیہم اجمعین۔
ولادت امام شافعی سنہ ۱۵۰ھ
وفات ۲۰۴

عبد اللہ بن مبارک رحمہ
ولادت سنہ ۱۱۸ھ
وفات ۱۸۱

سفیان بن عیینہ رحمہ
ولادت سنہ ۱۰۷ھ
وفات ۱۹۲

امام لیث بن سعد حنفی المذہب رحمہ
ولادت سنہ ۹۱ یا ۹۴ھ
وفات ۱۷۵

امام محمد بن ادریس رحمہ تبع تابعین سے ہیں۔
ولادت سنہ ۱۵۰ھ
وفات ۲۰۴

امام محمد بن الحسن رحمہ
ولادت سنہ ۱۳۵ھ
وفات ۱۸۹

عبد الرحمن اوزاعی رحمہ
ولادت سنہ ۸۸ھ
وفات ۱۵۷

سفیان ثوری رحمہ
ولادت سنہ ۹۷ھ
وفات ۱۶۱

ابن ماجہ ابو عبد اللہ محمد قزوینی رحمہ۔
ولادت سنہ ۲۰۹ھ
وفات ۲۷۳

ابو داؤد سجستانی
ولادت سنہ ۲۰۲ھ
وفات ۲۷۵

ابو عبد الرحمن احمد نسائی رحمہ۔
ولادت
وفات سنہ ۲۱۵ھ

یحیی ابن معین حافظ و ناقد حدیث امام معتبر
ولادت سنہ ۱۵۸ھ
وفات ۲۳۳

امام مسلم بن حجاج قشیری۔
وفات سنہ ۲۶۱ھ

امام محمد بن اسماعیل رحمہ
ولادت سنہ ۱۹۴ھ
وفات ۲۵۶

ابو عیسی ترمذی رحمہ
ولادت سنہ ۲۰۹ھ
وفات ۲۷۹

اب رہا یہ امر کہ امام اعظم رحمہ اللہ جب اتنے بڑے محدث تھے کہ یہ تمام محدث اور امام علاوہ فقاہت کے علم حدیث میں بھی انہیں کے شاگردوں کے شاگرد ہیں تو اسکی کیا وجہ ہے کہ اُن سے مثل بخاری اور مسلم کوئی بھی کتاب حدیث کی منقول نہیں پائی جاتی اور یہ محدث اپنی کسی کتاب میں ایک دو حدیث بھی امام سے روایت نہیں کرتے۔ اور ابن خلدون نے امام کی نسبت ایسا کیوں لکھا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ علامہ ابن حجر عسقلانی ہدی الساری مقدمہ صحیح بخاری میں تحریر کرتے ہیں کہ منجملہ وجوہات مذکورہ کتب معتبرہ ایک وجہ یہ ہے کہ قرن اول اور شروع قرن تابعیوں میں اکثر اہل اسلام لکھنا کم جانتے تھے اور حافظے قوی رکھتے تھے۔ اور وہ جو مسلم شریف میں ہے کہ بخوف مخلط ہو جانے قرآن کے ساتھ احادیث کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیثوں کے لکھنے سے منع فرما دیا تھا[۵۲] اس نہی کا کسیقدر لوگوں کے دلوں میں اثر باقی تھا۔ لہذا نہ کسی صحابی نے کوئی کتاب حدیث پورے طور سے مرتب کی نہ کسی امام نے ان چاروں اماموں میں سے۔ اور یہ جو مسندیں مشہور ہیں جیسے مسند امام ابو حنیفہ مسند امام شافعی بستان المحدثین میں ہے کہ یہ بعینہ ویسی ہی مسندیں ہیں جیسے مسندیں صحابہ کرام کی مسند امام احمد بن حنبل رہ وغیرہ میں پچھلے لوگوں کو جسقدر حدیثیں حضرت ابو بکر رضہ سے پہونچیں انکو ایک جگہ جمع کر کے جسطرح انہوں نے انکا مسند ابو بکر رضہ مسند عمر رضہ نام رکھدیا اسیطرح ان اماموں کے شاگردان شاگرد اور شاگردوں نے انکی حدیثوں کو جسقدر انکو ملیں ایک جگہ جمع کر کے مسند امام ابو حنیفہ رہ مسند امام شافعی رضہ نام رکھدیا چنانچہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی حدیثوں کو جنہوں نے مرتب کیا ہے وہ پندرہ امام معتبر ہیں لہذا انکی مسندیں بھی پندرہ ہی مشہور ہیں۔ اور آجتک منقول چلی آتی ہیں۔ اور مسند امام شافعی رحمہ اللہ آپکے شاگرد ربیع ابن سلیمان کی مرتب کی ہوئی ہے اور امام مالک رحمہ اللہ نے بغرض منتخب کرنے اور ترتیب دینے کے اول دہ ہزار حدیثوں کو جمع کیا تھا پھر اُن سے منتخب کرتے رہے اور شاگرد سُن سُنکر علیحدہ جمع کرتے رہے لہذا موطا کے مختلف نسخے پھیل گئے اور آپ سب کو ایک جا جمع نہ کر سکے اور وہ موطا اُسی شاگرد کے نام سے نامزد ہوگئی چنانچہ سولہ[۱۶] نسخے موطا کے مشہور ہیں اور ہر موطا میں حدیثیں باہم کم اور زیادہ بھی پائی جاتی ہیں۔ گو

[۵۲] واضح ہو کہ جو لوگ فن فصاحت و بلاغت سے پوری واقفیت رکھتے تھے اُن سے تو یہ خوف قطعاً محال تھا مگر چونکہ اطراف سے عجمی بدوی آتے جاتے رہتے تھے غالباً اُن کے واسطے یہ انتظام کیا گیا تھا کہ کبھی وہ حدیث اور قرآن دونوں کو لکھ لے جاویں اور سب کو قرآن سمجھ لیں اور یہ امر موجب اختلاف ہو جاوے۔ منہ غفر اللہ لہ ولکاتبہ ولوالدیہما۔

زیادہ اختلاف نہیں ہے منجملہ اُنکے ایک موطا امام محمد رحمہ اللہ بہی ہے کہ جس میں بعض بعض
حدیثیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہیں البتہ نسخہ یحیی بن یحیی اندلسی امام مالک رحمہ اللہ
کے نام سے مشہور ہے۔ اور امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند کو اگرچہ خود جمع کیا تھا مگر بعد آپکے
آپکے صاحبزادے اور ابوبکر قطیعی آپ کے شاگرد نے جسقدر حدیثیں آپ سے علاوہ مسند
مذکور کے سُنی تھیں اُنکو بہی اس میں داخل کر دیا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ صحیح حدیثوں سے
چونکہ ثابت ہے کہ فقیہ[1] کا مرتبہ فقط زیادہ حدیثوں کی روایت کرنیوالوں سے زیادہ ہے امام
اعظم رحمہ اللہ فقہ کیطرف یعنے قرآن سے حدیثوں سے اُن مسئلوں کے نکالنے کی طرف جن تک
ہر ایک فقیہ بہی نہ پہونچ سکے زیادہ مشغول رہے ورنہ آپکے چار ہزار تو فقط تابعی علم حدیث کے استاد ہیں چنانچہ
خیرات الحسان میں ہے انہ اخذ عن اربعۃ آلاف شیخ من الائمۃ التابعین و غیرہم و من ثم
ذکرہ الذہبی و غیرہ فی طبقات الحفاظ من المحدثین و من زعم قلۃ اعتنائہ بالحدیث فہو اما لتساہل

[1] چنانچہ مسند امام شافعی مدخل بیہقی مسند امام احمد سنن ترمذی اور ابوداؤد و ابن ماجہ اور دارمی میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما
سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے۔ نضر اللہ عبداً سمع مقالتی فحفظہا ووعاہا و اداہا فرب حامل فقہ غیر فقیہ ورب حامل
فقہ الی من ہو افقہ منہ۔ یعنی تر و تازہ رکھیو اللہ اُس بندہ کو جس نے میری بات کو سنکر یاد رکھا اور دوسروں کو پہونچا دیا اسواسطے کہ
فقہ کے اُٹھانیوالے بہت سے ایسے ہیں کہ خود فقیہ یعنے سمجھدار اور مجتہد نہیں ہوتے۔ اور بہت سے ایسے ہیں کہ وہ فقہ کی بات یعنی
سمجھ کی بات اُس شخص تک پہونچا دیتے ہیں جو اس سے زیادہ سمجھدار ہو۔ پھر نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک فضیلت فقیہ
کو ہے۔ چنانچہ دوسری حدیث مرویہ مشکوٰۃ میں ہے کہ جو لوگ زمانہ جہالت میں بہتر سمجھے جاتے تھے بعد اسلام لانیکے بہی بہتر ہی سمجھے
جاوینگے جس وقت کہ وہ فقیہ ہوں مطلب یہ ہے کہ فقاہت سے کم قوم شریفوں پر فضیلت حاصل کر لیتا ہے اسیواسطے
جمہور متقدمین فرماتے ہیں کہ زیادہ حدیث روایت کرنے سے فقاہت حاصل کرنا بہتر ہے۔ خیرات الحسان میں ہے
الذی علیہ فقہاء جماعۃ المسلمین و علماءہم ذم الاکثار من الحدیث بدون تفقہ و تدبیر و قال ابن شبرمۃ اقلل الروایۃ تفقہ یعنے
زیادہ حدیثیں نہ بیان کرتا کہ تو فقیہ بنجاوے۔ یعنے فقیہ کا کام زیادہ حدیثیں روایت کرنا نہیں ہے لہذا جماعت مسلمانوں
کے عالم اور فقیہ بغیر فقاہت کے زیادہ حدیث روایت کرنیکو اچھا نہیں جانتے۔ فقیہ تو بہت ڈر کر حدیث بیان کرتا ہے جیساکہ
منہیہ آئندہ سے ظاہر ہے۔ اور امام ترمذی رحمہ اللہ سنن ترمذی کے صفحہ ۱۲۶ میں حدیث ام عطیہ کے متعلق مختلف قول امام
شافعی امام مالک رحمہما اللہ کے نقل کر کے فرماتے ہیں کذالک قال الفقہاء وہم اعلم بمعانی الحدیث۔ یعنے فقہاء اس حدیث
کے متعلق ایسا ہی فرماتے ہیں اور حدیث کے معنوں کو وہی خوب جانتے ہیں۔ اور حضرت اعمش کا قصہ جو آپ کی کمال فقاہت
اور حدیث دانی پر دال ہے۔ رسالہ ہدایۃ الطریق میں گذر چکا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ فقیہ تو آپ اتنے بڑے تھے کہ حضرت
امام شافعی رحمہ اللہ بہی فرماتے ہیں۔ الناس عیال علی فقہ ابی حنیفۃ۔ یعنے باعتبار فقاہت امام اعظم رحمہ اللہ کے سب بال بچے ہیں باقی رہا عذر

[2] یعنے تابعیوں میں سے جو امام گنے جاتے تھے ایسے چار ہزار تابعیوں سے امام اعظم رحمہ اللہ نے علم حدیث حاصل کیا تھا اسیواسطے امام ذہبی نے آپکو حفاظ
حدیث کے طبقہ میں گنا ہے اور جس کسی نے لکھا ہے کہ آپ کو فن حدیث میں کم دخل تھا اسکا باعث حسد ہے یا اُسکی تحقیقات کی سستی ہے
ورنہ اتنے بیشمار مسئلوں کا ایسے طریق پر قرآن حدیث سے نکالنا کیونکر ہو سکتا ہے اور پہر سب سے پہلے اس خوبی کے ساتھ۔ مگر چونکہ آپ
اسطرف مشغول رہے ظاہر میں آپسے حدیث مشہور نہ ہوئی۔ جس طرح بوجہ مشغولی کے مصلحت مسلمانوں میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے زیادہ حدیث
مشہور نہ ہوئی بخلاف ادنی مرتبہ کے صحابہ کے اُن سے بہت حدیثیں منقول ہیں ایسے ہی جسقدر حدیثیں پچھلوں سے منقول ہیں امام مالک و امام شافعی رحمہما اللہ سے منقول نہیں ہیں ۱۲ منہ

اوجه لا اذ كيف يتاتى لمن هو كذلك استنباط مثل ما استنبطه من المسائل التى لا تحصى كثرة مع
انه اول من استنبط من الادلة على الوجه المخصوص المعروف فى كتب اصحابه رحمهم الله ولاجل اشتغاله
بهذا الاهم لم يظهر حديثه فى الخارج كما ان ابابكر وعمر رضى الله عنهما لما اشتغلا بمصالح
المسلمين العامة لم يظهر عنهما من رواية الاحاديث مثل ما ظهر عمن دونهما حتى صغار
الصحابة وكذلك مالك والشافعى لم يظهر عنهما مثل ما ظهر عمن تفرغ للرواية كابى
ذرعة وابن معين رحمهما الله لاشتغالهما بذلك الاستنباط اور تیسری وجہ یہ ہے کہ احادیث صحیحہ سے
چونکہ ثابت ہے[1] کہ آدمی اگر جھوٹا بننا چاہے جو کچھ سنے اسکو روایت کرنا شروع کردے اسیواسطے
فقہاء صحابہ زیادہ حدیث بیان کرنے سے ڈرتے تھے۔ اور دوسری صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ
میں کلمات جامع عطا کیا گیا ہوں یعنے اللہ نے مجکو اس بزرگی کے ساتھ مخصوص کیا ہے

---

[1] مسلم شریف میں ہے عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بحسب المرء من الکذب ان یحدث بکل ما سمع یعنے عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ سنے اسکا روایت کر دینا آدمی کو جھوٹ بولنے کے واسطے کافی ہے۔ منہ عفرلہ ولکاتبہ ولوالدیہما۔

[2] چنانچہ مسلم شریف مطبوعہ نولکشور کے صفحہ ۷ میں ہے عن انس بن مالک قال انہ لیمنعنی ان احدثکم حدیثا کثیرا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من تعمد علی کذبا فلیتبوأ مقعدہ من النار یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زیادہ حدیث بیان کرنے سے مجکو یہ بات منع کرتی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو کوئی مجھ پر قصداً جھوٹ بولے اسکو چاہیے کہ اپنی جگہ دوزخ میں ڈھونڈھ لے۔ اور صفحہ ۱۰ مسلم شریف میں ہے۔
عن مجاهد قال جاء بشير بن كعب العدوى الى ابن عباس فجعل يحدث ويقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فجعل ابن عباس رضى الله عنه لا ياذن لحديثه ولا ينظر اليه فقال يا ابن عباس مالى لا اراك تسمع لحديثى احدثك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا تسمع فقال ابن عباس انا كنا مرة اذا سمعنا رجلا يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ابتدرته ابصارنا واصغينا اليه باذاننا فلما ركب الناس الصعبة والذلول لم ناخذ من الناس الا ما نعرف۔ یعنے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بشیر بن کعب تابعی جنکو صاحب تقریب نے بھی ثقہ لکھا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس حدیثیں بیان کرنے گئے۔ حضرت عبداللہ نے انکی طرف دیکھا نہ انکی بات سنی۔ تو پھر حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری حدیث آپ کیوں نہیں سنتے۔ فرمایا ہمارا یہ حال تھا کہ اگر کسیکو ایکبار سن لیتے کہ وہ حدیث بیان کرتا ہے تو ہماری آنکھیں بے اختیار اسکو تکنے لگتیں اور کان اسکے مشتاق ہو جاتے تھے۔ مگر جب دیکھا کہ لوگ ضعیف۔ قوی۔ صحیح۔ غلط سب کچھ بیان کرنے لگے۔ تب ہم نے لوگوں سے حدیثوں کا سننا چھوڑ دیا۔ سوا ان باتوں کے جن کو ہم پہچان سکتے ہیں۔ منہ عفر اللہ لہ ولکاتبہ ولوالدیہما۔

که میرا کلام مختصر ہوتا ہے اور بہت سے معانی اور مطالب اُس میں جمع ہوتے ہیں[۱] بسبب حاصل
ہونے قوت کاملہ حفظ کے امام اعظم رحمہ اللہ جبتک یقینی طور سے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ثابت نہ ہو جاوے اور یہ بات پایۂ ثبوت کو نہ پہونچ جاوے کہ یہ وہی الفاظ ہیں جو زبان معجز بیان
سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے نکلے تھے کسی حدیث کو فقط معانی حدیث کے یاد رہنے
کے بھروسہ پر نہ خود روایت کرنا جائز سمجھتے تھے[۲] نہ جبتک اس طریق پر یاد نہ ہو دوسرے کو
اجازت اپنی سے روایت کرنے کی دیتے تھے بخلاف دوسرے مجتہدوں اور محدثوں کے کہ وہ
بالمعنی روایت جائز رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود امام کے شاگردوں کے شاگرد
ہونیکے جو محدث اپنے میں امام کی شرط کے موافق قوت حافظہ نہیں پاتے امام سے روایت نہیں
کرتے ورنہ امام محمد اور امام ابی یوسف رحمہما اللہ جسقدر حدیثوں کو بموجب شرط امام پاتے ہیں مؤطا
اور آثار وغیرہ میں روایت کرتے ہی ہیں۔ پھر اتنے معتبر لوگوں کے مقابلے میں ابن خلدون کا
قول سوائے دشمن امام دین کے کس عاقل کے نزدیک معتبر ہو سکتا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی
رحمہ اللہ "الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع" میں ابن خلدون کے حال میں تحریر فرماتے ہیں
ولم یکن ماهرا بالعلوم الشرعیة یعنے ابن خلدون شریعت کے علموں میں مہارت نہیں رکھتا تھا

۱؎ چنانچہ بخاری اور مسلم شریف سے صاحب مشکوۃ نقل فرماتے ہیں۔ عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال بعثت بجوامع الکلم۔ یعنے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جامع کلموں کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔ اور مسلم شریف کی دوسری روایت میں ہے۔ اعطیت جوامع الکلم یعنے میں جامع کلمات دیا گیا ہوں۔ اور مدارج النبوت میں ہے کہ مراد بجوامع الکلم کلمات است در غایت اختصار که متضمن معانی کثیره اند و علما بعضے ازاں کلمات را برحسب وسع طاقت خود فراہم آورده اند و کتب و دفاتر خود را بداں موشح و مزین ساختہ اند الے آخره۔ اس قسم کی حدیثیں نقل کرکے بعد ایک صفحہ کے مولانا عبد الحق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ اُسی مدارج میں تحریر فرماتے ہیں۔ و مر ہر یکے را شرحے و بیانے است اگر ذکر کنند بدفاتر نگنجد۔ یعنے آپ کے جوامع الکلم کی اگر شرح کیجاوے تو دفتروں میں نہ سماوے۔ ۱۲ منہ عفی لہ ولکاتبہ ولوالدیہما

۲؎ چنانچہ خیرات الحسان (۲۷) ہے۔ ۱۲ منہ

اندرینصورت قرآن اور حدیث کی پیروی کے مدعیوں سے اسباب ہیں ابن خلدون جیسے کی پیروی کرنا اور امام جیسے مجتہد محدث کی تقلید کو بدعت کہنا بجز لفظ ایمان اور کیا کہا جاوے۔ حالانکہ تاریخ ابن خلدون کو جو فقط مصر میں چھپی ہے میں نے جس زمانہ میں اسکا فارسی ترجمہ کیا تھا دیکھا ہے۔ ایسی غلط چھپی ہے کہ سیکڑوں جگہ ایک ایک سطر رہگئی ہے اور اسکی سفیدی چھوڑ دیگئی ہے اور عبارت اُسکی بہت مختصر ہے اکثر جگہ مصنف نے ضمیروں ہی سے کام لیا ہے لہذا ترجمہ بہت جگہ اگلے پچھلے مضمون کو ملاکر اٹکل ہی سے کیا جاتا تھا۔ اندرینصورت کیا عجب ہے کہ مقصود ابن خلدون یہ ہو کہ صحابہ کرام سے امام فقط سترہ حدیثیں روایت کرتے ہیں اور غلطی مطبع سے لفظ صحابہ رہگیا ہو چنانچہ یہ مضمون اور بھی بہت سے علماء معتبرین سے منقول ہے۔ درمختار میں ہے کہ علامہ شمس الدین محمد ابو نصر بن عرب شاہ اپنی کتاب جواہر العقائد میں تحریر فرماتے ہیں ثمانیۃ من الصحابۃ ممن روی عنھم الامام اعظم رحمہ اللہ یعنے جنسے امام اعظم رحمہ اللہ نے حدیثیں روایت کی ہیں وہ آٹھ صحابہ ہیں۔ انس بن مالکؓ۔ جابر بن عبد اللہؓ۔ عبد اللہ ابن ابی اوفیٰؓ۔ ابو الطفیل عامرؓ۔ ابن انیسؓ۔ واثلہ ابن اسقعؓ۔ عبد اللہ بن حارث بن جزءؓ۔ عائشہ بنت عجردؓ۔ اور شامی میں ہے کہ بہت طریقوں سے ثابت ہے کہ حضرت انسؓ سے آپ تین حدیثیں روایت فرماتے تھے۔ اور اس میں بعض محدثوں کا کلام نقل فرماتے ہیں کہ علامہ ناشر کبری نے آپ کی حدیثیں سننے کی نسبت صحابہ کرام سے بہت سی روایتیں نقل کی ہیں اور محدثوں کا قاعدہ مسلم ہے کہ ثبوت کی روایت نفی کی روایت پر مقدم رکھتے ہیں اور دو حدیثیں حضرت واثلہ ابن اسقع سے پھر بعد شرح اور بسط حالات آٹھوں صحابہ کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ چار صحابہ کرام اور ہیں کہ اُن سے بھی آپ کا حدیث روایت کرنا منقول ہے سہل بن سعدؓ۔ سائب بن یزیدؓ۔ عبد اللہ بن بسرؓ۔ محمود بن الربیع۔ اور چار صحابہ سے آپکی ملاقات کرنی اور اُن سے حدیثیں روایت کرنیکو تو اپنی تاریخ میں علامہ ابن خلکان رحمہ اللہ بھی نقل کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں وادرک ابو حنیفۃؓ اربعۃ من الصحابۃ واخذ عنھم واصحابہ یقولون انہ لقی جماعۃ من الصحابۃ ولم یثبت ذالک عند اھل النقل وذکر الخطیب فی تاریخہ انہ رای انس بن مالکؓ واخذ الفقہ عن حماد بن سلیمان

وسمع عطاء بن ابی رباح یعنے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے چار صحابہ کو پایا اور ان سے حدیثیں بھی حاصل کیں اور انکے اصحاب کہتے ہیں کہ صحابہ کی ایک جماعت سے انہوں نے ملاقات کی ہے۔ مگر یہ بات اہل نقل کے نزدیک ثبوت کو نہیں پہونچی۔ اور خطیب اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں کہ امام نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا اور فقہ حضرت حماد سے حاصل کی۔ اور عطا بن ابی رباح سے حدیثیں سنیں اسکے بعد علم حدیث میں آپ کے اُستادوں اور شاگردوں کے بہت نام لکھے ہیں۔ بہر ہنج صحابہ کرام کو دیکھنے میں آپ کی نسبت کسیکو کلام نہیں۔ لہذا باتفاق جمہور آپکا تابعی خیر القرون سے ہونا ثا چنانچہ مولوی نذیر حسین صاحب نے معیار الحق میں جو کچھ لکھا ہے اس سے بھی آپکا تابعی ہونا ظاہر ہاں یہ جو لکھا ہے کہ آپ کے اصحاب کہتے ہیں کہ صحابہ سے بھی آپ نے حدیثیں سُنیں۔ مگر یہ امر اہل نقل کے نزدیک ثابت نہیں۔ محدثین سے آپ کے اصحاب کے مقابلہ میں اصحاب نقل کے نزدیک ثابت نہ ہونے کو حجت پکڑنا بہت بعید معلوم ہوتا ہے۔ اسواسطے کہ محدثین کا تو یہ قول ہے کہ گھر والوں کے مقابلے میں باہر والوں کا زیادہ اعتبار نہیں ہوتا۔ گھر والے گھر کی بات سے زیادہ واقف ہوتے ہیں۔ پھر اصحاب امام جو امام کے گھر والے ہیں انکے مقابلے میں اہل نقل کے نزدیک ثبوت نہ ہو تو کیا حرج ہے۔ چنانچہ ابو داؤد شرح صفحہ ۳۰۲ جلد اول سنن ابو داؤد مطبوعہ مطبع محمدی میں حدیث عبد اللہ بن یزید بن رکانہ کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ ابن جریج جو ابن عباس سے رکانہ کے تین طلاق دینے کی روایت نقل کرتے ہیں۔ اور عبد اللہ رکانہ کے پوتے ایک طلاق کی روایت عبد اللہ کی روایت بہ نسبت ابن جریج کی روایت کے زیادہ صحیح ہے۔ اسواسطے کہ عبد اللہ حضرت رکانہ کے گھر کے آدمی ہیں۔ اور گھر والے گھر کی بات سے زیادہ واقف ہوتے ہیں۔ فقط۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَحْکَمُ

تمام شُد

تتمہ سوال وجواب محمدی ومقلد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمدی۔ مولانا ہماری جماعت کے ایک مولوی صاحب اگرچہ حنفیوں کو اپنے پھندے میں پھنسانے کی غرض سے وہ حنفی بنے ہوئے ہیں۔ مگر فی الواقع ہیں اُسی جماعت کے جس سے مجھکو نجات حاصل ہوئی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ حنفیوں کے بلکہ تمام مقلدوں کے نزدیک عورتوں کو منہ کھولکر سرمہ لگا کر اسی طرح ہاتھوں میں کنگن۔ پہونچی۔ انگوٹھی۔ چھلے پہنکر ہاتھ پاؤں میں مہندی لگا کر پاؤں میں زیور پہنکر اگر تمام بدن کپڑوں سے چھپا ہو اور فقط منہ ہاتھ پاؤں بنے سجے کھلے ہوئے ہوں اجنبی مردوں کے سامنے آنا اور انکو اپنا حسن وجمال دکھانا اور مردوں کو انکا تاکنا جائز ہے۔ حالانکہ حدیث صحیح میں آیا ہے لعن اللہ المائلات والممیلات (اللہ کی لعنت ہو اُن عورتوں پر جو غیروں کیطرف خود میل کریں اور غیروں کو اپنی طرف مائل کریں۔ اس حدیث کو سنکر اس حنفی نما وہابی نے بحر الرائق میں یہ مسئلہ مع سند حدیث کے جو ابوداؤد میں ہے دکھا دیا۔ صفحہ ۱۶۳ "فصل فی النظر واللمس" بحر الرائق میں یہ موجود ہے جو درج ذیل ہے آپ بھی ملاحظہ فرمالیں:۔

ومسائل النظر علی اربعة اقسام نظر الرجل الی المرأة ونظر المرأة الی الرجل ونظر الرجل الی الرجل والمرأة الی المرأة۔ والقسم الاول علی اربعة اقسام نظر الرجل الی الاجنبیة ونظره الی زوجته وامته ونظره الی ذوات محارمه ونظره الی امته الغیر والدلیل علی جواز النظر ما روی

مسئلے نظر کے چار قسم پر ہیں۔ نظر کرنا مرد کا عورت کی طرف اور عورت کا مرد کیطرف اور مرد کا مرد کو اور عورت کا عورت کو پھر نظر کرنا مرد کا عورت کو چار قسم پر ہے۔ اجنبی عورت کو دیکھنا۔ یا اپنی بیوی کو دیکھنا۔ یا اپنی لونڈی کو دیکھنا۔ یا ماں بہن وغیرہا محرمات کو دیکھنا۔ یا غیر کی لونڈی کو دیکھنا اور ان سب کے منہ ہاتھ دیکھنے کے جواز میں۔ یہ حدیث

ان اسماء بنت ابی بکرؓ رضی اللہ عنہما دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہا ثیاب رقاق فاعرض عنہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وقال یا اسماء ان المرأۃ اذا بلغت المحیض لم یصلح ان یری منہا الا ھذا وھذا واشار الی وجہہ وکفیہ

ولیل ہے کہ حضرت اسمار بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما باریک کپڑے پہنے ہوئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپنے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا اے اسمار جب عورت بالغ ہوجاوے سوائے منہ اور ہاتھ کے اسکا کوئی عضو اسطرح نہ رہنا چاہیئے کہ کوئی اجنبی اسکو دیکھ سکے۔

مگر میں نے جب اس حدیث کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث ابوداؤد میں ہے۔ مگر اسکی شرح عون المعبود مؤلفہ مولوی ابوالطیب شمس الحق ہیں (جو محمدیوں کے بڑے جید عالم ہیں اور بڑے بڑے غیر مقلدوں کے معتبر عالموں کی اسپر تقریظیں ہیں) اس حدیث کو ضعیف اور غیر معتبر لکھا ہے عون المعبود میں ہے کہ علامہ منذری فرماتے ہیں اس حدیث کی سند میں سعید بن بشیر ہے جسکی نسبت بہت سے نقادِ حدیث کلام کرتے ہیں اور بہت کچھ چہ میگوئیاں منقول ہیں۔ اور حافظ ابوبکر احمد جرجانی اس حدیث کو نقل فرماکر لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو قتادہ سے سوائے سعید بن بشیر کے کسی نے نہیں نقل کیا۔ اور قتادہ کبھی روایت کرتے ہیں خالد بن دریک سے کبھی یعقوب بن دریک سے اور کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کبھی حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے۔ لہٰذا اضطراب بھی ہے اس سے تو حنفیوں کی حدیث دانی پر بڑا اعتراض وارد ہوتا ہے۔

مقلّد۔ مولانا۔ اب محمدی غیر مقلدوں سے نکلکر آپ کن علماءِ سوء بے مرشدوں و بے اُستادوں سے جا ملے جو حنفی بنکر بھولے بھالے حنفیوں کو وہابی بنانے کی مدتوں سے کوشش کررہے ہیں اور یؤمنون ببعض ویکفرون ببعض کے مصداق بن رہے ہیں اگر بحرالرائق کو آپ خود دیکھ لیتے تو کبھی ایسے مغالطہ میں نہ پڑتے۔ بحرالرائق تو اجارہ فاسدہ تک ہی چھپی ہے۔ البتہ تتمہ بحرالرائق میں ہے جسکے مصنف علامہ محمد حسین طوری ہیں جنکا حال معلوم نہیں سوائے بحرالرائق علامہ زین الدین۔ ابن نجیم اس کے مصنف ہیں کہ اس حدیث ضعیف کے ساتھ انہوں نے استدلال کیا ہے جسکو دیکھ کر فقہائے حنفیہ کی حدیث دانی پر اعتراض ہو سکے

اس عبارت کے آگے اس طرح لکھتے ہیں:۔
ولا ینظر من اشتہی الی وجہہا الا الحاکم
والشاہد وینظر الطبیب الی موضع مرضہا
والاصل انہ لا یجوز ان ینظر الی وجہ
الاجنبیۃ بشہوۃ الا لضرورۃ اذا تیقن
بالشہوۃ او شک فیہا وفی نظر من ذکرنا
مع الشہوۃ ضرورۃ فیجوز وکذا نظر الحاقنۃ
والحاقن فیجوز وکذا نظر الختان اذا اراد ان
یداوی مع الختان ویجب علی القاضی
والشاہد ان یقصد واداء الشہادۃ والحکم
لاقضاء الشہوۃ تحرزا عن القبح بقدر الامکان
ہذا وقت الاداء واما وقت التحمل فلا
یجوز ان ینظر الیہما مع الشہوۃ لانہ یوجد
غیرہ ممن لا یشتہی فلا حاجۃ الیہ
قال فی الجنایۃ واختلف المشائخ
فیہما اذا دعی الی التحمل وہو یعلم انہ
اذا نظر الیہا یشتہی فمنہم من جوز
ذالک بشرط ان یقصد تحمل الشہادۃ
لاقضاء الشہوۃ والاصح انہ لا یجوز لہ
ذالک قال بعض شراح الہدایۃ وقد
ظہر بہذا اباحۃ النظر الی العورۃ الغلیظۃ
عند الزنا لاقامۃ الشہادۃ علیہ اقول لکن

"اور نہ دیکھے اجنبیہ کے منہ کو وہ شخص جو بلا ضرورت
منہ دیکھنے کا خواہشمند ہو مگر حاکم بضرورت حکم اور گواہ بضرورت
شہادت اور طبیب بغرض علاج فقط مرض کی جگہ کو
دیکھ سکتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ اجنبی عورت کا منہ بلا ضرورت
شرعی دیکھنا جائز نہیں جب شہوت کا یقین ہو یا شک
ہی ہو اور اشخاص مذکورہ حاکم وغیرہ کو بصورت شہوت
بھی بضرورت شرعی جائز ہے ایسا ہی حقنہ کرنیوالے
مرد یا عورت کو یا ختنہ کے علاج کی غرض سے ختنہ کرنیوالے کا
دیکھنا جائز ہے اور قاضی وگواہ پر لازم ہے کہ حتی المقدور منہ
دیکھتے وقت حکم نافذ کرنیکا قصد رکھیں اور گواہی دینے کا خواہش
نفسانی پوری کرنیکا خیال ہرگز نہ رکھیں البتہ دیکھتے وقت اگر
خوف شہوت ہو ہرگز منہ نہ دیکھیں اسلئے کہ ایسے بوڑھے بیطاقت
کا گواہی کے لئے ملنا ممکن ہے جسکو قطعاً خواہش نہ ہو۔
اور فتاوی غیاثیہ میں ہے کہ ایسا شخص جسکو منہ عورت
کا دیکھنے سے خوف شہوت ہو اگر گواہ بنانیکو بلایا جاوے
اگرچہ اسمیں اختلاف ہے تاہم صحیح یہی ہے کہ گواہ بننے کیلئے اسکو
منہ دیکھنا جائز نہیں۔ اور بعض شراح ہدایہ
نے کہا ہے کہ اوپر کی تحقیق سے ظاہر ہے کہ
کہ حد شرعی جاری کرانیکے لئے بامید ثواب گواہ
بننے کی غرض سے زانی وزانیہ کی شرمگاہ دیکھنا
جائز ہے فقط۔ کاتب الحروف کہتا ہے اسیطرح

وما فی تفسیر سراج المنیر والجلالین عن جواز اباحۃ النظر فی وجہ الی الخاتم وخضاب الید والکحل والوجہ والیدین بین فیہ الحرمۃ فی الوجہ الثانی ورجحہ فثبت بھذا کون وجہ الاباحۃ مرجوحا وضعیفا وقال الشامی رحمہ اللہ فی رسم المفتی و الفتوی علی قول المرجوح جھل وخرق للاجماع۔

اور تفسیر جلالین اور سراج المنیر میں اگرچہ ایک وجہ سے انگوٹھی۔ مہندی۔ سرمہ۔ منہ۔ ہاتھ اجنبی عورت کا دیکھنا جائز لکھا ہے مگر دوسری وجہ سے حرام لکھا ہے اور اسی وجہ کو ترجیح دی ہے لہذا ثابت ہوگیا کہ روایت جواز کی مرجوح اور ضعیف ہے پھر روایت راجح کے ہوتے ہوئے روایت مرجوح اور ضعیف کا کیا اعتبار۔ شامی کے مطلب رسم المفتی میں ہے۔ فتوے دینا قول مرجوح اور ضعیف پر جہالت ہے اور اجماع کی مخالفت۔

بہر حال جملہ کتب فقہ اور تفسیر اور احادیث سے جہانتک اس مسئلہ میں غور و خوض کیا گیا یہی ثابت ہوتا ہے کہ اجنبیہ غیر محرمہ آزاد عورت کے منہ ہاتھ بلکہ شرمگاہ تک دیکھنے کی اجازت مطلقًا عند الضرورت الشرعیہ ہے اور بلاضرورت بخوف فتنہ نہ مرد کو عورت کے کسی عضو دیکھنے کی اجازت اور نہ عورت کو کسی اجنبی مرد کے کسی عضو کے دیکھنے کی رخصت ہے۔ اور وہ جو تتمہ بحر الرائق کی عبارت بحر الرائق کے نام سے آپکے حنفی نما غیر مقلد مولوی نے آپکو دہوکے سے دکھائی ہے فی الواقع وہ تتمہ تصنیف صاحب بحر الرائق کا نہیں ہے۔ اور بعض دوسری کتب فقہ کی ظاہر عبارتوں سے بلاضرورت مطلقا بلاشہوت خواہ شہوت کیساتھ سرسری نظر میں جو نامحرم غیر عورت کے منہ ہاتھ دیکھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے اُس سے مراد یہ ہے کہ اگر بلا اختیار بغیر خواہش اور شہوت دیکھنے کے غیر عورت پر نگاہ پڑجاوے جائز ہے۔ اسپر مواخذہ نہیں۔ نہ یہ کہ بلاضرورت قصداً خواہش اور شہوت کے ساتھ بھی دیکھنا جائز ہے اسواسطے کہ جن آیت اور حدیثوں سے غیر عورت کے منہ ہاتھ دیکھنے پر استدلال کیا ہے اُن میں سے کسی آیت اور حدیث میں بھی دیکھنے ہاتھ منہ کا ذکر نہیں بلکہ فقط اتنا ذکر ہے کہ عورت کو منہ ہاتھ کا کہلا رکھنا جائز ہے۔ چنانچہ حدیث ضعیفہ حضرت اسماء بنت ابوبکر رض جو آپکے حنفی نما غیر مقلد مولوی نے بحوالہ کاذبہ بحر الرائق آپکو دکھائی ہے وہ اول قابل حجت نہیں اور نہ کسی معتبر فقیہ نے فقط اس سے استدلال کیا ہے اگر بایں ہمہ اسکے بھی

یہ لفظ ہیں :-

قال یا اسماء ان المرأۃ اذا بلغت المحیض
لم یصلح ان یری منہا الا ھذا و ھذا
و اشار الی وجہہ - وکفیہ

"یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء بنت
ابوبکرؓ کو (جو آنحضرتؐ کی سالی تھیں) باریک
کپڑے پہنے دیکھکر فرمایا کہ اے اسماء جب عورت
بالغہ ہو جائے تو جائز نہیں ہے کہ اسکے بدن سے سوا منہ
ہاتھ کے کوئی عضو دیکھنے میں آئے یعنے کھلا رہے"۔

اور جس آیت کریمہ کے ساتھ دوسرے فقہاء اور صاحب بحر الرائق نے تمسک کیا وہ یہ ہے
وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا - (اور نہ ظاہر کریں عورتیں زینت اپنی مگر جو ظاہر ہے)
اور بقول بعض ظاہری زینت سے مراد منہ اور ہاتھ ہیں اور بقول بعض محققین صحابہ
اوپر کے کپڑے یعنے برقع چادر وغیرہ۔ بہر نہج زینت ظاہری سے مراد منہ ہاتھ ہو خواہ لباس
ظاہری برقع یا چادر وغیرہ۔ آیہ کریمہ میں اس زینت ظاہری کے کھلا رکھنے کی عورت کو اجازت
ہے نہ مردونکو دکھانے کی اور نہ مردوں کو اُس زینت ظاہری کو دیکھنے کی بلکہ احادیث صحیحہ
اور آیات کریمہ سے مرد کو عورت پر نگاہ ڈالنے اور عورت کو مرد پر نگاہ ڈالنے کی سخت ممانعت
ثابت ہے۔ چنانچہ سورہ نور کے چوتھے رکوع میں ہے:-

قال اللہ تعالیٰ - قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا
مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ
اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ-
وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ
وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ
اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ
عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا
لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ

اے ہمارے حبیب فرما دیجے مومنونکو کہ بند رکھیں
آنکھیں اور حفاظت کریں شرمگاہوں اپنی
کی یہ بہت پاکیزگی کی بات ہے انکے لئے بیشک اللہ
خبردار ہے اُنکے کرتبوں پر۔ اور فرما دیجے مومن عورتونکو
کہ بند رکھیں وہ آنکھیں اپنی اور حفاظت کریں
شرمگاہوں اپنی کی اور نہ ظاہر کریں بناؤ اپنا مگر
جو ظاہر ہے۔ اور اپنے ڈالے رہیں اپنے
دوپٹے اپنے سینوں پر اور نہ ظاہر کریں اپنے بناؤ
سنگار سوائے اپنے شوہروں کے اور اپنے باپوں اور اپنے
شوہروں کے باپوں کے

أَوْ أَبْنَآئِهِنَّ أَوْ أَبْنَآءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ
أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَآئِهِنَّ
أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ
أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ
لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَآءِ وَلَا
يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ
زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا
الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔

یا اپنے بیٹوں اور شوہروں کے بیٹوں کے اور اپنے
بھائی بھتیجے بھانجوں کے یا اپنے ہم مذہب مسلمان
نیک چلن عورتوں کے اور اپنے غلاموں کے
یا ایسے ساتھ رہنے والوں کے مردوں اور لڑکوں سے
جنکو خواہش کا مادہ نہیں اور وہ عورتوں کی چھپی
باتوں (جماع اور بوس وکنار وغیرہ) سے واقف
نہیں اور نہ پاؤں مار کر چلیں دھمکے سے تاکہ انکے زیور کا
زیور کی آواز سے علم ہو جاوے جسکا انکو چھپانا ضرور ہے
اور تمام ایمان والو اور ایمان والیو توبہ کرو تم سب (اپنی لغزشوں سے) طرف اللہ کی تو کہ تم فلاح پاؤ۔

اور طحاوی شریف میں کئی مختلف سندوں کے ساتھ مختلف الفاظ سے مروی ہے۔ کما سیجئی
یا علی لك الاولی وعلیك الثانیہ "اے علیؓ پہلی نگاہ جو اچانک کسی عورت پر پڑ جاوے وہ تو تمکو معاف اور جو
قصداً دوبارہ نگاہ ڈالی تو اسکا وبال ونکال تمپر ثابت ہوگا"

اسی بنا پر علامہ عصر ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ تفسیر احمدی میں تحریر فرماتے ہیں:۔

فی الهدایة ولا یجوز ان ینظر الرجل
الی الاجنبیة الا الی وجهها وکفیها لقوله
تعالیٰ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا
قال علیؓ وابن عباس ما ظهر منها الكحل
والخاتم والمراد مواضعهما وسرو الكلام
الی اخره والمقصود انه تمسك بهذه
الآیة ان لا ینظر الرجل الی الاجنبیة
الا الی وجهها وکفیها ولا یتم ذالك الا
بانضمام مقدمة وهی انه لما جوز
الله تعالی اظهار الوجه والكف علم انه

ہدایہ میں ہے۔ اور نہیں جائز یہ کہ دیکھے مرد قصداً یا بلا قصد
طرف اجنبی عورت کے مگر منہ اور ہتھیلیاں اسکی بسبب فرمان اللہ
جلشانہ کے۔ اور نہ ظاہر کریں عورتیں زینت اپنی مگر
زینت ظاہری۔ اور حضرت علی اور عبداللہ بن عباس
رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مراد زینت ظاہری سے
سرمہ اور انگوٹھی اور منہ ہاتھ جسمیں سرمہ لگاتے
ہیں اور انگوٹھی پہنتے ہیں۔ الخ۔ الغرض صاحب ہدایہ
نے اس آیۃ سے تمسک کیا ہے اس امر پر کہ مرد اجنبی عورت کو
سوا منہ ہاتھ کے دیکھنا جائز نہیں مگر اس آیۃ سے
یہ مدعا تب تک ثابت نہیں ہو سکتا جبتک پہلے یہ مقدمہ تسلیم کر لیا جائے

جوز للناظر الاجنبی النظر الیهما والمذکور
فی الآیة ما هو من جانب المرأة دون
ما هو من جانب الناظر واین هذا
من ذالک ولذالک تری صاحب
البیضاوی لم یجوز النظر الی الوجه
والکف مع انه تیقن بجواز اظهار
الوجه والکف حیث قال وقیل المراد
بالزینة مواضعها والمستثنی الوجه
والکفان لانها لیست بعورة والاظهر
ان هذا فی الصلوة لا فی النظر فان
کل بدن العورة عورة لا یحل لغیر
الزوج والمحارم النظر الی شیء منها
الا لضرورة کالمعالجة وتحمل الشهادة
هذا کلامه ولا یخفی حسنه۔

کہ اللہ جلشانہ نے جب عورتونکو منہ ہاتھ کھلے رکھنے کی
اجازت دیدی تو ضرور دیکھنے والوں کو اجنبی عورت کے
منہ دیکھنے کی بھی اجازت ہوگئی حالانکہ آیۃ کریمہ
میں عورت کو فقط منہ ہاتھ کھلے رکھنے کی اجازت
ہے۔ دیکھنے والونکو دیکھنے کی اجازت کا مطلقا ذکر
نہیں اسواسطے صاحب تفسیر بیضاوی فرماتے ہیں
کسیکو اجنبی عورت کا منہ ہاتھ دیکھنے کو اللہ جلشانہ نے جائز
نہیں رکھا باوجودیکہ صاحب بیضاوی کو اس امر کا معنے آیۃ کریمہ سے
یقین ہے کہ عورت کو منہ ہاتھ کھلے رکھنا جائز ہے۔ چنانچہ
فرماتے ہیں کہ مراد زینت ظاہری سے زینت حاصل
کرنے کی جگہ منہ اور ہاتھ ہے اور مستثنے لائیں ہیں
زینتھن سے منہ اور ہتھیلیاں ہی ہیں اسواسطے کہ منہ
اور ہتھیلیاں عورت نہیں ہیں جنکا چھپانا
عورت پر لازم ہو۔ اور ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے

کہ منہ ہاتھ کھلے رہنے کی اجازت اور منہ ہاتھ کا عورت واجب الستر نہ ہونا فقط نماز کے اعتبار
سے ہے نہ کہ لوگوں کے دیکھنے دکھانیکے اعتبار سے۔ اسواسطے کہ (بموجب حدیث ترمذی شریف المرأة عورة)
عورت کا تمام بدن عورت واجب الستر ہے سوا شوہر اور محارم کے بلا ضرورت علاج اور شہادت وغیرہ
عورت سے کچھ بھی دیکھنا جائز نہیں فقط۔" بعد اسکے ملا احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ خوبی تحقیق بیضاوی کی
ظاہر ہے کسی پر مخفی نہیں۔ انتہی

ظاہر کلام ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ سے ہدایہ کی عبارت پر اعتراض سمجھا جاتا ہے اور مضمون
بیضاوی شریف کی تحسین۔ مگر یہ فرمانا ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ کا جبھی صحیح ہو سکتا ہے جب
عبارت ہدایہ کے یہ معنے لئے جاویں کہ مرد کو عورت کے بدن سے قصداً کسی عضو کا دیکھنا جائز
نہیں سوا منہ اور ہتھیلیوں کے۔ اور اگر یہ معنے لیے جاویں کہ بلا قصد اچانک بھی جائز نہیں ہے

اجنبی مرد کو اجنبیہ عورت کی کسی عضو کا دیکھنا سوائے منہ اور ہتھیلیوں کے لہذا بلا قصد اگر ہاتھ منہ کسی عورت پر نظر پڑ جاوے تو معاف ہے۔ لہذا علامہ بیضاوی اور دوسرے مفسرین اور صاحب ہدایہ وغیرہ کی عبارت میں کچھ بھی اختلاف نہ رہیگا۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ نے بحر الرائق میں اسیطرف اشارہ کیا ہے۔ تتمہ بحر الرائق میں علامہ محمد ابن حسین تحریر فرماتے ہیں قال صاحب الکنز رحمہ اللہ ولا ینظر الی غیر وجہ الحرۃ وکفیہا۔ قال الشارح زین الدین ابن نجیم فی البحر الرائق وھذا الکلام فیہا خلل لانہ یؤدی الی انہ لاینظر الی شئ من الاشیاء الا الی وجہ الحرۃ وکفیہا فتکون تحریضا الی النظر الی ھذین العضوین والی ترک النظر الی کل شئ سواھما جس سے صاف ظاہر ہے کہ اصل مسئلہ یہی ہے کہ اگر نگاہ اتفاقیہ پڑ جاوے تو جائز ہے اسپر مواخذہ نہیں نہ یہ کہ قصداً نگاہ اجنبی پر ڈالنے کیطرف امادہ کیا جاتا ہے۔ اب اس تقدیر پر یہ معنے کے مطابق ہو جاتی ہیں اُن احادیث مذکورہ طحاوی شریف کے بھی جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے باسانید مختلفہ اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے طحاوی شریف میں منقول ہیں۔ اور نیز دیگر احادیث صحیحہ صحاح ستہ بلکہ صحیحین کے دیکھو جلد اول طحاوی شریف میں ہے:-

عن علی رضی اللہ عنہ قال ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لہ یا علیّ ان لک کنزا فی الجنۃ وانک ذو قرنیھما فلا تتبع النظرۃ النظرۃ فانما لک الاولی ولیست لک الآخرۃ وفی روایۃ عنہ لیست لک الثانیۃ۔ وعن جریر رضی اللہ عنہ قال سألت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن نظر الفجاءۃ قال اصرف بصرک۔ وفی روایۃ عن علی کرم اللہ وجہہ النظرۃ الاولی لک والآخرۃ علیک۔

علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ نے فرمایا۔ اے علی تمہارے لیئے جنت میں خزانہ ہے اور بے شک اِدہر تک مالک جنت ہو۔ پس اگر تمہاری نظر اچانک کسی عورت پر پڑ جاے قصداً اُسکے بعد دوبارہ نہ دیکھو۔ پہلی نظر تمکو معاف ہے کہ پہلی اور ایک روایت میں ہے نہ کہ دوسری نظر اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مینے حضور سے پوچھا کہ اچانک بے اختیار اگر کسی عورت پر نگاہ پڑ جاے تو کیا مواخذہ ہوگا۔ فرمایا نہیں فوراً نگاہ اسطرف سے پھیر لے۔ یہ ترجمہ بغرض سمجھانے عوام کے وضاحت سے معہ مطلب کیا گیا ہے۔ اور ایک روایت میں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہلی نگاہ تمہاری ہے یعنے معاف ہے اور دوسری تمہارے اوپر موجب وبال ونکال ہے۔ اور مؤید ان لحاظ کی احادیث صحیحین آگے بیان کیجاویگی انشاء اللہ۔

اور اگر بعض عبارات کتب فقہ ہدایہ وغیرہ کے یہی معنے مراد لئے جاویں کہ قصداً بھی اجنبیہ عورت کے مُنہ اور ہتھیلیوں کو اور پہونچوں کو معہ زیور و بلا زیور دیکھنا جائز ہے تب بھی یہ جواز ہدایہ وغیرہ کتب فقہ میں مقید ہے اس امر کے ساتھ کہ خیال بد اور حرام کے ساتھ نہ دیکھے ورنہ بالاتفاق خیال بد کے ساتھ مُنہ اور ہاتھ پاؤں اور اُسکے ظاہری کپڑوں کیطرف بھی دیکھنا بالاتفاق حرام ہے۔ چنانچہ ہدایہ ہی میں ہے

ان کان لایأمن الشھوۃ لاینظر الی وجھھا الالحاجۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام من نظر الی محاسن امرأۃ اجنبیۃ عن شھوۃ صب فی عینہ الآنك وفی الشامی وشرط لحل النظر الیھا الامن بطریق الیقین عن الشھوۃ

اگر شہوت سے امن نہ ہو عورت کے مُنہ کو بھی نہ دیکھے مگر بوقت حاجت ضروری (مثلاً علاج یا شہادت وغیرہ کیلئے) بحسب فرمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ جس نے اجنبی عورت کا حسن و جمال بنظر شہوت دیکھا جہنم کا سیسہ (سکہ) اُسکی آنکھوں میں ڈالا جائیگا۔ اور شامی میں ہے عورت کیطرف دیکھنے کا جواز تب ہے کہ شہوت سے امن یقینی ہو۔

اور دونوں شرح ہدایہ (فتح القدیر اور کفایہ) میں ہے۔

وحدیث عائشۃ رضی اللہ عنھا اخرجہ ابوداؤد وابن ماجۃ۔ قالت کان الرکبان یمرون بنا ونحن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محرمات فاذا حاذونا سدلت احدنا جلبابھا من رأسھا علی وجھھا فاذا جاوزونا کشفناہ قالوا والمستحب ان تسدل علی وجھھا شیئا (فی الاحرام) وتجافیہ وقد جعلوا لذلك اعوادا کالقبۃ توضع علی الکف

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ابوداؤد و ابن ماجہ نے یوں روایت کی ہے کہ آپ (حضرت عائشہؓ) نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ احرام باندھے ہوئے ہوتی تھیں توسوار ہمارے پاس سے گذرتے تھے پھر جب بالمقابل آتے وہ ہمارے تو ہم میں سے ہر ایک اپنی اپنی چادر سر سے مُنہ پر ڈال لیتی پس جب وہ ہمسے گذر جاتے تو مُنہ کھول لیتیں۔ شارحین کہتے ہیں کہ عورت کیلئے یہ امر مستحب ہے کہ بوقت احرام اپنے منہ پر کوئی کپڑا ڈال رکھے اور ڈھانک رکھے۔

ويستدل فوقها الثوب و دلت المسئلة على ان المرأة منهية عن ابداء وجهها للاجانب بلا ضرورة وكذا دل الحديث عليه۔

. . . . . . اور یہ مسئلہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ عورت بلا ضرورت اپنا منہ اجنبی (غیر محرم) مردوں کے سامنے کرنے سے منع کیگئی ہے اور ایسے ہی حدیث شریف بھی اسی امر پر دلالت کرتی ہے

اور جب شہوت سے یقیناً امن ہو اُسوقت بھی منہ اور ہاتھ دیکھنا عورت اجنبیہ کا علاوہ ذی رحم محرموں کے اُن قریب کے رشتہ داروں کو جائز ہے نہ کہ عام لوگوں کو جو ذی رحم محرم نہ ہوں۔ یعنے یہ عورت اُنپر حرام نہ ہو۔ مگر بوجہ نزدیکی رشتہ اور کثرت آمد و رفت اُن لوگوں کے گھر میں۔ مثل دیور جیٹھ وغیرہ کے مُنہ ہاتھ چھپانے میں سخت تکلیف اور دقت دینے لینے آپسکی چیزوں کے کاروبار خانگی میں حرج واقعہ ہو۔ بلکہ پکانا کھانا دشوار ہو جائے۔ خصوصاً ایسے غریب لوگوں کو جو باہم باپ دادا کے وقت سے ایک مختصر سے مکان میں بذریعہ میراث شرکت رکھتے ہوں۔ اور وہ رشتہ دار جو عورت کے ذی رحم محرم ہوں یعنے یہ عورت اُنپر حرام ہو جیسے باپ بھائی۔ بھتیجے۔ بھانجے وغیرہم انکو تو ننگے سر بیٹھی ہوئی کو دیکھنا بھی درست ہے۔ اور ثبوت اس امر کا آیۂ کریمہ مذکورہ سورہ نور سے پہلے گذر چکا اور نامحرم قریب کے رشتہ داروں کے تصریح امام علامہ ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ کے بیان سے ظاہر ہے جو مجتہدین فی المذہب سے شمار کئے گئے ہیں اور فقہاء مرجحین سے ہونے میں تو کوئی کلام ہی نہیں کرسکتا امام ممدوح نے شرح معانی الآثار میں عورتوں کے پردے کی تمام احادیث متعارضہ اور مختلف اقوال فقہا لکھکر آخر میں بموجب اپنی عادت کے مسلک امام اعظم رحمہ اللہ کو عقلاً و نقلاً تمام اقوال پر ترجیح دیکر اسطرح بیان فرماتے ہیں۔

فرأينا ذا الرحم لا بأس ان ينظر الى المرأة التى هو لها محرم الى وجهها و صدرها و شعرها و ما دون ركبتيها و رأينا القريب منها ينظر الى وجهها وكفيها فقط۔

"ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن و حدیث سے بالاتفاق ثابت ہے کہ ذی رحم محرم کو یعنے اُن رشتہ داروں کو جنپر عورت حرام ہو عورت کا مُنہ سینہ بال اور گھٹنے سے نیچے کا بدن یعنے پنڈلی بھی دیکھنا جائز ہے اور اُن نزدیکیوں کو جنپر وہ عورت حلال ہو فقط منہ اور ہتھیلیوں کا دیکھنا" فقط

بہرنہج ذی رحم محرم کو بال اور سینہ تک کا دیکھنا اور قریب کے رشتہ داروں کو منہ ہاتھ بقدر دفع حرج اور تنگی کے دیکھنا جائز ہے نہ کہ مطلقاً۔ جیسے کہ جان کے ضائع جانے کے وقت بقدر ضرورت سور کھانا جائز ہے نہ کہ مطلقاً

چنانچہ اشباہ والنظائر میں ہے:-

المشقة تجلب التيسير والاصل فيها
قوله تعالى يريد الله بكم اليسر ولا يريد
بكم العسر وقوله تعالى وما جعل عليكم
في الدين من حرج - وفي الحديث
احب الدين الى الله الحنيفية السمحة
قال العلماء فيخرج على هذه القاعدة
جميع رخص وتخفيفاته ثم قال من
جملة امثلة ومنها اباحة النظر للطبيب
والشاهد وعند الخطبة -

"جب امر میں مشقت اور تکلیف مالایطاق ہو تو شریعت
آسانی کے طریق رکھتے ہیں بسبب فرمان اللہ
جلشانہ کے۔ ارادہ کرتا ہے ساتھ تمہارے اللہ
آسانی کا نہ کہ تنگی کا اور نہیں کی اللہ نے بیچ دین کے
تنگی - اور حدیث میں ہے زیادہ پیارا دین اللہ کے
ہاں سیدھا اور آسان ہے" علما فرماتے ہیں اس
قاعدہ سے تمام رخصتیں و آسانیاں ماخوذ ہیں منجملہ
بہت سی مثالوں تخفیف دینی کے فرماتے ہیں یہ امور
بھی ہیں کہ طبیب کو بغرض علاج عورت اجنبیہ کے
اتنی جگہ بدن کی دیکھنا جائز ہے جسکے دیکھے بغیر علاج ناممکن ہو - اور شاہد کو بغرض شہادت اور منگنی
کرنیوالے مرد کو بعد منگنی کے اپنی مخطوبہ یعنے منگیتر کے منہ کو"۔

اور بدائع الصنائع میں ہے -

انما يحل النظر الى مواضع الزينة
الظاهرة منها من غير شهوة فاما
من شهوة فلا تحل لقوله عليه السلام
العينان تزنيان وليس زنا العين
الا النظر عن شهوة ولان النظر عن
شهوة سبب الوقوع في الحرام فيكون
حراما الا في حالة الضرورة بان دعي
الى شهادة او كان حاكما فاراد ان ينظر
اليها ليجيز اقرارها عليها فلا بأس
ان ينظر الى وجهها وان كان لو نظر

بے شک حلال ہے اجنبی عورت کی ظاہری زینت
(منہ ہاتھ برقع وغیرہ) کا دیکھنا بغیر شہوت کے۔ اور
شہوت کے ساتھ ہرگز جائز نہیں بسبب فرمان آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے جو فرمایا ہے کہ مردونکی آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں
اور آنکھونکا زنا شہوت کے ساتھ دیکھنے کے سوا کچھ نہیں
پھر نظر شہوت ہی زنا کا سبب ہو جاتی ہے لہذا عورت کا
منہ ہاتھ دیکھنا حرام ہوا مگر بضرورت جیسے حاکم کو بغرض
نفاذ حکم اور گواہ کو بغرض ادا شہادت اجنبی عورت
کا منہ دیکھنے میں کوئی ڈر نہیں اگرچہ دیکھنے سے شہوت کا خطرہ
ہو یا غالب گمان شہوت کا ہو۔ اسواسطے کہ حرمت کا

اليها الا شتهی او کان اکبر رأیه ذالك
لان الحرمات قد یسقط اعتبارها لمکان
الضرورة الا تری انه رخص النظر
الی عین الفرج علی قصد اقامة حسبة
الشهادة علی الزنا۔ و معلوم ان النظر
الی الفرج فی الحرمة فوق النظر الی الوجه
و مع ذالك سقطت حرمته لمکان الضرورة
فهذا اولی و کذا اذا اراد ان یتزوج
امرأة فلا بأس ان ینظر الی وجهها
وان کان عن شهوة لان النکاح بعد
تقدم النظر ادل علی الالفة والموافقة
الداعیة الی تحصیل المقاصد علی ما قال
النبی صلے الله علیه وسلم للمغیرة
للنظر الی وجه المخطوبة وعلله بکونه وسیلة
الی الالفة واما المرأة فلا تحل لها النظر
من الرجل الاجنبی ما بین السرة الی
الرکبة ولا بأس ان تنظر الی ما سوی
ذالك اذا کانت تأمن علی نفسها۔

اعتبار وقت ضرورت کے (بموجب قاعدہ مذکورہ
اشباہ والنظائر) ساقط ہو جاتا ہے کیا بامید حاصل
کرنے ثواب حد شرعی قائم کرانیکے (تاکہ زنا کرنا لوگ
چھوڑ دیں۔) زانی زانیہ کی شرمگاہوں کا عین
زنا کے وقت جائز نہیں ہے۔ حالانکہ عورت کا
منہ دیکھنے کی بہ نسبت شرمگاہوں کا دیکھنا سخت
حرام ہے مگر بوجہ ضرورت دینی حرمت ساقط ہو گئی
تو عند الضرورت عورت کا منہ دیکھنے کی حرمت
بہت بہتر ہے کہ ساقط ہو جائے۔ ایسی ہی نکاح کرنے
کی غرض سے بامید موافقت قائم رہنے کے بعد
از نکاح منگنی کے بعد عورت مخطوبہ یعنی منگیتر کا منہ
دیکھنا جائز ہے۔ گو دیکھنے سے شہوت پیدا ہو یعنے
دوبارہ دیکھنے کو جی چاہے۔ (تاکہ بغیر دیکھے نکاح
کر لینے پر اگر بدشکل یا بیمار نکلے تو مقاصد نکاح
جو باہمی اُلفت اور موافقت ہے فوت نہ ہوں
اسواسطے کہ حضرت مغیرہؓ کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے مخطوبہ کا منہہ دیکھنے کی اجازت فرمائی تھی
اور وجہ اُسکی یہی بیان فرمائی کہ دیکھکر نکاح کرنا
وسیلہ ہے ہمیشہ محبت قائم رہنے کا۔ البتہ عورت کو مرد اجنبی کا تمام بدن سوا ناف سے گٹھنے تک
اگر یقیناً شہوت کا خوف نہ ہو جائز ہے" انتہی ترجمہ۔

اور اسی بنا پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حبشیوں کا پٹے کا
کھیل دکھلایا تھا تاکہ دیکھ کر اس فن کو سیکھ لیں اور اگر ایسا موقعہ آپڑے تو کافروں سے جان
بچالیں۔ یہ بات نہ تھی کہ حبشیوں کا منہ دکھانا بشہوت مقصود تھا (نعوذ باللہ منہا) اور ظاہر ہے کہ

حبشیوں کا منہ دیکھنے کو کسکا جی چاہتا ہے بدشکل کے دیکھنے کو تو بالطبع کسیکی خواہش ہی نہیں ہوتی چنانچہ علامہ عینی حنفی نے شرح بخاری میں اور علامہ نووی شافعی نے شرح مسلم میں ایسا ہی لکھا ہے ۔ اور جہاد کے موقعہ پر تو ظاہر ہے کہ مردوں کو عورتوں کے منہ کیطرف قصداً شہوت کے ساتھ دیکھنے کا موقعہ ہی نہیں ہوتا ۔ اور عورتیں اگر مردوں کا منہ دیکھ لیں تو جائز ہی ہے اسواسطے ایسے موقعہ پریشانی میں شہوت کا تو وہم ہی نہیں ہوسکتا ۔ البتہ وقت آسائش اور گمان شہوت بغرض دفع حرج اور تکلیف مالایطاق کے اگرچہ قریب کے رشتے داروں (جیٹھ دیوروں وغیرہ) غیر ذی رحم محرم کو بضرورت منہ ہاتھ دیکھنے کی اجازت دیدی گئی ۔ مگر اتنا ڈرا دیا کہ ایمان دار عورت حتی المقدور جہانتک ممکن ہو حسب طاقت اسطرح گھر میں کبھی نہ رہے کہ کوئی جیٹھ دیور وغیرہ منہ ہاتھ دیکھ سکے ۔ باب النظر الی المخطوبہ مشکوۃ شریف میں ہے ۔

عن عقبۃ بن عامر قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل یارسول اللہ ارأیت الحمو قال الحمو الموت ۔ رواہ البخاری والمسلم ۔

حضرت عقبہ رض فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دور رکھو تم اپنے آپ کو نامحرم عورتوں کے گھر داخل ہونے سے ۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ جیٹھ دیور وغیرہ عورت کے خاوند کے رشتہ دارونکو بھی یہی حکم ہے ۔ فرمایا وہ تو موت ہیں ۔

اشعۃ اللمعات میں ہے ۔ یعنے جیٹھ دیور وغیرہ خاوند کے رشتہ داروں کا فتنہ تو سب سے زیادہ ہے بسبب کثرت آمدورفت ان لوگوں کے بسہولت ۔ یہ حدیث بخاری شریف اور مسلم شریف کی ہے ۔

عن جریر بن عبد اللہ رض قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نظر الفجاءۃ فامرنی ان اصرف وجھی ۔ وعن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المرأۃ تقبل فی صورۃ شیطان وتدبر فی صورۃ شیطان اذا احدکم اعجبتہ المرأۃ فوقعت فی قلبہ فلیعمد الی امرأتہ فان ذالک یرد ما فی نفسہ رواہ مسلم

اور حضرت جریر رض فرماتے ہیں کہ مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر اچانک میری نگاہ کسی عورت پر پڑجائے فرمایا فوراً منہ پھیر لے ۔ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیشک عورت صورت میں شیطان کے آتی جاتی ہے لہذا جب کسیکو بے اختیار نظر پڑنے سے کوئی عورت پسند آوے اور دلمیں برا وسوسہ پیدا ہو تو چاہیئے کہ اپنی بیوی سے ہمبستر ہو ۔ تو وہ وسوسہ جاتا رہیگا دونوں حدیثیں مسلم کی ہیں ۔

محرموں اور نامحرم عورتوں سے ملنے

یہانتک جو کچھ لکھا گیا یہ تحقیق اس تقدیر پر ہے کہ مراد زینت ظاہری سے مُنہ اور ہاتھ لیے جاویں۔ اور اگر مذہب حسن بصریؒ اور عبداللہ بن مسعود رحمہما اللہ کو معتبر سمجھا جاوے جو فقاہت میں اُستاد ہیں حضرت علقمہ اور اسود رحمہما اللہ کے اور وہ دونوں حضرت حماد کے اور وہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تو پھر قصداً اور بلا قصد اجنبیہ پر نظر ڈالنے کی بحث کی چنداں ضرورت ہی نہیں اسواسطے کہ برقع اور چادر وغیرہ اوپر کے کپڑوں میں جب عورت چھپی ہو وہ تو اسطرح ہے جیسے مکان میں چھپی بیٹھی ہے۔ دیکھو علامہ ابن جریرؒ اپنی تفسیر میں اول حضرت حسن بصری اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا مذہب نقل فرماتے ہیں:۔

عن ابن مسعود رضی الله عنه قال الزينة زينتان فالظاهرة منها الثياب وما خفي الخلخالان والقرطان و السواران۔ وبسند آخر عنه انه قال وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا قال هي الثياب وهكذا عنه بخمس اسانيد وبسند آخر عن الحسن في قوله اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا قال الثياب وفي رواية قال ابو اسحاق الاثري انه قال خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وقال آخرون الظاهر من الزينة التي ابيح لها ان تبديه الكحل والخاتم والسواران والوجه

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں زینت دو قسم کی ہوتی ہے (۱) زینت ظاہری۔ یعنی اوپر کے کپڑے (برقع چادر وغیرہ) ہے۔ اور (۲) زینت پوشیدہ ہے یعنی پازیب۔ بالیاں کنگن وغیرہ۔ اسی طرح پانچ سندوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہی مضمون ثابت ہے۔ اور دوسری سند سے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ اور ابو اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زینت ظاہری سے کپڑے مراد لینے پر دلیل ظاہر یہ دوسری آیت ہے خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ اسکے معنے جمہور کے نزدیک یہی ہیں کہ نماز کے وقت ہر مرد و عورت پر لازم ہے کہ زینت حاصل کرلیں یعنے جو میسر ہوں سب کپڑے پہن کر نماز پڑھیں۔ اور انکے علاوہ بعض دوسرے مفسر تابعیوں کا قول ہے کہ مراد ظاہری زینت سے اس آیت میں جسکے ظاہر کرنے کی عورتوں کو رخصت ہے۔ سرمہ انگوٹھی کنگن اور مُنہ ہاتھ ہے۔

اور اسی مسلک کی جو حضرت حسن بصری اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ آیہ کریمہ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا میں زینت ظاہری سے مراد آزاد عورتوں کے حق میں

اوپر کے کپڑے چادر اور برقع وغیرہ ہیں جنکے چھپانے میں حرج عظیم ہے۔ خصوصاً گھر کے نامحرموں جیٹھ دیور وغیرہ سے۔ اور ان کپڑوں میں عورت مثل مکان میں چھپی رہنے کے چھپی رہتی ہے نہ کہ منہ اور ہاتھ۔ یہ بہت سی احادیث ہیں جنکے حسن ہونے میں توبوجہ کثرت طرق شک ہی نہیں۔ مگر ان میں بعض صحیح بھی ہیں اور باتفاق حسن مثل صحیح کی واجب العمل ہوتی ہے اور نیز یہ آیۃ کریمہ جسکے تحت میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ نے اپنی تفسیر میں ان احادیث کو نقل کیا ہے دیکھو تفسیر درمنثور تحت قولہ تعالےٰ۔

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ وَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔

اے نبی فرما دیجئے اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو اور مومنوں کی بیویوں کو کہ جھکالیں وہ اپنی چادروں کو یہ نزدیک زیادہ ہے اس سے کہ پہچان لیجاویں کہ یہ آزاد عورتیں ہیں اور ایذا نہ پہونچائی جاویں۔

۱۔ اخرج ابن سعد عن محمد بن کعب القرظی رضی اللہ عنہ قال کان رجل من المنافقین یعرض نساء المؤمنین لیؤذیھن فاذا قیل لہ قال کنت احسبھا امۃ فامرھن اللہ تعالی ان یخالفن زی الاماء ویدنین علیھن من جلابیبھن تخمر وجھھا الا احدی عینیھا ذلک ادنی ان یعرفن یقول ذالک احری ان یعرفن

۱۔ ابن سعد نے محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ منافقوں میں سے ایک شخص مسلمانوں کی عورتوں کو چھیڑا کرتا تھا اور انہیں ایذا دیتا تھا۔ جب اس سے کہا گیا کہ تونے کیوں چھیڑا تو اس نے کہا کہ میں نے لونڈی سمجھا تھا۔ پس حکم کیا انکو اللہ تعالیٰ نے کہ لونڈیوں کی ہیئت کے مخالف رہیں اور جھکالیں وہ اپنی چادروں کو اپنے اوپر تاکہ چہرہ چھپ جاوے مگر ایک آنکھ کھلی رہے یہ زیادہ نزدیک ہے اس سے کہ پہچانی جائیں آزاد عورتیں لونڈیوں سے۔

۲۔ واخرج ابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما فی ھذہ الآیۃ قال امر اللہ نساء المؤمنات اذا خرجن من بیوتھن

۲۔ امام ابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ رضی اللہ عنہم نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے تخریج کی کہ حضرت ابن عباس رضؓ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنہ عورتوں کو حکم دیا

فی حاجة ان یغطین وجوههن من فوق
رؤسهن بجلابیب ویبدین عیناً
واحدۃ

کہ جب کسی حاجت کیلیے گھر سے نکلیں تو اپنے
چہرونکو ڈہانک لیں سر کے اوپر سے چادروں کے
ساتھ اور ایک آنکھ ظاہر کریں۔

۳- واخرج عبدالرزاق وعبد بن حمید
وابوداؤد وابن المنذر وابن ابی حاتم
وابن مردویه عن ام سلمةؓ قالت لما
نزلت هذه الآیة یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ
مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ وخرجن نساء الانصار
کان علی رؤسهن الغربان من اکسیة
سود یلبسنها۔

۳- اور عبدالرزاق اور عبد بن حمید اور ابوداؤد اور ابن المنذر
اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ
عنہا سے تخریج فرماتے ہیں کہ جب یہ آیۃ کریمہ نازل
ہوئی کہ چھٹکا لیں وہ اپنے اوپر اپنی چادریں
نکلتی تھیں انصار کی عورتیں اس حالت میں کہ گویا
انکے سروں پر کوے ہیں انکی کالی چادروں کیوجہ
سے جو وہ اوڑھا کرتی تہیں۔

۴- واخرج ابن مردویه عن عائشة رضی
الله عنها قالت رحم الله نساء الانصار لما
نزلت یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ
بَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ الآیة شققن مروطهن
فاعتجرن بها فصلین خلف رسول الله
صلی الله علیه وسلم کان علی رؤسهن
الغربان۔

۴- ابن مردویہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے تخریج کرتے
ہیں کہ فرمایا آپ نے کہ اللہ تعالے... انصار کی عورتوں
پر رحم فرمائے جب یہ آیۃ یا ایہا النبی آخر تک نازل ہوئی
تو انصار کی عورتیں اپنی چادریں پھاڑتیں اور انکے ساتھ
روپوش بنالیا کرتی تھیں جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز
پڑھتی تھیں تو یہ معلوم ہوتا تھا گویا انکے سروں پر
کوے ہیں۔

۵- واخرج الفریابی وعبد بن حمید وابن
جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم عن محمد
بن سیرین رضی الله عنه قال سألت
عبیدۃ رضی الله عنه عن هذه الآیة یُدْنِیْنَ
عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ فرفع ملحفة کانت
علیه فتقنع وغطی رأسه کله حتی بلغ

۵- اور فریابی اور عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن المنذر
اور ابن ابی حاتم محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ سے تخریج
کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے عبیدہ سے یدنین علیہن
کی تفسیر دریافت کی تو اپنی چادر کو اٹھایا جو اوپر تھی
اور مقنع ڈالا اور سر کو ڈہانک لیا یہانتک
کہ چادر ابرو تک پہونچی اور اپنا چہرہ

الحاجبين وغطوجهه واخرج عينه اليسرى من شق وجهه الاسير مايلى العين

ڈھانک لیا اور اپنی بائیں آنکھ بائیں جانب سے چہرے کے نکالی۔

۶- واخرج ابن ابی حاتم عن سعيد بن جبير رضی الله عنه فی قوله يدنين عليهن من جلابيبهن قال يسدلن عليهن من جلابيبهن وهو القناع فوق الخمار ولا يحل لمسلمة ان يراها غريب الا ان يكون عليها القناع فوق الخمار وقد شدت به رأسها ونحرها۔

۶- ابن ابی حاتم سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے آیہ کریمہ یُدْنِیْنَ عَلَیْہِنَّ کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ چھٹکائیں اپنے اوپر اپنی چادریں اور جلابیب سے مراد وہ مقنع ہے جو اوڑھنی کے اوپر ہوتا ہے۔ اور نہیں حلال کسی مسلمان عورت کو یہ کہ دیکھے اسکو اجنبی مگر یہ کہ ہو اسپر مقنع اوڑھنی پر اور اُسکے ساتھ سر اور سینہ کو باندھا ہوا ہو۔

۷- واخرج ابن المنذر عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه فی قوله تعالیٰ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ قال هو الرداء۔

۷- اور مسند ابن منذر میں ہے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیچ تفسیر آیہ کریمہ یُدْنِیْنَ عَلَیْہِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِہِنَّ کہ مراد جلباب سے چادر ہے۔

اور اسی مضمون کی احادیث ابو مالک اور ابو صالح اور ابو قلابہ ابن شہاب اور کلبی اور معاویہ بن قرہ اور ابن عباس اور امام حسن اور سُدی اور عکرمہ اور عبد اللہ بن مسعود اور مجاہد اور محمد بن سیرین۔ صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے تفسیر آیہ کریمہ مذکورہ میں روایتیں منقول ہیں جو گیارہ احادیث ہیں مگر بغرض اختصار یہاں درج نہیں کیگئیں۔

مگر با اینہمہ مَا ظَہَرَ مِنْہَا سے مراد مُنہ ہاتھ ہوں خواہ برقع وغیرہ۔ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ باب الامامۃ اپنی کتاب بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں اسطرح تحریر فرماتے ہیں۔

ولا يحضرن الجماعات لقوله تعالیٰ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وقال صلی الله علیه وسلم صلوتها فی قعر بيتها افضل من صلوتها فی صحن دارها وصلوتها فی صحن دارها افضل من صلوتها فی مسجدها وبيوتهن خير لهن ولانه لايؤمن الفتنة من خروجهن

اور عورتیں جمعہ جماعت میں بھی مردوں کے مجمعوں میں نہ آئیں بسبب فرمان اللہ جلشانہٗ کے اور قرار پکڑو تم اے بی بیو اپنے گھروں میں۔ اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عورت کی اپنی خوابگاہوں میں بہتر ہے اپنی انگنائی میں پڑھنے سے اور اپنی انگنائی میں بہتر ہے مسجد میں پڑھنے سے اور خوابگاہیں انکی بہتر ہیں انکو اور اسی لئے کہ انکے نکلنے میں فتنہ سے بے خوفی نہیں ہوتی۔

اطلقہ فشمل الشابۃ والعجوز والصلوٰۃ النہاریۃ واللیلیۃ۔ قال المصنف (صاحب الکنز الدقائق) فی الکافی والفتوی الیوم علی الکراھۃ فی الصلوات کلھا لظھور الفساد ومتی کرہ حضور المسجد للصلوٰۃ فلان یکرہ حضور مجلس الوعظ خصوصا عند ھؤلاء الجھال الذین تحلوا بحلیۃ العلماء اولی ذکرہ فخر الاسلام۔ وفی فتح القدیر المعتمد منع الکل فی الکل الا العجائز المتفانیۃ فیما ظھر لی دون العجائز المتبرجات وذوات الرمق۔

اور چونکہ کنز میں مطلقاً ممانعت ہے لہذا یہ ممانعت شامل ہے جوان اور بڑھیا عورتوں کو دن رات کی نمازوں میں۔ علامہ ابوالبرکات عمر و نسفی مولف کنز کافی میں فرماتے ہیں۔ فی زمانہ فتوٰی اسپر ہے کہ پانچوں وقت کی کل نمازوں میں عورتوں کو جماعت کے لئے نکلنا مکروہ تحریمیہ ہے بسبب پھیلنے فساد کے یعنے فسق وفجور کے مردوں میں۔ اور جب مسجد میں حاضر ہونے کی ممانعت ہے، تو وعظ کی مجلس میں (اسطرح مردوں اور عورتوں کا اختلاط کیساتھ جیسے عرسوں اور میلوں میں ہوتا ہے) حاضر ہونے سے زیادہ اولی ہے کہ ممانعت کیجاوے۔ خصوصاً ایسے جاہلوں کے جلسوں سے جو علم دین سے بالکل جاہل اور مولویوں کے لباس میں ظاہر ہوکر خواہشات نفسانی کے پھندے اور جال پھیلاتے ہیں (جیسے ہمارے زمانہ کے لیڈر اور انکے کاسہ لیس خلافتی مولوی)۔ اس مضمون کو امام فخرالاسلام نے بیان کیا ہے اور فتح القدیر میں امام ابن الہمام اپنے زمانے کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ میرے نزدیک قابل اعتماد یہی ہے کہ کل نمازوں میں جوان اور بوڑھی عورتوں کو جماعت میں آنے سے روکا جاوے جو زیب وزینت سے مساجد میں آتی ہیں۔ ہاں انکا مضائقہ نہیں جو پیر فانی یعنے بہت ضعیف ہوکر مرنیکے کنارے جا لگی ہوں"۔ (انتہی ترجمہ عبارت البحر)

اور فتح القدیر میں علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ شرح عبارت ہدایہ ویکرہ لھن حضور الجماعات یعنی الشواب میں بعد رد و قدح اور توفیق و تطبیق احادیث مختلفہ اور اقوال آئمہ آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ جو ہدایہ میں ہے کہ جوان عورتیں امام اور صاحبین سب کے نزدیک مسجد میں جماعت کے لئے آنے سے روکی جاویں مگر بوڑھی عورتیں دن میں روکی جاویں بخلاف رات کے اسواسطے کہ فاسق رات کو سوجاتے ہیں اور شرارت کا موقع نہیں پاتے۔

وعلی هذا ینبغی علی قول ابیحنیفة رحمہ اللہ تفریع منع العجائز لیلا ایضا بخلاف الصبح فان الغالب نومہم فی وقتہ بل عمم المتاخرون منع العجائز والشواب فی الصلوات کلہا لغلبة الفساق فی سائر الاوقات

اس قاعدہ پر بموجب قول امام اعظم رحمہ اللہ یہ فتویٰ دینا مناسب ہے کہ راتکو بھی بوڑھیونکو جماعت سے روکا جاوے صبح کا مضایقہ نہیں کہ اُسوقت فاسق اکثر سوتے رہتے ہیں۔ اور متاخرین فقہا تو دن رات کی تمام نمازوں میں جوان بوڑھی عورتوں کو شرکت جماعت سے مطلقاً روکنے کا فتوے دیتے ہیں۔ بسبب غلبہ فاسقوں کے تمام وقتوں میں ”۔

اور اسی عبارت ہدایہ کی شرح میں صاحب عنایہ علامہ امام اکمل الدین تحریر فرماتے ہیں۔

کانت النساء یباح لہن الخروج الی الصلوات ثم لما صار سببا للوقوع فی الفتنة منعن عن ذالک جاء فی التفسیر ان قولہ تعالیٰ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِیْنَ نزلت فی شان النساء حیث کان المنافقون یتاخرون للاطلاع علی عوراتہن ولقد نہی عمر النساء عن الخروج الی المساجد فشکون الی عائشة رضی اللہ عنہا فقالت لو علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما علم عمر رضی اللہ عنہ ما اذن لکن فی الخروج فاحتج بہ علمائنا ومنعوا الشواب

اول عورتوں کو نمازوں کے لئے پانچوں وقت مسجد میں آنا جائز تھا پھر جب خوف فتنے کا زیادہ ہوا یعنے زنا بکثرت ہونے لگا) جوان و بوڑھی سب عورتیں نکلنے سے روکدی گئیں۔ اسی صورت سے تفسیر آیہ کریمہ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِیْنَ میں (یعنے ہمنے جان لیا تمسے پہلے پیچھے آنیوالوں کو) لکھا ہے کہ یہ آیہ عورتوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ جب منافق عورتوں کے گھورنے تاکنے کو نماز میں تاخیر سے آنے لگے اور جب عمر رضی اللہ عنہ نے عورتونکو مسجدوں سے روکا۔ انہوں نے حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے آکر شکایت کی۔ آپنے فرمایا اگر حضور اس امر کو اپنے زمانے میں جانتے جو عمرؓ نے اپنے زمانے والوں سے جانا ہے تو کبھی تمکو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہ دیتے اس سے تمسک کرکے ہمارے علمانے منع فرمایا۔“

اب سنئے احادیث صحیحہ بخاری شریف جو مؤید ہیں ہماری اس جملہ تحقیق کی۔

بخاری شریف۔ عن عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ

قال كان الفضل رديف النبي صلى الله عليه وسلم فجاءت امرأة من خثعم فجعل الفضل ينظر اليها وتنظر اليه فجعل النبي صلى الله عليه وسلم يصرف وجه الفضل الى الشق الآخر۔ الخ

میرے بھائی فضل حضور کے ساتھ سوار تھے اتفاقاً ایک عورت قبیلہ خثعم کی آنکلی فضل رضی اسکیطرف دیکھنے لگے اور وہ فضل کیطرف۔ یہ دیکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکی طرف دیکھنے سے حضرت فضل کے منہ کو پھیرتے تھے۔

عن عائشة قالت كان عتبة بن ابى وقاص عهد الى اخيه سعد بن ابى وقاص ان ابن وليدة زمعة منى فاقبضه قال فلما كان عام الفتح اخذه سعد بن ابى وقاص وقال ابن اخى قد عهد الى فيه فقام عبد ابن زمعة فقال اخى وابن وليدة ابى ولد على فراشه فتساوقا الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال النبي صلى الله عليه وسلم (بعد سماع دعوٰیهما) هو لك يا عبد ابن زمعة ثم قال النبي صلى الله عليه وسلم الولد للفراش وللعاهر الحجر ثم قال لسودة بنت زمعة زوج النبي صلى الله عليه وسلم احتجبي منه لما راى من شبهه بعتبة فما راها حتى لقى الله عزوجل مع انه كان اخو سودة ام المؤمنين۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عتبہ بن وقاص نے اپنے بھائی سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے عہد لیا تھا کہ زمعہ والد ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی کے بیٹے میرے نطفہ سے ہیں (یعنے زمانہ جاہلیت میں مینے اُس سے زنا کیا تھا اور وہ حاملہ ہوگئی تھیں) اُنکو تم لے لینا جب مکہ معظمہ فتح ہوا اُس لڑکے کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بموجب وصیت اپنے بھائی عتبہ کے لے لیا اور کہا میرے بھائی نے اس امر کا مجھسے عہد لیا تھا کہ میرا بھتیجا ہے۔ حضرت عبداللہ بن زمعہ نے کہا میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی سے میرے باپ کی ملک میں پیدا ہوا ہے جب یہ مقدمہ حضور رسولکریم صلے اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد ابن زمعہ کو فرمایا یہ تمہارا بھائی ہے اور زنا کا دعویٰ کرنیوالیکو پتھر پھر حضرت ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا جو حضرت زمعہ کی بیٹی تھیں اور حضور کی بیوی کہ یہ لڑکا اگرچہ بموجب قاعدہ شریعت تمہارا بھائی ہے مگر صورت شباہت اسکی عتبہ بن وقاص مدعی زنا سے ملتی ہے اسوجہ سے اجنبی ہے لہذا اس سے پردہ کرو۔ ازاں بعد اُس لڑکے نے مرتے دم تک حضرت سودہ کو نہ دیکھا۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال لما تزوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد فتح خیبر وخرج الی المدینۃ قال فرأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحوی لھا ورائہ بالعباءۃ ثم یجلس عند بعیرہ فیضع رکبتہ فیضع صفیۃ رجلھا علی رکبتہ حتی ترکب۔ انتہی ملخصاً۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب بعد فتح خیبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو آزاد کرکے اُن سے نکاح کر لیا اور مدینہ طیبہ کو روانہ ہوئے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنی عبا اُنپر ڈالکر انکو چھپا لیتے پھر اونٹ کے پاس بیٹھکر اپنا گھٹنا کھڑا کر لیتے پھر حضرت صفیہ اپنا پائوں حضور کے گھٹنے پر رکھکر اونٹ پر سوار ہو جاتیں پھر حضور سوار ہو جاتے۔"

عن انس رضی اللہ عنہ قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقفلہ من عسفان ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی راحلتہ وقد اردف صفیۃ بنت حیی فعثرت ناقتہ فصرعا جمیعاً فاقتحم ابو طلحۃ فقال یارسول اللہ جعلنی اللہ فداك قال علیك بالمرأۃ فقلب ثوبا علی وجھہ واتاھا فالقاہ علیھا واصلح لھما مرکبھما فرکبا الخ

حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں مقام عسفان سے واپسی کے وقت ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوی حضرت صفیہ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے۔ ناگاہ اونٹنی کا پائوں پھسلا تو آپ اور ام المومنین صفیہ رضؓ اونٹنی سے نیچے آگئے۔ یہ دیکھتے ہی حضرت ابو طلحہ اپنی سواری سے کودے اور کہا۔ یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپنے فرمایا صفیہ رضؓ کو سنبھالو لہذا ابو طلحہ رضؓ اپنے مُنہ پر کپڑا ڈالکر حضرت صفیہ رضؓ کے پاس آئے پھر وہ کپڑا حضرت صفیہ رضؓ پر ڈالدیا پردہ کرنیکے لئے۔ اور پھر اونٹ کے کجھاوے وغیرہ کو درست کیا پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت صفیہ رضؓ سوار ہو گئے۔"

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال بینا نحن عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ قال بینا انا نائم رأیتنی فی الجنۃ فاذا امرأۃ تتوضأ الی جانب قصر فقلت لمن ھذا القصر قالوا لعمر فذکرت غیرتہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر تھے کہ آپنے فرمایا میں سو رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک عورت جنت میں ایک محل کے قریب وضو کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا یہ کسکا محل ہے کہا حضرت عمر رضؓ کا لہذا عمر کی غیرت یاد کرکے

فولیت مدبرا فبکی عمر فقال اعلیك اغار
یارسول الله صلی الله علیه وسلم۔

بخاری شریف کی جلد دوم میں ہے فی تفسیر قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ
یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ
قال قتادة عمن لا تحل لهم وقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ
یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ
قال الزهری فی النظر الی التی لم تحض
من النساء لا یصلح النظر الی شئ منهن
لمن یشتهی النظر الیه وان کانت صغیرة
وکره عطاء النظر الی الجواری یبعن
بمکة الا ان یرید ان یشتری۔

میں اُلٹا پھر آیا۔ یہ سنکر حضرت عمرؓ روئے اور عرض کیا
یارسول اللہ میں آپ پر بھی کیا غیرت کرتا۔

کتاب التفسیر بخاری شریف میں ہے تحت تفسیر
قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ الآیۃ کہ حضرت
قتادہؓ فرماتے ہیں معنے آیت کے یہ ہیں کہ نامحرموں سے
آنکھیں بند رکھو۔ محمد بن شہاب زہری تابعی فرماتے
ہیں یہ آیۃ غیر محصنہ عورتوں پر نظر ڈالنے کی نسبت ہے
کہ دل میں انکے دیکھنے کی خواہش اگر پیدا ہو۔ اگرچہ
وہ چھوٹی عمر کی ہوں۔ اُنکے سر سے پاؤں تک
کسی چیز کا بھی دیکھنا درست نہیں اور حضرت عطا تابعی
فرماتے ہیں کہ جو لونڈیاں مکہ معظمہ میں بکتی ہیں بغیر
ارادہ خریدنے انپر بھی نظر ڈالنا جائز نہیں۔"

حضرت قتادہ اور زہری رضی اللہ عنہم کے اقوال سے صاف ظاہر ہوگیا کہ بلا ضرورت اگر دیکھنے
کو جی چاہے۔ بازاری غیر محصنہ عورت اور لونڈیوں کا دیکھنا بھی قصداً جائز نہیں۔ اور یہ معلوم ہوگیا
کہ شہوت کے معنے منہ دیکھنے کی بحث میں جہاں بھی لفظ شہوت آیا ہے اُس سے مراد دل کی خواہش
ہے نہ کہ تندی۔ اسیواسطے ہمنے اکثر جگہ شہوت کے معنے دلی خواہش کے کئے ہیں۔

اور حدیث افک بخاری شریف میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ یہ واقعہ بعد
نزول آیت پردہ کے تھا۔ لہذا فرماتی ہیں جب میں لشکر کے پیچھے تنہا رہگئی اور پاخانہ جانے آنے
اور میرا ہار جو گر پڑا تھا اُسکے ڈھونڈھنے میں مجھکو دیر ہوگئی اور لشکر اس گمان میں کہ میں اپنے ہودہ
میں آبیٹھی ہونگی میرے اونٹ کی نکیل پکڑ کے حسب معمول روانہ ہوگیا۔ حضرت صفوان بن معطل
جو لشکر کے پیچھے گری پڑی چیز سنبھالنے کو رہتے تھے وہ قیامگاہ لشکر پر آئے اور اُنہوں نے چونکہ
مجکو بچپن میں دیکھا تھا لیٹا دیکھکر پہچان لیا۔ اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھنے لگے اُنکی آواز
سُنکر میں جاگ پڑی اور میں نے اپنے مُنہ کو اپنی چادر سے ڈھانک لیا۔ اگر منہ کا بخوف فتنہ ڈھانکنا

لازم نہ تھا تو کیوں ام المؤمنین نے منہ ڈھانکا اور اسی حدیث میں ہے ۔ چونکہ ابھی پاخانے گھروں کے اندر نہیں بنے تھے ہم رات کو بوجہ حکم پردہ کے پاخانہ جایا کرتے تھے اور ام مسطح میرے ساتھ ہوتی تھیں تاکہ کوئی ہمکو نہ دیکھے ۔ اب احادیث مسلم شریف ملاحظہ کیجئے ۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کنّ یخرجن باللیل اذا تبرزن الی المناصع وھو صعید افیح وکان عمر بن الخطاب یقول احجب نسائک فلم یکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یفعل فخرجت سودۃ زوج النبی صلے اللہ علیہ وسلم لیلۃ من اللیالی عشاء وکانت امرأۃ طویلۃ فناداھا عمر الاقد عرفناک یا سودۃ حرصا علی ان ینزل الحجاب قالت عائشۃ فانزل الحجاب ۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال کان فتی منا حدیث عہد بعرس قال فخرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الخندق فکان ذالک الفتی یستأذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بانصاف النہار فیرجع الی اھلہ فاستأذنہ یوما فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خذ علیک سلاحک فانی اخشی علیک قریظۃ فاخذ الرجل سلاحہ ثم رجع فاذا امرأتہ بین البابین قائمۃ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عورتیں رات کو جنگل کے میدان میں پاخانہ جایا کرتی تھیں اور حضرت عمرؓ حضورؐ کی خدمت میں عرض کرتے رہتے تھے کہ حضورؐ امہات المؤمنین کو پردہ میں رہنے کی تاکید فرماویں ۔ مگر بلا حکم خدا حضورؐ تاکید نہیں فرماتے تھے ایک رات حضورؐ کی بیوی حضرت سودہ جو لمبا قد رکھتی تھیں جب رات کو پاخانہ کو نکلیں تو حضرت عمرؓ نے انکو آواز دی کہ ہمنے تمکو پہچان لیا ہے ۔ اس امر کی امید پر کہ حکم پردے کا آجاوے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اسکے بعد پردہ کا حکم منجانب اللہ آگیا کہ رات کو بھی گھر سے نہ نکلیں ۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک جوان کی جو ہم میں سے تھا نئی شادی ہوئی جب ہم سب جنگ خندق میں خندق کھودنے کو مدینہ طیبہ سے باہر نکلے ۔ وہ جوان آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم سے اجازت لیکر دوپہر کے وقت اپنے گھر آجایا کرتا تھا ۔ ایک دن حضورؐ سے اجازت لیکر جب اپنے عیال میں گھر جانے لگا آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا اپنے ہتھیار ساتھ لیجاؤ مجکو قبیلہ قریظہ سے ڈر ہے کہ راستہ میں تمپر حملہ کر بیٹھیں وہ شخص اپنے ہتھیار برچھا وغیرہ لیکر گھر کیطرف روانہ ہوا ناگاہ دیکھتا کیا ہے کہ اُسکی نئی دولہن دونوں کواڑوں کے درمیان دروازے پر

یعنے وقرن فی بیوتکن ۔ [illegible] الخ

[illegible]

فاهوى اليها بالرمح ليطعنها به واصابته غيرة قالت له كف عليك رمحك و ادخل البيت حتى تنظر ما الذى اخرجنى فدخل فاذا بحية عظيمة منطوية على الفراش فاهوى اليها بالرمح فانتظمها به ثم خرج فركزه فى الدار فاضطربت عليه فما ادرى ايهما كان اسرع موتا الحية ام الفتى۔

اُنہوں نے گھر سے باہر دروازے پر اپنی بیوی کو کھڑی دیکھکر ارادہ کیا کہ اپنی بیوی کے برچھا ماردیں اور اُنہیں اسکی بے پردگی کی سخت غیرت آئی۔ دولہن نے انکا یہ ارادہ دیکھکر کہا کہ اپنا برچھا تو روکو اور ذرا گھر میں آکر دیکھو کہ میں کیوں باہر نکلی ہوں۔ جب وہ گھر میں داخل ہوئے دیکھا کہ بڑا سانپ فرش پر لپٹا ہوا پڑا ہے۔ یہ دیکھکر اُنہوں نے سانپ کو برچھی سے بیندلیا پھر باہر نکلکر اُسے مکان کی دیوار سے کھینچ مارا اور سانپ اُنکیطرف تڑپا پھر نہیں معلوم کہ سانپ پہلے مرا یا اُن جوان کا انتقال پہلے ہوا۔

اور تفسیر درمنثور میں ہے:۔

اخرج ابن ابى حاتم عن ام نائلة رضى الله عنها قالت جاء ابو برزة فلم يجد ام ولده فى البيت وقالوا ذهبت الى المسجد فلما جاءت صاح بها فقال ان الله نهى النساء ان يخرجن وامرهن ان يقرن فى بيوتهن ولا يتبعن جنازة ولا يأتين مسجدا ولا يشهدن جمعة۔

ابن ابی حاتم ام نائلہ رضی اللہ عنہا سے اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا ام نائلہ رضی اللہ عنہا نے کہ حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ اپنے گھر تشریف لائے تو اپنی ام ولد کو گھر میں نہ پایا اور گھر والوں نے کہا کہ مسجد کیطرف گئی ہیں۔ جب وہ آئیں تو انپر چیخے اور فرمایا کہ بے شک اللہ جلشانہ نے عورتوں کو گھر سے نکلنے سے منع فرمایا ہے اور اُنہیں حکم دیا ہے کہ اپنے گھروں میں قرار پکڑیں۔ نہ جنازے کے ساتھ جاویں نہ مسجد میں اور نہ نماز جمعہ کو"۔

واخرج الترمذى والبزار عن ابن مسعود رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال ان المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشيطان واقرب ما تكون فى رحمة ربها وهى فى قعر بيتها۔

اور ترمذی اور مسند بزار میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کا تو سارا ہی بدن واجب الستر ہے جب وہ نکلتی ہے اسکو شیطان اُچک اُچک کر دیکھتا ہے اور عورت اللہ کی رحمت سے زیادہ تر نزدیک اپنے گھر ہی میں رہتی ہے۔

واخرج ابن ابی شیبة عن ابن مسعود رضی الله عنه قال احبسوا النساء فی البیوت فان النساء عورة وان المرأة اذا خرجت من بیتها استشرفها الشیطان وقال لها انك لا تمرین باحد الا اعجب بك۔

اور مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا انہوں نے گھروں میں روک کر رکھو عورتوں کو اسواسطے کہ عورت ساری واجب الستر ہے جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اُسکو جھانکتا ہے اور اُس سے کہتا ہے تجکو جو دیکھتا ہے پسند کرتا ہے

واخرج البزار عن انس رضی الله عنه قال جئن النساء الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلن یا رسول الله صلی الله علیك ذهب الرجال بالفضل والجهاد فی سبیل الله فما لنا عمل ندرك فضل المجاهدین فی سبیل الله فقال من قعدت منكن فی بیتها فانها تدرك عمل المجاهدین فی سبیل الله۔

اور مسند بزار میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کچھ عورتوں نے خدمت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آکر عرض کیا کہ مرد تو بزرگی اور جہاد میں ہم سے آگے نکل گئے کوئی ہمارے لیے بھی ایسا عمل ہے کہ مجاہدین فی سبیل اللہ کا مرتبہ حاصل کرلیں تو فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو تم میں سے گھر میں بیٹھی رہے یعنے باہر نہ نکلے وہ مجاہدوں کا مرتبہ حاصل کرلیتی ہے۔

اور منتخب کنز العمال میں ہے صحیح ابن حبان اور مسند امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ سے

عن ام حمید امرأة ابی حمید الساعدی رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم قد علمت انك تحبین الصلوة معی وصلوتك فی بیتك خیر من صلوتك فی حجرتك وصلوتك فی حجرتك خیر من صلوتك فی دارك وصلوتك فی دارك خیر من صلوتك فی مسجد قومك وصلوتك فی مسجد قومك خیر من صلوتك فی مسجدی۔

حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے ام حمید میں جانتا ہوں کہ تمکو میرے ساتھ میری مسجد میں نماز پڑھنے کی اُلفت ہے اور حال یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک تمہاری نماز تمہاری خوابگاہ میں بہتر ہے تمہاری نماز سے تمہاری کوٹھی میں یا دالان میں۔ اور کوٹھی میں بہتر ہے تمہاری نماز سے تمہارے احاطہ میں اور احاطہ میں بہتر نماز ہے تمہاری قوم کی مسجد میں اور تمہاری قوم کی مسجد میں بہتر ہے تمہاری نماز سے میری مسجد میں۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ اور حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود
اور حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہم سے اسی مضمون کی حدیثیں کنز العمال میں منقول ہیں جو بخوفِ طوالت
ملالت طبعِ ناظرین بالتفصیل یہاں درج نہیں کی گئیں۔ اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر خوف
فساق اور ڈر فتنہ و فساد اور زنا کا نہ ہو تو عورتوں کو برقع اور چادر میں منہ چھپا کر مسجد میں نماز کو اسطرح
آنا جائز ہے کہ خوشبو لگا کر اچھے کپڑے پہنکر روشنی میں نہ آوے ورنہ گھر سے باہر نکلنا میلے ٹھیلے اور مزارات
اولیاء اللہ پر مردوں میں مِل جُلکر جانا تو حرام ہی ہے مسجد میں نماز کو بھی آنا جائز نہیں اور نماز پڑھنے کے وقت
منہ کھلے رہنے سے نماز میں کوئی حرج نہیں۔ اور اپنے گھر میں اگرچہ دیور جیٹھ نامحرموں کی آمد و رفت
ہو اگر خوف فتنہ و فساد نہ ہو مُنہ ہاتھ کھلے رکھکر کاروبار کرنا دینا لینا جائز ہے۔ مگر دیور جیٹھ کو مُنہ ہاتھ
دیکھنا جائز نہیں۔ اور عورت کو انکی نگاہ سے اپنے آپکو بچانا اتنا ضروری ہے کہ فرمایا آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنکو موت کی برابر سمجھ لینا۔ اور جیسے موت سے ڈرتے ہیں اُن سے ڈرنا۔
اور پھر بھی اگر انکی نگاہ اچانک پڑجاوے تو معاف ہے خواہ مُنہ ہاتھ پر پڑے یا لباس ظاہری پر خواہ زیب
زینت ظاہری یعنے سرمہ انگوٹھی چھلے ہاتھ کی مہندی پر۔ قصداً بلا ضرورت جائز نہیں۔ اور مُنہ ہاتھ دیکھنا
اور کنار بوقتِ ضرورت شرمگاہ تک کا دیکھنا جائز ہے۔ جیسے بھوک سے مرجانیکے خوف کیوقت
خنزیر اور مردار بھی بقدر جان بچانیکے کھانا درست ہے۔ فقط۔ ھذا ما عندی۔ واللہ اعلم بالصواب

عورتوں کے بال کٹوانیکا مسئلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَنَبِیِّہٖ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ
اٰمِرِہٖ وَنَھْیِہٖ اَمَّا بَعْدُ۔ واضح ہو کہ جب بعض گمراہوں سے یہ ندائے ضلالت بلند ہوئی کہ عورتوں کو مثل
مردوں کی کانوں کی لَو تک بال رکھنا سنت ازواجِ مطہرات (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے) اور جواز
میں تو کلام ہی نہیں اسواسطے کہ مسلم شریف میں یہ حدیث موجود ہے۔ عن ابی سلمۃ ابن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ
قال دخلت علی عائشۃ رضی اللہ عنہا انا واخوھا من الرضاعۃ فسألھا عن غسل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

من الجنابة فدعت باناءٍ قدر الصاع فاغتسلت وبيننا وبينها ستر فافرغت على رأسها ثلاثاً قال وكان ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یأخذن من رؤسھن حتّٰی تکون کالوفرۃ

لہٰذا ضرور ہوا کہ قطع نظر اس امر کے کہ اس حدیث کا پہلا ہی راوی عبید اللہ بن معاذ متکلم فیہ ہے چنانچہ تہذیب التہذیب میں ہے قال ابراہیم بن جنید عبید اللہ بن معاذ

صم غور کیا جائے۔ اگرچہ یہ حدیث بمقابلہ دوسری احادیث صحاح کے جن میں عورتوں کو مردوں کی مشابہت سے ممانعت ہے شاذ ہے۔ اور وہ شاذ جسکے مقابل میں اس سے زیادہ حافظ اور ضابط راوی اسکے مخالف بیان کرتے ہوں اور یہ انکی مخالفت میں تنہا ہو تو مردود ہوتی ہے۔ اور اس حدیث کے راوی کا بیان جو ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن ہیں اگر اس حدیث کے یہی معنے لئے جائیں جو بعض گمراہوں نے اخباروں میں لکھے ہیں کہ کالوں کی لَوتک مثل مردوں کی ازواج مطہرات اپنے بالونکو کھتی تھیں ظاہر ہے کہ مخالف اُن راویوں کے ہے جو اِن سے زیادہ ضابط اور عادل اور ثقہ ہیں جو یہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "اللہ کی لعنت ہو اُن عورتوں پر جو مردوں کے ساتھ متشبہ ہیں

ہیبہ اکریں"۔ اور عبید اللہ مذکور اس بیان میں منفرد بھی ہے سوا اسکے کہ بخاری شریف ومسند امام احمد رحمہ اللہ میں بعینہ یہی حدیث کئی معتبر سندوں سے حضرت ابوسلمہ سے بغیر اس زیادتی

صم اخذ کا جو یأخذن کا مادہ ہے اور دوئم لفظ وفرہ۔ چنانچہ صراح اور منتہی الارب میں ہے۔ یقال اخذت الشیٔ گرفتم آنچیز را ویقال فلان اخذٌ بندی گیرندہ نعت ویقال اخذ الشارب بریدہ موئے بروت را۔ اسکے علاوہ اخذ کے اور بھی معنے ہیں۔ مگر حدیث مذکور میں انہی تین معنوں میں سے ایک معنے بن سکتے ہیں بلکہ دو ہی معنے۔ ایک بالونکا کاٹنا اور دوسرا بالونکو کسی چیز سے باندھ لینا اور کسی تاگے سے قید کرلینا۔ اور دوسرا لفظ وفرہ بھی مشترک ہے۔ چنانچہ علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔ وفرہ لمّہ سے بہت زیادہ اور بھرے ہوئے سر کے بالوں کو کہتے ہیں۔ اور بقول اصمعی لمّہ اُن بالوں کو کہتے ہیں جو دونوں کندھوں سے لگتے ہوئے ہوں اس صورت میں وفرہ وہ بال ہوئے جو کندھے سے نیچے تک ہوں۔ اور علاوہ اصمعی کے دوسروں نے کہا ہے کہ وفرہ اُن بالوں کو کہتے ہیں جو لمّہ سے کم ہوں یعنے کندھوں سے اونچے رہیں۔ اور منتہی الارب میں ہے۔ "وَفرہ بالفتح موئے مجتمع بر سر یا موئے تا نرمۂ گوش"۔ لہٰذا اگر معنے حدیث کے یہ کئے جائیں کہ ازواج مطہرات اپنے سر کے بالوں کو اتنا کاٹتی تھیں کہ مثل وفرہ کی کانوں کی لَوتک رہجاتے۔ اور دوسری حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر کانوں کی لَوتک بال رکھتے تھے۔

اور زیادہ سے زیادہ کندھوں تک۔ لہٰذا مردوں کو کانوں کی لَو تک سر کے بالوں کا رکھنا سنت ہوا اور زیادہ سے زیادہ کندھوں تک۔ اور اس سے زیادہ لمبے بال رکھنے سے مردوں کو حضور نے کراہت فرمائی اور منع نہ فرمایا۔ اسواسطے کہ عورتوں کے بال اگرچہ کندھے سے بہت زیادہ نیچے ہوتے ہیں لیکن ظاہر مگر مینڈھی اور چوٹی کے ساتھ مزین اور گندھے ہوئے ہوتے ہیں نہ کہ کھلے ہوئے۔ مگر تاہم چونکہ کندھوں سے زیادہ عورتوں کے بال ہوتے ہیں آپ نے مردوں کے واسطے کھلے ہوئے رکھنا بھی ناپسند فرمایا۔ اور منع اسواسطے نہیں فرمایا کہ کھلے ہوئے لمبے بال رکھنے میں پوری مشابہت عورتوں کے ساتھ نہ تھی۔ چنانچہ مشکوۃ شریف میں ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم نعم الرجل خریم الاسدی لولا طول جمتہ واسبال ازارہ فبلغ ذالک خریما فاخذ شفرۃ فقطع بھا جمتہ الی اذنیہ ورفع ازارہ الی انصاف ساقیہ۔ رواہ ابو داؤد۔

ابوداؤد میں ہے فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خریم اسدی اچھے آدمی ہیں اگر انکے بال لمبے نہ ہوتے۔ اور تہبند چھٹکا ہوا (یعنے ٹخنے سے نیچا) یہ خبر جب حضرت خریم کو پہنچی۔ تو حضرت خریم نے اپنے بالوں کو چھری سے کاٹ کر کانوں تک کر لیا اور تہبند آدھی پنڈلی تک اونچا۔"

جب یہانتک مردوں کو عورتوں کی مشابہت سے اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت سے منع فرمایا تو ازواج مطہرات کے ساتھ عالم تو کہاں کوئی جاہل مسلمان بھی ایسا خیال نہیں کر سکتا کہ وہ مردوں کیطرح کانوں کی لَو تک بال رکھا کرتی تھیں۔ اور مردوں کے ساتھ مشابہت پیدا کر کے (نعوذ باللہ منہا) مستحق لعنت بنتی تھیں۔ اسواسطے کہ حدیث صحیح میں آیا ہے جو بہت سے طریقوں سے کتب صحاح خصوصًا بخاری شریف میں منقول ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال رواہ البخاری عن ابن عباس۔

بخاری شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت ہو اللہ کی اُن مردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت پیدا کریں۔ مثلاً ڈاڑھی مونچھ منڈا کر عورتوں کی شکل بناویں۔ اور اللہ کی لعنت ہو اُن عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت حاصل کریں۔

مثلاً مردوں کیطرح بال کٹوا کر کانوں کی لو تک بال رکھیں اور مردوں کی شکل بنا کر یہاں تک کہ ٹوپی پہنکر مستحق لعنت خداوند کریم بنیں گے)

لامحالہ اگر اخذ کے معنے کاٹنے ہی کے لئے جائیں تو لفظ وفرہ کے معنے وہی لیئے جائیں گے جو امام نووی رحمہ اللہ نے اول بیان کئے ہیں کہ وفرہ لمہ سے یعنے کندھے تک کے بالوں سے بہت زیادہ نیچے ہوتے ہیں تاکہ مردوں کے بالوں سے مشابہت نہ ہو۔ اور نسبت ارتکاب ایسے فعل کی جو موجب لعنت خدا و رسول ہو ازواج مطہرات کیطرف لازم نہ آوے۔ مگر اس صورت میں انگل دو انگل بال کاٹنے کی نسبت ازواج مطہرات کیطرف کرنا بے سود معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ احرام سے حلال ہونے کے وقت بھی عورتوں کو بالوں کا کٹوانا اگرچہ واجب ہے، اور منڈوانے کی قطعاً ممانعت۔ مگر وہ بھی انگل و دو انگل سے زیادہ کٹوانا منع ہے۔ چنانچہ بحر الرائق میں ہے۔ والمراد بالتقصیر ان یأخذ الرجل او المرأة من شعر ربع الرأس۔ اور ہدایہ میں ہے۔ والتقصیر ان یأخذ من رؤس شعرہ مقدار الانملة ۔ اور عنایہ میں ہے۔ قولہ مقدار الانملة قیل ھذا التقدیر مروی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ولم یعلم فیہ خلاف۔ یعنے شرعاً تقصیر اسکو کہتے ہیں کہ بالوں کے سرے سے ایک دو انگل بال کاٹ دئے جاویں صاحب عنایہ فرماتے ہیں۔ تقصیر کے یہ معنے کہ ایک دو انگل بال کاٹے جاویں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ اور اس میں آجتک کسیکا اختلاف معلوم نہیں ہوا۔ مگر حج میں تو قصر رکن حج قرار دیا گیا۔ علاوہ حج کے ازواج مطہرات کو اتنا قصر کرانے سے کیا فائدہ تھا کہ عبث فعل کا ارتکاب کرتیں اسلیئے کہ ازواج مطہرات عبث فعل سے مبرا اور پاک ہیں۔ حدیث صحیح میں ہے من حسن اسلام المرأ ترك مالا یعنیه۔ یعنے ہر شخص کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بیفائدہ باتیں چھوڑ دے۔ اور ایماندار مسلمانوں کے نزدیک تو بلاشبہ ازواج مطہرات کے اسلام سے بہتر اسلام کسیکا نہیں ہو سکتا۔ لامحالہ اس حدیث کی تاویل یہی ہو سکتی ہے کہ اخذ کے معنے بند گرفتن کے لئے جائیں اور وفرہ کے معنے موئے مجتمع کے۔ اور حدیث کے یہ معنے کیئے جاویں کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کی جدائی کے غم میں جو دلیل کمال ایمان کی ہے ازواج مطہرات نے کنگھی چوٹی مینڈھی گوندھنے کے ساتھ زیب و زینت چھوڑ دی تھی

اور بالوں کو یونہی باندھ لیا کرتی تھیں جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ سر پر بال مجتمع ہو رہے ہیں جنکے غسل میں نہ کھولنے کی ضرورت اور نہ انگلیوں سے جڑوں تک پانی پہنچانے کی حاجت۔ اسی شبہ کے رفع کرنیکو حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے یہ مضمون حاجت سے زیادہ بیان کیا۔ کہ کوئی یہ نہ پوچھ بیٹھے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بغیر مینڈھی چوٹی کھولنے کے یونہی غسل کر کے کیسے دکھا دیا جبتک بالوں کی جڑوں میں پانی نہ پہونچے اس وقت تک غسل جنابت سے پاکی کب حاصل ہو سکتی ہے لہٰذا اس شک کو رفع کر دیا۔ اور فرما دیا کہ ازواج مطہرات نے مینڈھی چوٹی کا باندھنا اور زینت حاصل کرنا بعد رحلت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چھوڑ دیا تھا اسواسطے کہ آپکے سامنے ازواج مطہرات کا مینڈھی چوٹی گوندھنا ... رحمۃ اللہ علیہ سے اسی تحقیق کے قریب قریب حدیث مذکور کے تحریر فرماتے ہیں۔ نووی میں ہے کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بات مشہور طشت از بام افتادہ ہے۔ جسکا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ عرب کی عورتیں مینڈھی اور چوٹی کے ساتھ زیب و زینت حاصل کیا کرتی تھیں۔ یونہی بالوں کو اکٹھا کر کے باندھ لینے کا طریقہ نہ تھا۔ مگر ازواج مطہرات نے بعد رحلت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور کے غم میں یہ طریق اختیار کیا تھا تاکہ زینت بھی نہ ہو اور مینڈھی چوٹی باندھنے کی محنت بھی کم ہو جائے۔ اسواسطے کہ بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وہ زیب زینت سے مستغنی ہو چکی تھیں۔ اور یہ جو قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعد وفات ایسا کیا تھا یہ قول دوسرے محدثوں کا بھی ہے۔ اسواسطے کہ ازواج مطہرات کے ساتھ یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ترک زینت کر دیں۔ یہ تحقیق تو ان آزاد خیالوں کے متعلق کی گئی ہے۔ جو اپنے آپکو حنفی مشہور کر کے مسلمانوں کو غیر مقلدوں سے زیادہ بگاڑنے اور آزاد خیال بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ورنہ مقلدین کو خصوصاً ہم حنفیوں کو احکامات فقہ کافی ہیں۔ در مختار میں ہے۔

وفیہ قطعت شعر رأسہا اثمت ولعنت زاد فی البزازیۃ وان باذن الزوج لانہ لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیتہ

اور اسی (مجتبیٰ) میں ہے کاٹے عورت نے بال سر اپنے کے تو وہ گنہگار بھی ہوئی اور ملعون بھی بزازیہ میں اتنا زیادہ ہے کہ اگر خاوند کی اجازت سے بھی کاٹے تو ملعون ہوگی اسواسطے کہ اللہ کی نافرمانی میں

حضور نے ارشاد فرمایا اے عائشہ کیا تمکو نہیں معلوم کہ ہر بال پر جنابت کا اثر ہوتا ہے۔ یعنی بوقت غسل مینڈیاں چوٹی کھولکر غسل کرنا چاہئے ورنہ بموجب دوسری حدیث

والمعنى المؤثر التشبه بالرجال ۔ قال
الشامی رحمہ اللہ قولہ والمعنى المؤثر
ای العلة المؤثرة فی اثمها التشبه
بالرجال فانه لا یجوز کالتشبه با
لنساء حتی قال فی المجتبی رامزا یکرہ
غزل الرجل علی هیئة غزل النساء

کسیکی تابعداری جائز نہیں ۔ اور اسی واسطے حرام ہے
مردوں پر ڈاڑھی کا کٹوانا ۔ اور علت گنہگار اور
ملعون ہونے عورت کی مردوں کے ساتھ مشابہت
پیدا کرنا ہے ۔ علامہ شامی اسکی شرح میں تحریر
فرماتے ہیں کہ جیسے عورتوں کو مردوں کی مشابہت
حرام ہے ایسے ہی مردونکو عورتوں کی مشابہت
حرام ہے ۔ یہانتک کہ صاحب مجتبیٰ نو فرماتے ہیں کہ عورتوں کی طرح مردوں کو کاتنا بھی مکروہ
تحریمہ ہے ۔ اور کتاب النکاح اشباہ والنظائر صفحہ ۲۱۹ میں ہے :-

لا یجوز للمرأة قطع شعرها ولو باذن
الزوج ولا یحل وصل شعر غیرها
بشعرها قال الحموی رحمہ اللہ فی شرحہ
قوله لا یجوز للمرأة قطع شعرها قال فی
البزازیة وعلیها الاستغفار ۔ وقوله
ولا یحل وصل شعر غیرها بشعرها
ای یکرہ تحریما ۔ قال فی البزازیه
ولو بالوبر لا یکرہ ۔

"جائز نہیں ہے عورت کو اپنے سر کے بالوں کا
کٹوانا ۔ اگر خاوند کی اجازت سے کٹوائے ۔
ایسے ہی حلال نہیں ہے عورت کو دوسری
عورت یا مرد کے بالوں کو اپنے بالوں سے
ملانا حموی فرماتے ہیں اگر سر کے بال (کسی گمراہ
کے بہکانے سے کٹوا بھی لئے) تو فتاویٰ بزازیہ
میں اتنا زیادہ ہے کہ اُسپر لازم ہے توبہ اور
استغفار کرے ۔ اور اسی بزازیہ میں ہے
کہ اگر جانوروں کے بالوں کی چوٹی بنا کر بالوں سے ملالے تو جائز ہے" ۔ اور فتاویٰ عالمگیریہ اور
اسی اشباہ والنظائر کی کتاب النکاح میں دوسری جگہ ہے ۔

وتمنع عن حلق راسها قال الحموی فی شرحہ للاشباہ
ان المراد بحلق شعر راسها ازالتہ سواء کان بحلق
او قص او نتف او نورة فلیحرر والمراد بعدم الجواز کراہة
التحریم کما فی مفتاح السعادة ۔
اسکی تصریح کتاب مفتاح السعادۃ میں ہے :-

عورت کو سر منڈانا بھی منع ہے علامہ حموی اسکی شرح میں
فرماتے ہیں مراد منڈوانے سے یہ ہے ۔ بالونکا سر سے
دور کرنا خواہ منڈا کر خواہ کٹوا کر خواہ اکھڑوا کر خواہ نورہ سے
سب برابر ہے اور مراد عدم جواز سے کراہت تحریمہ ہے

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب لاجواب

ہدایۃ الطریق فی بیان التقلید و التحقیق

سعہ اضافہ

دلائل السنیہ فی بیان شعور النساء و الحجاب الشرعیہ

باانصاف غیر مقلدوں کو مقلد بنا دینے والی۔ بے پردہ وبیحیا عورتونکو باحیا و پردہ دار بنانیوالی اور عورتوں کے بالوں کی حد بتانیوالی کتاب پہلی مرتبہ چھپکر دست بدست فروخت ہوگئی۔ مگر اکثر تشنگان حق کے ہاتھوں نہ پہونچ سکنے کے سبب انکی پیاس نہ بجھی لہذا حق طلب شائقین کے بکثرت اصرار پر دوبارہ چھاپنے کی ضرورت پڑی۔ چنانچہ بفضلہ تعالے اب دوبارہ نہایت خوشخط اور صحت کے ساتھ طبع ہوئی ہے۔ حق جو احباب سنی حنفیوں اور نیز حق طلب غیر مقلدین اور باعصمت شریف طالبات حق بیگمات کو چاہیئے کہ اسکو جلد منگاکر ملاحظہ کریں۔ مزید فائدہ کے لئے مختصر فہرست مضامین ہدیۂ ناظرین ہے۔

اور اسکے بعد معاً تفسیر میزان الادیان تفسیر القرآن بالاحادیث والفرقان عنقریب طبع ہوکر ہدیۂ ناظرین ہونیوالی ہے۔

طبع ثانی ۲۰۰۰ جلد قیمت فی جلد صرف ۱۲؍

مضمون	صفحہ

میزان الادیان بتفسیر القرآن

عہد ابتلاء کے علماء اسلام کا جو انہی پر زمانہ میں معترضین اسلام کو ساکت جواب دیتے رہے ہیں یہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جسمیں زمانہ حاضرہ کے معترضین کے

تالیف عمدۃ العلماء زبدۃ الفضلاء فاضل جلیل عالم نبیل **حضرت مولنا الحاج ابو محمد محمد دیدار علیشاہ صاحب** سلمہ اللہ۔ عرصہ دراز سے آپکا خیال تھا کہ قرآن کریم کی اردو زبان میں ایسی تفسیر لکھی جائے جسمیں غیر مسلموں اور نام نہاد مسلم فرقہ ہائے ضالہ کے اُن اعتراضات کے جوابات آجائیں جو زمانہ حاضرہ میں مُنہ پھٹ اور شوخ دیدہ افراد اسلام کے برخلاف کرتے اور الحاد و زندقہ پھیلاتے ہیں مولنا ممدوح نے قدمائے مفسرین کی بیشمار تفاسیر اور لاتعد کتب احادیث مطالعہ کرنیکے بعد الحمد للہ کہ اب یہ تفسیر بے نظیر تیار کی ہے جسپر ع "نقاش نقش ثانی بہتر کشد ز اول" کی مثال صادق آتی ہے اس تفسیر کی موجودگی میں دین اسلام پر مُنہ پھٹ معترضین کے مُنہ بند کرنیکے لئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس میں یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ حنفی مسلمانوں کا کوئی مسئلہ خلاف قرآن و حدیث نہیں بلکہ انکے ہر مسئلہ کی سند مسلسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔ کسی تعلیم یافتہ مسلمان کا ہاتھ یا گھر۔ کوئی لائبریری اور کسی عالم کی الماری اس سے خالی نہ رہنی چاہئے۔ **مقدمہ** اور **تفسیر سورۂ فاتحہ** تیار ہو کر زیر طبع ہے۔ فرمائشات فوراً آنی چاہئیں۔ ایسا نہ ہو کہ فرمائش روانہ کرنے میں آپ تساہل کریں اور بعد میں کف افسوس ملنا پڑے۔

فہرست مقدمہ میزان الادیان بتفسیر القرآن

مقدمہ میں بتایا گیا ہے کہ جملہ مذاہب میں باہمی اعتراضوں کی بنا یا اختلاف رواج ہوتا ہے یا اختلاف عقل مگر رواج تو کسی کے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔ اور چونکہ عقل عقلاء زمانہ باہم بے حد مختلف ہوتے ہیں لہذا کسی چیز یا کسی امر کو برا بھلا باعتبار رواج یا اختلاف عقل کے کہنا قابل اعتبار نہیں لامحالہ بُری وہی چیز ہے جسکو خدا بُری فرمادے اور بھلی وہ جسے خدا بھلی فرمائے لہذا ضرور ہے کہ خدا کی طرف سے جو شخص برائی بھلائی میں فرق بتانیوالا بھیجا جائے وہ انسانی طاقتوں سے اپنی زائد طاقت رکھنے والا ہو کہ اپنے معجزوں کی ساتھ اپنی حقانیت کا بین ثبوت پیش کردے۔ اور جس کلام کو وہ کلام اللہ بتاوے اور اسکے ساتھ لوگوں کو ہدایت فرماوے اگر وہ قیامت تک کیلئے ہدایت نامہ ہو تو وہ کلام بھی خود ایسا معجز ہو کہ اسکا مقابلہ کوئی ادنی اعلی نہ کر سکتا ہو۔ اور نہ کرسکے۔ اس مقدمہ میں اول باب میں آٹھ اعتراضات قائم کرکے انکے جوابات دیئے گئے ہیں اعتراض اول جتنی کتابیں کلام اللہ کہی جاتی ہیں انکے الفاظ اور عبارتیں سراسر حادث پھر کیا حادث کلام اللہ ہو سکتا ہے؟ اعتراض دوم۔ اگر یوں کہا جائے کہ یہ الفاظ اور عبارتیں اللہ کے کلام نفسی ازلی قدیم پر دال ہیں تو یہ دعوی ہر شخص ایک کتاب بناکر کر سکتا ہے پھر اسکے کیا معنے کہ یہ دعوی ان کتابوں کی نسبت جو کتب اللہ مشہور ہیں صحیح مانا جائے اور کوئی دوسرا ایسی کتاب کی نسبت یہ دعوی کر

تو وہ ناقابل تسلیم ہو۔ **اعتراض سوئم**۔ پھر جب اللہ کا کلام قدیم ہے۔ اور تقدم تأخر الفاظ سے پاک تو اس
کلام کو پیغمبر یا فرشتہ کسطرح سمجھکر اپنی زبان میں بیان کر سکتے ہیں۔ **اعتراض چہارم**۔ پھر جب اللہ کے بندے
باعتبار پیدائش سب اسکی مخلوق ہیں ضرور ہے کہ وہ کلام جو مخلوق کی ہدایت کیواسطے آوے ایسی زبان میں ہو کہ جسکے سمجھنے
میں ساری مخلوق برابر ہو ورنہ سوائے ان لوگوں کے جنکی زبان میں وہ کلام الٰہی آوے تمام مخلوقات پر خدا کیطرف نسبت ظلم لازم
آتی ہے۔ **اعتراض پنجم**۔ کیا خدا تمام بندوں پر خود ظاہر ہو کر یا کسی آوازہ غیب سے تمام مخلوقات پر اپنے ہدایت نامہ کو ظاہر نہیں
فرما سکتا! **اعتراض ششم**۔ جب خداوند کریم ہر امر کے برے بھلے پر جو کچھ ہوا یا ہوگا یا ہو رہا ہے پورا واقف ہے ضرور ہے کہ
اسکا ہدایت نامہ ازل سے ابد تک یکساں رہے اور اگر خدا کے کلام میں بھی تنسیخ اور ترمیم پائی جاوے تو لازم آتا ہے کہ خدا
پہلے سے اس قانون کے نقصان پر واقف نہ تھا جب نقصان پر واقف ہوا تب تنسیخ و ترمیم کرنا پڑی ہے۔ **ساتواں اعتراض**
یہ سب امور تسلیم کرنیکے بعد اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب کتابیں جو خدا کیطرف منسوب ہیں فی الواقع وہی ہیں یا
بوجہ عرصہ دراز گذر جانیکے ان میں کچھ تغیر و تبدل واقع ہو گیا ہے یا سرے سے وہ رہی نہوں۔ **اعتراض آٹھواں**۔
علاوہ بریں جتنے فرقے یہ مانتے ہیں کہ ہماری جانب خدا کی بھیجی ہوئی کتاب ہے انکا عمل خصوصاً اہل اسلام کا فقط خدا کی کتاب پر
نہیں پایا جاتا۔ جہانتک دیکھا جاتا ہے ہنود کا عمل منو سمرتی پر اور نصارٰی کے بنائے ہوئے قانون اور مسلمانوں کا
فقہ کی کتابوں پر پایا جاتا ہے جنکے مسائل کا پتہ قرآن سے نہیں چلتا بلکہ جنکی تقلید کر کے فقہ پر عمل کرتے ہیں
یہ نہیں ثابت کر سکتے کہ یہ مسائل قرآن و حدیث سے نہیں کے نکالے ہوئے ہیں اور اسی اعتراض کے جواب میں چکڑالویوں کا رد اور
باب دوم۔ میں بانی اسلام حبیب خدا احمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت نبوت پر توریت انجیل و زبور سے سات آٹھ بشارتیں
نقل کر کے احادیث صحیحہ اور تواریخ معتبرہ سے وہ ذات مقدس صلی اللہ علیہ وسلم منجانب اللہ ثابت کیگئی ہیں۔ ایسے طریق پر کہ
اگر یہود و نصارٰی سچے دل سے اپنی کتب مقدسہ پر عامل ہوں تو فوراً مسلماں ہو جائیں۔ اور مسلمان ان اخلاق کی
پابندی سے اولیائے کاملین میں شمار ہونے لگیں اور سارا عالم نور اسلام سے منور ہو جائے۔ اسکے بعد وہ عجائبات
غرائبات واقعات احادیث صحیحہ و تواریخ معتبرہ سے بیان کئے ہیں جو آپکی صداقت نبوت کے متعلق جنوں اور رہبنوں سے ظہور میں آئے بعدہ
زمانہ حال کے عقلمند باانصاف ہنود و نصارٰی کے وہ اقوال نقل کئے ہیں جو تمام دنیا کی کتابوں میں قرآن مجید اور تمام رسولوں میں حضرت
محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بے مثل ہونے پر دال ہیں۔ بعدہٗ سورۃ فاتحہ کا شان نزول میں صحاح کی احادیث نقل کی ہیں
اور جنکے ضمن میں طہارت پانی۔ وضو۔ نماز و اوقات نماز ایسے طریق پر بیان کئے ہیں جس سے ثابت ہو جائے کہ حنفیوں کا کوئی مسئلہ
قرآن و حدیث کے خلاف نہیں اور جو لوگ خلاف بتاتے ہیں یہ محض انکی جہالت و کج فہمی ہے۔ **اسکے بعد تفسیر سورۃ فاتحہ**
میں بہت سے مسائل کا استنباط کرنیکے علاوہ عجیب و غریب نکات و لطائف تصوف بیان کئے گئے۔
یہ تفسیر مسلمانوں کے لئے بفضل خدا برکات اسلام کا مجموعہ ہے۔ مگر مخالفین کے لئے سیف مسلول۔
آج ہی فرمائش بھیجدیں تا کہ درج رجسٹر ہو جائے۔ اور تفسیر مطبع سے آجانے پر بالترتیب آپکو روانہ کر دیجائے۔
پتہ:۔ **دفتر میزان الادیان** مسجد مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند اندرون دہلی دروازہ لاہور

تفسیر میزان الادیان

جسکا مختصر نمونہ مختصر المیزان طبع ہو کر عرصہ ہوا کہ شائع ہو چکا ہے۔ اس نمونہ کو دیکھکر درخواست تفسیر میزان الادیان کثرت سے آرہی تھیں۔ اب بفضلہ تعالیٰ اسکا مقدمہ اور تفسیر سورۂ فاتحہ زیر طبع ہے۔ یہ وہ تفسیر ہے کہ قرآن مجید پر جتنے بھی مخالفین نے ابتک اعتراض کئے ہیں بلکہ بعض وہ اعتراض جنکو زمانہ حال کے مخالفین نے خواب میں بھی نہیں دیکھا انکو مفصل بیان کر کے انکے جوابات اس خوبی کے ساتھ مدلل بیان کئے ہیں کہ جسکے بعد مخالفین کے جواب دینے میں کسی کتاب کے دیکھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ علیٰ ہذا بیان شان نزول سورۂ فاتحہ میں پاکی ناپاکی۔ بدن۔ جا نماز و جملہ احکام نماز کے متعلق جتنی حدیثیں مؤید مذہب حنفیہ ہیں صحاح ستہ وغیرہ سے جمع کردی ہیں کہ جنکو دیکھکر کوئی مخالف یہ نہیں کہہ سکتا کہ مذہب حنفیہ کا ایک مسئلہ بھی مخالف قرآن و حدیث ہے۔ اور ہر موقعہ پر نکات تصوف بیان کئے گئے ہیں۔ انشاء اللہ دو ماہ تک بیس جز کے انداز میں تیار ہو جاویگی اور بغرض نفع عام قیمت بہت مناسب رکھی جاویگی اور اول درخواست بھیجنے والوں کو محصول ڈاک معاف کیا جاویگا۔ درخواستیں بہت جلد آنا چاہئیں۔ دوسری کتاب مفسر مذکور کی تصنیف سے مناظرہ مقلد و محمدی ہے جسمیں غیر مقلدین کے ادنیٰ سے اعلیٰ تک تمام اعتراض مدلل بیان کر کے انکے جوابات مسکتہ مدلل بالتفصیل بیان کئے ہیں اور عورتوں اور مردوں کے بالوں کی حد اور پردہ شرعی کی تحقیق اس طرح کی ہے کہ جسکے بعد کسی دوسری کتاب کی حاجت نہیں رہتی۔ اور تحقیق المسائل بھی طبع شدہ تیار ہے جسمیں بذریعہ خط و کتابت مع مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی سے اقرار قیام میلاد شریف لیا گیا ہے اور کنوئیں کے تمام مسائل ضروری درج ہیں اور تقلید شخصی اور رسوم چہلم برسی اسقاط احتیاط الظہر کے مسائل کو بالتفصیل بیان کیا ہے اور وہابی اور سنی کی پہچان قرآن و حدیث و اقوال مولانا روم علیہ الرحمۃ سے بیان کی گئی ہے۔ اور نیز دیوان فارسی و اردو مسمی بہ دیوان میلاد علی نبی زیر طبع ہیں دیوان مذکور کا اول شعر یہ ہے۔ میدان حمد خدا میں جب شبدیز قلم کار واز ہوا پہلے ہی قدم میں چکرا کر وہ تیر قضا کا نشانہ ہوا۔

علاوہ بریں اور بھی تصنیفات مولانا ممدوح طبع شدہ اور نیز تصنیفات اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ مجدد مائۃ حاضرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب قدس سرہٗ ہمارے کتب خانہ سے مل سکتی ہیں۔

پتہ ملنے کا:۔ لاہور اندرون دہلی دروازہ محلہ چیگڑاں مسجد حنفیہ
دفتر مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور مولوی سید احمد صاحب
ناظم انجمن

(منظور عام پریس لاہور بازار پیسہ اخبار میں باہتمام محمد حسین پرنٹر چھپا)